بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہادتِ حسنین رضی اللہ عنہما

ترجمہ

سعادۃُ الکونین

مصنف

علامہ مفتی محمد اکرام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نبیرہ

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ مفتی محمد رمضان رضوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق مفتی مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ترتیب و تدوین جدید

مولانا قاری محمد خالد ظفر

خطیب جامع مسجد صلابت خان محلہ گگے زیاں کشمیری بازار لاہور

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

98406

کتاب : شہادت حسنین رضی اللہ عنہما ترجمہ سعادۃ الکونین

مصنف : علامہ مفتی محمد اکرام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : علامہ مفتی محمد رمضان رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتدوین جدید : قاری محمد خالد ظفر

باراول : 2011ء

ہدیہ :

تعاون وپیشکش : محترم الحاج محمد بشیر
و
محترمہ حاجن مختیار بی بی

ناشر : قاری محمد خالد ظفر

◉ خطیب جامع مسجد صلابت خان محلہ گے زئیاں کشمیری بازار لاہور

◉ اکبر آباد گوجر خان ضلع راولپنڈی 0333-4523375

حسن ترتیب

تفصیل	صفحہ
فہرست	3
شرف انتساب	6
اشاعت کی سعادت	8
تقریظ (علامہ محمد صدیق ہزاروی)	10
تقریظ (علامہ محمد منشا تابش قصوری)	12
تقریظ (الحاج اثر انصاری)	15
تقریظ (محمد فاضل شائق)	22
اک موتیاں دی مالا ۔۔۔ نظم	25
تجلیات تمہید	29
مقدمہ	33
شہادت حسنین رضی اللہ عنہما کمال مصطفیٰ ﷺ	39
شہادت حسنین رضی اللہ عنہما کی تخصیص	43
شہادت کی دو قسمیں	
باب: اول	47
مناقب حسنین رضی اللہ عنہما	
اسلاف کا تعظیم آل رسول ﷺ	51
واقعہ خطیرہ	53
اصحاب رسول ﷺ سے محبت	55
افضل البشر بعد الانبیاء	56
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت	58
فضیلت شیخین رضی اللہ عنہما	60
باب: دوم (فصل اول)	
ولادت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	62
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب	65
حسنین رضی اللہ عنہما کی رسول اکرم ﷺ سے مشابہت	66
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک	
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے مخصوص احادیث	67
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے دیگر احوال	73

تفصیل	صفحہ
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی عبادت اور سخاوت	75
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا جانا	79
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کرامات	81
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے کلمات قدسیہ اور نصائح	82
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی	86
خلافت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ	87
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا خط	94
بہن بھائیوں کی تعداد	95
ام کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ	96
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت	112
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت	114
عمر مبارک	117
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد	118
باب: سوم	124
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال	
فصل: خاص سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	129
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر مخصوص احادیث	133
غنیۃ الطالبین کی روایت	141
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے درمیان عداوت	142
سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی اور شہادت	159
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عراق روانگی اور کربلا میں پہنچنا	169

تفصیل	صفحہ	تفصیل	صفحہ
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	185	تاریخ شہادت اور عمر شریف	229
کی شہادت		سیدنا امام تقی رضی اللہ عنہ کی اولاد	242
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	199	باب چہارم	
کا متفرق ذکر		قاتلان اہلبیت کا برا انجام	250
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	219	ذکر خروج مختار	274
کی شہادت کے بعد کے		یزید پر کفر اور لعنت کا بیان	288
واقعات	224	صبر حسین منزل بہ منزل	296
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی		علامہ محمد منشاء تابش قصوری	
شہادت پر انسانوں کا رونا اور			
جنات کا مرثیہ پڑھنا			

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسین

شرف انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو:۔ سیدین، جلیلین، شہیدین عظیمین حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور ھدیۂ پیش کرتا ہوں اور اس کی قبولیت کا طلب گار ہوں۔

اِلٰہ العالمین:۔ شہدائے کربلا کے تڑپتے ہوئے لاشو اور خون کے بہتے ہوئے دھاروں کے صدقہ میں ہم سب کو جادہ مستقیم پر قائم فرما۔

الٰہی:۔ ہمیں اُسوۂ حسینی کے اتباع اور پیروی کی توفیق عنایت فرما۔

اَرحَمَ الرّاحِمِینَ:۔ ہماری قوم کو باہمی اخوت اور برداری کو سلامتی ایمان اور اسلام کے مظبوط رشتہ سے مستحکم فرما۔

ہماری باہمی محبت والفت اور علم وعمل میں اپنی خصوصی رحمت شریک فرما کر ہمارے قلب ونظر کو قرآن وسنت کے انوار و برکات سے منور فرما صحابۂ کرام واہل بیت عظام کے ادب واحترام اور مخلصانہ عقیدت محبت کے پاکیزہ جذبات سے ہمارے

دلوں کو تابندگی عطا فرما۔

يَارَبِّ بِالْمُصْطَفٰى بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا
وَاغْفِرْ لَنَا مَامَضٰى يَاوَاسِعَ الْكَرَمِ

ترجمہ: اے میرے رب! مصطفیٰ کریم ﷺ کے وسیلہ سے ہمارے مقاصد پورے فرما اور اے وسیع کرم والے ہمارے پچھلے گناہوں کو معاف فرما۔

اٰمِيْن يَارَبَّ الْعٰلَمِيْن بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْن ﷺ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ

طالب دعا

محمد خالد ظفر عفی عنہ

اکبر آباد گوجر خان ضلع راولپنڈی

حال مقیم خطیب جامع مسجد صلابت خاں

محلہ ککے زئیاں کشمیری بازار لاہور

شہادتِ حسنینؓ ترجمہ سعادت الکونین کی اشاعت کی سعادت کس طرح حاصل ہوئی

قارئین محترم دارالعلوم حزب الاحناف لاہور جہاں سے بڑے بڑے جید علمائے دین نے علم حاصل کر کے ملک بھر میں علم کی روشنی پھیلا کر اپنا بڑا نام اور مقام پایا۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے موجودہ مہتمم کے اجداد نے وہ کام کر دکھایا جو رہتی دنیا تک اسلام کی تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ بندہ ناچیز بھی وہاں ہی سے علم کا فیض حاصل کر کے محلّہ ککے زئیاں کشمیری بازار لاہور کی جامع مسجد صلابت خاں کا امام وخطیب مقرر ہوا۔ ان دنوں حضرت علامہ مفتی محمد رمضان قادریؒ سابق مفتی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اسی محلّہ ککے زئیاں میں مسجد وزیر خاں کے عقب میں چٹی مسجد میں امام تھے میں گاہ بگاہ دینی مسائل کی آگاہی حاصل کرنے ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ علاقہ کی یونین کونسل کا نکاح رجسٹرار ہونے کے سبب ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نکاح نامہ رجسٹر کرانے کے لئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا حضور آئندہ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرونگا آپ تشریف نہ لایا کریں۔ اس لحاظ سے بندہ ناچیز کا ان سے اکثر رابطہ رہتا تھا۔ ایک دن باتوں باتوں میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے شہادت حسنین رضی اللہ عنہما ترجمہ سعادت الکونین جس کے مصنف حضرت علامہ مفتی محمد اکرام الدین دہلویؒ نبیرہ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہیں شہدائے کربلا پر بڑی مستند کتاب لکھی گئی ہے۔ مجھے فرمانے لگے کہ ترجمہ تو میں نے کر دیا ہے مگر اس کی اشاعت کی مجھے توفیق نہیں ہوئی لہٰذا یہ مسودہ آپ

اپنے پاس رکھیں جب بھی توفیق ہو اسے چھپوا دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اس کا اجر عظیم دے گا۔ قارئین محترم اس بات کو ہوئے تقریباً بائیس سال گزر گئے مگر اس کی اشاعت کا اہتمام نہ ہو سکا میں نے ان کے ترجمہ شدہ مسودہ جو کہ مختلف قسم کے کاغذات پر مشتمل تھا کو بغور پڑھا ان کے عنوانات قائم کئے کیونکہ وہ بالکل سیدھا سیدھا ترجمہ تھا میں نے عنوانات قائم کرنے کے ساتھ ساتھ پیرے بندی کی گئی ان کی لکھی ہوئی قرآنی آیات کے حوالہ جات بھی تلاش کر کے شامل کتاب کر دیئے تا کہ پڑھنے والے کے ذہن میں کوئی ابہام نہ رہے مجھے اس بات کے حرفِ آخر ہونے کا تو دعویٰ نہیں البتہ اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی ہے کہ کوئی سقم باقی نہ رہے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضور مفتی مرحوم علیہ رحمہ کی روح کو مجھ پر راضی فرمائے۔ عقائد اہلسنت میں امامین کریمین رضی اللہ عنہما کا احترام ایمان کی جز ہے کربلا معلیٰ میں تمام شہدا کی دین مصطفےٰ ﷺ کی خاطر بڑی قربانیاں ہیں جن کو قیامت تک یاد رکھا جائے گا۔ آخر میں تمام دوستوں، بزرگوں کا مشکور ہوں جنہوں نے میرے ساتھ ہر طرح تعاون فرمایا اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو عقائد اہلسنت کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دعاؤں کا طالب

محمد خالد ظفر عفی عنہ

تقریظ

فاضل جلیل، عالم نبیل، استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی۔ازہری صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نواسہ رسول جگر گوشۂ بتول (رضی اللہ عنہا) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مسئلہ نہایت نازک ہے اور اس سلسلہ میں کئی لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں جہاں تاریخ انسانیت اس سے زیادہ دلدوز واقعہ پیش کرنے سے قاصر ہے وہاں عظمت اسلام اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے لیے اس سے بڑی قربانی کی کوئی مثال بھی نہیں ملتی۔

اہل سنت و جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اعتدال کے وصف سے موصوف فرمایا یہ خوش نصیب گروہ رافضیت کے افراط اور خارجیت کی تفریط سے کوسوں دور ہے اس لیے اہل سنت کے محققین علمائے کرام نے اس مسئلہ پر احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے اپنی قلم کو رواں دواں کیا اور یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع پر نہایت جامعیت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

اس کتاب شہادت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مصنف حضرت علامہ مفتی اکرام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وجاہت اور حسن عقیدت کے لیے بہت بڑا حوالہ یہ

ہے کہ آپ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر اہل سنت میں ایک نامور محدث ہیں کے علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔

اس کتاب کے مترجم حضرت علامہ مفتی محمد رمضان رضوی رحمۃ اللہ علیہ گدڑی میں لعل کی مثال دنیوی کروفر سے بے نیاز درویش منش مگر علم کا جبل عظیم تھے:

اہل ذوق کے لیے یہ کتاب نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔

حضرت مولانا حافظ محمد خالد ظفر زید مجدہ تمام اہل اسلام کی طرف سے خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کی ترتیب کے ذریعے عمل صالح کی ایک عمدہ مثال پیش کی ہے اللہ تعالیٰ حضرت مصنف مترجم اور مرتب تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب مستطاب کے افادہ و استفادہ کو عام فرمائے۔

امین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

وممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

۱۱/اکتوبر ۲۰۱۰ء

۲۔ ذیقعد ۱۴۳۱ھ

تقریظ

استاذ الکل استاذ العلماء رائیس التحریر مصنف کتب کثیرہ الحاج حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہادتِ حسنین کریمن رضی اللہ عنہما زیب نظر تصنیف تالیف جو حضرت علامہ مفتی محمد اکرام الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کے رواں ترجمہ سے اہل علم وقلم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے ممتاز عالم، حافظ و قاری مولانا محمد خالد ظفر نقشبندی مجددی مدظلہ خطیب جامع مسجد صلابت خان محلّہ ککے زئیاں کشمیری بازار لاہور پاکستان۔

کتاب مستطاب دراصل فارسی زبان پر مشتمل تھی۔ جس کا نام سعادت الکونین تھا جسے مترجم نے ''شہادت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موسوم فرمایا۔

یہ کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور ممتاز ہے۔ فی زمانہ بہت سی کتابیں اس موضوع پر لکھی جا رہی ہیں۔ مارکیٹ میں ان کی بہتات ہے جو ربط و یابس سے خالی نہیں۔ واعظین و مقررین کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے بلا تحقیق جو کچھ دماغ میں آتا ہے وہ لکھتے جا رہے ہیں۔ بعض وضعی روایات سے روافض کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے نازک حالات میں قدیمی کتب کے تراجم کی اشاعت از حد ضروری ہو جاتی ہے اسی اہم مقصد کو بروئے عمل لاتے ہوئے حضرت مولانا محمد خالد ظفر نقشبندی مدظلہ نے یہ احسن قدم اٹھایا اور حضرت مولانا محمد اکرام الدین دہلوی کے

ترجمہ کو کتابی صورت میں شائع کر کے مسلک حق اہل سنت و جماعت کی قابل قدر خدمت سرانجام دی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا الموصوف کی مساعی جمیلہ کو بارآور فرمائے اوران کے ذوق وشوق اشاعت میں ترقی عطا کرے۔ تاکہ مزید عمدہ سے عمدہ تصانیت کو اشاعتی لباس سے مزین کرتے رہیں۔

حضرت استاذ القراء مولانا الحافظ القاری ذوالفقار احمد برسالوی مدظلہ مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور بھی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جن کی تحریک پر مولانا الموصوف کو اشاعت کا حوصلہ ہوااور اب یہ کتاب زرین، قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ پڑھیے اوراپنے علمی وایمانی ذوق میں اضافہ کیجئے۔

مولانا قاری محمد خالد ظفؔر نقشبندی

1954ء کو خطہ پوٹھوہار گوجر خان کے نزدیک موضع موہری برسال ضلع راولپنڈی کے ایک دینی اور علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا نام کرم دین اور والد ماجد کا نام مولانا حاجی محمد حاضر رحمتہ اللہ علیہ ہے جو جامع مسجد موہری برسال میں امام تھے۔ بڑے متقی دیانتدار، شب بیدار، نہایت عابد وزاہد اور خوف وخشیت الٰہی میں یگانہ روزگار تھے

۲۶ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ بروز پیر ۲ بجے بوقت ظہر اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔
مولانا محمد خالد ظفر کی والدہ ماجدہ دینی ذوق رکھنے والی عبادت گزار اور نہایت ہی نیک سیرت اور سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت بڑے اچھے ڈھنگ سے کی کیونکہ اس خاتون کی خود اپنی تربیت بہت اچھی طرح ہوئی تھی۔ جو کہ

میاں محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھی۔ جو اپنے وقت کے بڑے عالم اور اللہ کے ولی تھے۔

مولانا محمد خالد ظفر نے اپنے والد گرامی سے قرآن پاک پڑھنے کے بعد اپنے ہی گاؤں کے گورنمنٹ پرائمری سکول میں داخلہ لیا۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسلامی تعلیم کے لئے لاہور آئے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری سے قرآن پاک حفظ کیا اور بعد میں مرکزی دارالعلوم جامعہ حزب الاحناف داتا گنج بخش روڈ لاہور میں داخلہ لیا اور سند فراغت حاصل کی۔

آج کل پنجاب کے تخت شہر لاہور ہی میں جامع مسجد صلابت خان محلّہ ککے زئیاں کشمیری بازار میں عرصہ دراز سے امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور یونین کونسل 27 دہلی گیٹ لاہور کے نکاح رجسٹرار بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف، مترجم، مرتب، ناشر اور قارئین کو اس مبارک کتاب کی برکات سے ہمیشہ نوازتا رہے۔

آمین یارب العالمین۔

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

29-12-2010ء 23-01-1432ھ چہارشنبہ

تقریظ

مفسر قرآن۔ مصنف کتب کثیر۔ شاعر تصوف۔ ادیب فطرت
قادرالکلام شاعر۔ ابوعبداللہ حضرت الحاج محمد بوٹا اثر انصاری فیض پوری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حضرت علامہ الحاج مولانا محمد خالد ظفر برسالوی صاحب حال خطیب جامع مسجد صلابت خان محلہ ککے زئیاں کشمیری بازار لاہور کی یہ بے پناہ محبت اور بیکراں الفت ہے۔ کہ انہوں نے اتنی بڑی جلیل القدر کتاب پر کچھ رائے لکھنے کو فرمایا۔ اور 36x23۔16 کے سائز میں کمپوزنگ شدہ مسودہ لگ بگ 300 صفحات پر پھیلا ہوا بھیج دیا۔ اہل علم حضرات اور فضلاء وصلحاء کے علم اور بصیرت کے آگے تو میری جبین نیاز وادب جھکی ہی رہی ہے۔ تو کچھ سطور لکھ کر علامہ صاحب کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے۔ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جگر گوشے۔ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہریٰ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا دین و دنیا میں اتنا بڑا رتبہ اور شان ہے۔ کہ سارے جہان کے ادباء وشعراء اپنی صلاحیتیں، دواتوں کی سیاہیاں اور قلمیں ختم کر ڈالیں۔ تو بھی امامین کے فضائل و مناقب اخلاق و عادات، قرآن کے مطابق اور فقید المثال صبر و استقلال۔ جوانمردی۔ بہادری۔ بیباکی کا تذکرہ ختم نہ ہو۔ اور اسلام کے لیے ان کی قربانیوں کا ذکر ختم نہ ہو

سکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسوں کے بارے بہت سی احادیث ارشاد فرمائیں۔ گود نبوت میں آنکھ کھولنے والا۔ ہوش سنبھالنے والا اور پرورش پانے اور آقائے نامدار شہنشاہ ہر دو عالم سے تربیت پانے والے امامین کا رتبہ بڑا اعلیٰ وارفع ہے ہر دور میں حسنین کریمین کے اوصاف، خوبیاں اور قربانیوں پر اہل قلم اپنی اپنی نگارشات صفحۂ قرطاس پر بکھیرتے رہے ہیں۔ اس ضمن میں ''سعادت الکونین'' فارسی زبان میں بزرگوں کے نور چشم یعنی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت علامہ مفتی اکرام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال خوبی اور محنت شاقہ سے تصنیف فرمائی۔ اس کا چرچا ہر دور میں اور ہر صاحب علم وعرفان کے ہاں رہا۔ تابکاری دور میں یہ سہانی گھڑی آئی۔ امامین سے الفت ومحبت کی ایک کرن چمکی۔ تو حضرت علامہ الحاج مولانا محمد خالد ظفر صاحب نے اس کی ترتیب و تدوین بڑی توجہ سے کی۔ کہ کتاب کو چار چاند لگ گئے۔ کتاب کا روپ مزید بڑھا۔ اس کے معیار میں اور ترقی ہوگئی۔

کبھی جبکہ کتابت کا دور تھا۔ اور اب سائنس کی دنیا میں کمپوزنگ کروانے کی آسانی میسر ہے۔ اسی طرح ماضی کی سادہ ہاتھوں سے چلنے والے پریس کی جگہ جدید الیکٹرونک سے آراستہ آٹومیٹک پریس نے لے لی ہے کہ کتاب کا روپ دوچنداں ہو جاتا ہے۔ علامہ محمد خالد ظفر صاحب نے عرق ریزی سے کمپوزنگ کی غلطیاں لگائیں۔ اور اب یہ کام اختتام کو بہ احسن پہنچے گا۔ دودھیا کاغذ پر عمدہ طباعت اتنی رعنائی پیدا کر دے گی۔ کہ ناظرین اس کتاب کو پڑھتے ہوئے نہ اکتائیں۔

حضرت علامہ مفتی محمد رمضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی دوران مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور نے ترجمہ کرنے کا حق ادا کر دیا۔ اس روشن ضمیر اولوالعزم علمی ادبی شخصیت نے ترجمہ کرتے وقت دقیق الفاظ کا سہل انداز میں معانی ڈھونڈے کہ سارا مضمون عام فہم قاری کی سمجھ میں بھی آ جائے۔ ہنر مندی ایسی کہ ترجمہ کرتے وقت اصل عبارت کی نزاکت، لطافت اور بلاغت برقرار رہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر مجھے ہی نہیں تمام صاحب ذوق حضرات کو گوناں گوں فرحت ملے گی۔ میرے دل میں بھی اعلیٰ کتب کے مطالعہ کا ذوق شوق موجزن ہے۔ اور اچھی کتاب ہی میری پونجی ہے۔ کتاب کے ترجمہ۔ ترتیب و تدوین اور اشاعت و طباعت میں جن جن اشخاص نے دامے دامے سخنے حصہ لیا ہے۔ اور دنیائے فانی کی دست برد سے اس قیمتی مسودہ کو بچایا ہے۔ سبھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

کتاب کے مضمون کا معیار بہت اونچا اور نورانی ہے۔ جا بجا قرآن و حدیث کے حوالہ جات اس کتاب کی افادیت اور اہمیت کو بڑھاتے ہیں۔ اس کے تمام کارندوں کو اللہ پاک کی درگاہ میں اور تاجدار مدینہ ﷺ کی عنایات سے بلند وارفع مقام ملے گا واقعی اس کتاب میں امامین کریمین رضی اللہ عنہما کے نورانی احوال، سیرت طیبہ، جوانمردی کی باتیں مدلل اور جامع روایات کے ساتھ عمدہ پیرائے میں ہیں۔ حتیٰ کہ یہ کتاب اعلیٰ کتب میں سرفہرست ہے۔ اسلوب بیان بڑا پر معنی۔ موثر اور شاداب ہے سرکار مدینہ ﷺ کی آل مطہرہ کا ذکر مکمل اور خوب ہے۔ صفحہ 94 پر حوالہ کے طور پر امام حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط کا مضمون فارسی زبان سے مترجم نے اس بلاغت اور ذمہ داری سے کیا ہے کہ پڑھنے والا عش عش کر

اٹھتا ہے تاریخی شاہکار، شہ پارہ نادر تحریر کا فقید المثال ترجمہ ذرا آپ بھی ملاحظہ کریں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط بدیں مضمون تحریر فرمایا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ صلح کے لیے حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے ان شرائط پر لکھا اور سپرد کر دیا خلافت کو کہ عمل کرے وہ کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور سیرت خلفائے راشدین مہدیین پر اور معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد خلافت کسی کے سپرد نہ کریں۔ بلکہ اس امور خلافت کو مسلمانوں کے درمیان چھوڑیں۔ اور آدمی ملک خدا میں جہاں کہیں ہوں۔ خواہ شام میں خواہ عراق میں۔ خواہ حجاز میں اور خواہ یمن میں امن سے رہیں۔ اور یاران علی رضی اللہ عنہ آپ کے شیعہ اموال سے۔ اولاد سے۔ نفوس سے اور ازواج سے جس جگہ ہوں۔ محفوظ رہیں۔ اور امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر ان مذکورہ امور سے خدا کا عہد و پیان ہے نیز مجھ کو اور میرے بھائی کو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلانیہ اور پوشیدہ کسی کو برا نہ کہا جائے اور وہ تکلیف نہ پائیں۔ اور کوئی انہیں نہ ڈرائے۔ (ماشاء اللہ، سبحان اللہ)

اس کتاب میں ذکر ہے۔ ان بلند مرتبہ ہستیوں کا۔ جن کا نام عالم بالا اور عرش معلیٰ پر کنداں ہے۔ ذرا سنیے۔ اسلام کا سورج عرب کی دھرتی سے بنو ہاشم کے گھرانے میں جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر طلوع ہوا۔ اس کی روشنی نے زمانے کی اتھاہ گہرائیاں ختم کر دیں ہر طرف سے ردائے ظلمت اکٹھی کر دی گئی۔ اور ہر گوشے، ہر طرف چکا چوند ہو گئی۔ زمانے کو چلنے پھرنے۔ اُٹھنے بیٹھنے اور امن و امان کا

درس ملا۔حق داروں کو حق نصیب ہوا۔ جہالت کے پرخچے اڑ گئے۔عرب کے بدو اور شقی القلب اجڈ قبائل ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔کندذہن روشن ضمیر ہو گئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محنت شاقہ شب وروز اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلام کے سایہ دار درخت کی شاخیں مغرب سے مشرق اور جنوب سے شمال تک پھیل گئیں اسلام کے ماننے والوں اور داعی کو وہ عظمت، آبرو۔آن بان، راحت وآرام۔سکھ سکون اور سطوت وتمکنت نصیب ہوئی۔کہ کہیں اور کسی کو ایسی سوغات نہ ملی۔دارا وسکندر اور قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں ہل گئیں۔مگر تنگ نظر اشخاص۔عیش وعشرت کے دلدادہ نفوس۔خاندانی رنجش اور ایمان کی کمزوری والے آدمیوں نے چمنستان اسلام کے مالیوں کو زیر تلوار ذبح کرنے میں کوئی کسری باقی نہ رکھی۔حضرت امامین کی عظمت کو لاکھوں سلام، جنہوں نے نابکار اور نااہل یزید کے سامنے اپنی نورانی پیشانی کو جھکنے نہ دیا۔اور آج امامین کریمین کا نام اعلیٰ وارفع اور نیک نامیوں کے آسمان پر درخشندہ ورخشندہ اپنی چمک سے آنے والے قافلوں کی آنکھیں خیرا کرتا رہے گا۔اور یزید کے ظلم وستم کے تذکرے مجالس میں ہوتے رہیں گے۔کہ یزید نے ایسا ستم ڈھایا۔کہ ازل سے لے کر ابد تک ایسا خونچکاں واقعہ ظہور میں نہ آسکے گا۔آغوش نبوت میں پرورش پانے والا جری جوان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کب کرنے والا تھا۔جبکہ یزید اس بیعت کا اہل نہ تھا۔صفحہ 153 پر اسی کتاب میں ملاحظہ ہو۔

"کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت نہ کرنے کا سبب صرف یہی ہے۔کہ وہ فاسق وفاجر تھا۔اس لیے اس کے زمانہ حکومت میں لوگ اپنی سوتیلی ماں اور

بہنوں سے نکاح کرتے تھے۔ اوراس کا ایک شعر بھی اس مضمون کا کتب تاریخ میں ملتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ بنی ہاشم نے ایک کھیل کھیلا ہے۔ نہ وحی آئی ہے۔ اور نہ ہی کوئی فرشتہ اترا۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے مثل مشہور ہے۔ کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوا کرتے ہیں۔ چونکہ وہ خود فاسق و فاجر تھا۔ اس لیے لوگ اس کے زمانہ میں خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتے تھے"۔

دشت نینوا (کرب وبلا) میں جو خون کی ہولی کھیلی گئی۔ کہ کربلا کی دھرتی معصوم، نوجواں اور بوڑھے صحابیوں کے خون سے سرخ وتر ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل واہلبیت پر بے پناہ ظلم ڈھائے گئے۔ کہ قلم کورقم کی تاب نہیں مقرر کوتقریر کرنے کا یارا نہیں۔ پتھر دل بھی واقعات کربلا سن کر دھاڑیں مارنے لگتا ہے۔ کرب وبلا کے خونی معرکے کے دولفظ سننے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کتاب کے صفحہ 195 پر پڑھیں۔

"چونتیس زخم سیدالشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کے بدن پاک پر لگے ہوئے تھے۔ تیس زخم تلوار کے اور تین نیزے کے زخم اور ایک زخم تیر کا تھا۔ جب خون آپ کے بدن سے بہت نکلا۔ اور تشنگی نے غلبہ کیا۔ تو شمر نے اپنے چھ خاص آدمیوں کو لے کر آپ کو شہید کرنے کا قصد کیا۔ جو کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کر رہے تھے۔ ایک پیادے نے جس کا نام زرعہ تھا۔ آپ کو ایک تلوار ماری۔ آپ نے اس کے وار کو ہاتھ پر روکا۔ جس کی وجہ سے آپ کا ہاتھ مبارک کندھے سے جدا ہوگیا۔

جب امام حسین رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ نے اس پیادے کے قتل کا قصد کیا۔ اور پھر گر پڑے۔ اس پیادے نے سمجھا کہ آپ کا کام تمام ہو چکا ہے۔ پھر وہ لوٹا۔ تا کہ آپ کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کرے۔ آپ پھر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ نے ارادہ کیا۔ کہ اپنے خیمہ میں آئیں۔ پیادہ آپ کے ساتھ اندر آیا اور اس نے آپ کے پیچھے سے وار کیا۔ اور اس کے وار کا نیزہ آپ کے سینہ مبارک سے باہر نکل آیا۔ جس کی وجہ سے آپ گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ تب شمر آیا۔ اور اس نے آپ کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کیا۔ اور قیس بن اشعث نے آپ کے بدن سے کرتہ اتارا۔ اور حبیب ابن بدیل نے آپ کی شمشیر لی۔ پھر شمر نے خیموں کا رُخ کیا اور لوٹ مار کی۔ اور باپردہ عورتوں کے سروں پر سے دوپٹے اتار لئے۔ عورتیں رونے لگیں"۔

المختصر کتاب "شہادت حسنین رضی اللہ عنہما" کربلا کے شہیدوں کے مکمل ذکر واحوال سے لبریز ہے۔ کوئی تشنگی باقی نہیں۔

آپ کی آل اطہار پر لاکھوں سلام

خاکپائے اہلبیت وشہیدان کرب وبلا

شاعر فطرت۔ شاعر قادر الکلام: حاجی فقیر اثر انصاری فیض پوری

فیض پور خورد نزد لاہو۔ شرقپور روڈ۔ ضلع شیخوپورہ

0423-3910919 ---- 0321-4756725

تقریظ

چوہدری محمد فاضل شائق فخر پوٹھوہار

سابقہ کونسلر، دانشور، ادیب، شاعر، کالم نویس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا قاری محمد خالد ظفر کے ہاتھوں اشاعت پذیر کتاب شہادت حسنین رضی اللہ عنہما اور ترجمہ سعادت الکونین کا مسودہ پڑھ کر اس کتاب کے مصنف مترجم اور ترتیب وتدوین کار کے اضافی حوالہ جات بطور سند جہاں نہایت ہی لائق تحسین ہیں۔ وہاں مذکورہ واقعہ کی حقیقت افشانی نوح انسانی کے لئے رہنما اصول بھی ہے ہر ذی روح یزیدی کارنامے پر ماتم کناں ہے کہ اس نے خانوادہ رسول ﷺ پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے مگر انہیں کلمہ حق کہنے سے روک نہ سکا۔ امام عالی مقام کی لازوال قربانی نے آنے والی نسلوں کے لئے دین میں راستوں کا تعین کر دیا۔ ایک راستہ حسینیت کا اور ایک راستہ یزیدیت کا۔ حسینیت کے راستہ پر چلنے والے کامران ٹھہرے اور یزیدیت کے راستہ پر چلنے والے گمراہ ٹھہرے۔ قارئین محترم مولانا قاری محمد خالد ظفر کے خانوادہ سے میرا آباؤ اجداد سے تعلق رہا ہے۔ یہ میرے گاؤں موہری برسال جو تحصیل گوجر خان میں واقع جی ٹی روڈ پر اڈہ مہ کسوال کے نزدیک ہے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم حاجی مولوی محمد حاضر مرحوم ومغفور گاؤں میں امامت کراتے تھے۔ اوران کا زندگی بھر معمول رہا کہ پنجگانہ نماز کے علاوہ تہجد گزار اور اشراق وچاشت کی ادائیگی کے بعد ہی مسجد سے گھر لوٹتے تھے۔ مولانا صاحب کے بڑے بھائی الحاج مولانا نذیر

98406

احمد بہت بڑے عالم دین ہیں جو اس وقت دوبئ میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں مولانا مذکور کے تایا حاجی مولوی محمد نوروز خاں مرحوم و مغفور نے بچپن سے جوانی تک دین کا علم حاصل کیا۔ وہ بھی اس گاؤں میں امامت کراتے تھے اور لوگ دینی مسائل اور شرعی احکام کی آگاہی کے لئے ان کے پاس تشریف لاتے تھے وہ بڑے بیباک اور دین کے معاملے میں نڈر تھے۔ گاؤں کے بڑے چوہدریوں کے منہ پر انہیں خلافِ شرع کاموں سے ٹوک دیتے تھے۔ مولانا قاری محمد خالد ظفر کے ان ہی تایا کے بیٹے القاری الحافظ ذوالفقار احمد برسالوی جنہوں نے بیس سال جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تعلیم حاصل کی اور اب وہاں ہی اسی مدرسے میں تعلیم دے رہے ہیں۔ وہ بھی بالکل اپنے باپ مرحوم و مغفور کی طرح دین کے معاملہ میں بیباک و نڈر ہیں انہوں نے برسالوی قاعدہ، فوائد مکیہ۔ تحفہ الصبیان، سلاح المومنین، عورت کا مقام، ہر چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ پردہ اٹھتا ہے۔ فضائل و مسائل جمعہ، احکام مساجد، عمرہ و زیارت کتب کی اشاعت کرا چکے ہیں۔ اور اس وقت کشمیری بازار لاہور میں ہی مسجد نور ایمان والی میں خطیب ہیں۔ قارئین متحرم موہری برسال گاؤں میں آج بھی اس خاندان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ قارئین محترم کتاب ہذا پر روشنی ڈالنے کے لئے میری کوئی اوقات نہیں کیونکہ بلدیات کی حد تک میرا سیاست سے تعلق رہا ہے۔ میں اسی گاؤں موہری برسال سے دو مرتبہ کونسلر منتخب ہو چکا ہوں۔ اور پنجابی پوٹھوہاری شاعری سے بچپن سے وابستہ ہوں۔ مگر اس کتاب میں درج ایک واقعہ جس میں ذکر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا جس سے شیعہ لوگ اتفاق نہیں کرتے جبکہ مترجم موصوف نے

بحوالہ کتب شیعہ اور معروف عالم دین شیعہ شیخ مفید کا حوالہ دیا ہے۔ ان کے بارے میں مجھے ایک دوست سید تقدیس حسین بخاری جن کا تعلق شیعہ مسلک سے ہے ان سے معلوم ہوا کہ بقول ان کے شیخ مفید شیعہ مسلک کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کا نام محمد اور دادا کا نام نعمان تھا۔ وہ 333 ہجری میں پیدا ہوئے اور 3 رمضان 413 ہجری میں فوت ہوئے۔ اور شیخ مفید کے نام سے مشہور ہوئے۔ قارئین محترم اتنے بڑے شیعہ عالم اور کتب شیعہ کے حوالہ سے واقعہ مذکور کو کس طرح جھٹلایا جا سکتا ہے اور اس بات سے ہمارے ایمانوں کو تقویت ملی کہ صحابہ کرام واہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان یکسوئی اور محبت برقرار رہی۔

احقر چوہدری محمد فاضل شائق

سابق کونسلر موہری برسال

بہ لقب فخر پوٹھوہار تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی

0300-5261447. 0333-5209166

کتاب ''شہادت حسنین رضی اللہ عنہما''

اک موتیاں دی مالا

ہوون لکھ مبارکاں اوہناں تائیں مالا موتیاں دی جنھاں تیار کیتی
اپنے قیمتی لمحے فدا کیتے توانائی تے دولت نثار کیتی

علامہ مفتی اکرام نے فارسی وچ اک لعلاں دی کان بنا دتی
اکھر اکھر ایہدا پر معنی ہیگا ایسی عقل یزدان عطا دتی

اوہدی طرز تحریر سبحان اللہ وانگ ہیریاں دیندی چمکار جاپے
یاں کہ سطراں نے ساریاں نور بھجیاں یاں فیر کونجاں دی اڈدی ڈار جاپے

ناں اوہناں نے لاجواب رکھیا ''سعادت الکونین'' سبحان اللہ
ذکر ایہدے وچ اہلبیت دا اے سیرت امامین سبحان اللہ

شیخ عبدالحق محدث دا پوترا اے جنھوں جان دا کل جہان بھائیو
خاندان ایہہ مفتیاں عالماں دا آن بان والا خاندان بھائیو

چرچے ایس قبیلے دے ہر جاگہ درساں مسجداں نے وچ ڈیریاں دے
ایہناں شب بیداراں نے منہ دھوتے سرگی ویلے دے فجر سویریاں دے

لائق فائق سلاہن دے قابل ہیگے محمد خالد ظفر جوان وی اے
ہے بزرگاں دا نور چشم خالد ٹھنڈ سینے دی آبرو آن وی اے

نال محنت دے ایہنے ترتیب دے کے کرتالیف اے لاجواب دتی
پنڈ نوٹاں دی لا کے چھاپ دتی پا نگہ رسالتمآب دتی

ذوق شوق تے جذبہ کمال دا اے پڑھن والیاں دی لج پال دا اے
پوٹھوہار دے خطے دا جنا ہیگا فضل ایہدے تے ذوالجلال دا اے

مسہ کسوال اے گوجر خان لاگے بستی موہری ہر سال ولادت پائی
پڑھدا رہیا اے دینی درس اندر عزت شہرت تے عظمت سعادت پائی

ککے زئیاں محلے لاہور اندر کشمیری بازار دے وچ مقیم ہیگا
نکاح رجسٹرار وی اے خطیب وی اے عالم فاضل ایہہ صاحب تکریم ہیگا

علامہ مفتی محمد رمضان صاحب فرض ایہناں دی خوب نبھا دتا
کر ترجمہ ایہناں نفیس سوہنا اہل علم نوں فن دکھا دتا

زیر زبر دا ایہناں خیال رکھیا جزم پیش تے مد پچھاں کے تے
گویا موتی ان ملے نے ایس ٹانکے فہم ادراک دی چھاننی چھان کے تے

لاجواب ایہہ نسخہ کتاب دا اے ذکر ایہدے وچ پاک یزدان دا اے
نبی پاکؐ دا ذکر پاک ہیگا ذکر نبیؐ دے خاندان دا اے

اہلبیت تے آل اطہار دا اے اک اک گل دی گنجھل اے کھول دتی
ذکر ایس وچ کرب و بلا دا اے آل نبیؐ دی ظالماں رول دتی

علی اصغر کمسن ہتھاں وچ لٹیا علی اکبر دی چڑھدی جوانی ہسی
عون و محمد تے غازی عباس نے وی جان وارنے دی نیت ٹھانی ہسی

ہوون لکھ سلام شہیداں اتے لاشے جنہاں دے تڑفے زمین اتے
ایپر حرف نہ دین تے آون دتا تیر سہہ لے اپنی جبین اتے

لے کے ازل توں ابد دے روز تیکر بے مثال قربانی نہ ایسی دینی
لوؤ سب تارنجاں کھنگال بھاویں کسے وار جوانی نہ ایسی دینی

سارا کجھ کتاب وچ درج ہیگا کمی ماشہ نہ رتی رول دی اے
ذکر سیدنا حسنین دا اے کہانی ایہدے وچ حڑ لجپال دی اے

کھول کھول حقیقتاں دے تائیں ذہن قلب دے تائیں چمکا دتا
تئی چھتی دا سائز کمال دا اے چٹا دودھ ورگا کاغذ لا دتا

چھاپن والے وی ماہر کمال دے نیں اوہناں اکھراں نوں چمکا دتا
علامہ خالد ظفر نے زر لا کے ایہہ چھپوا کے سانوں اپڑا دتا

پکی پیڈی اے جلد رعنائی والی خوبصورتی ڈلھ ڈلھ پے رہی اے
زندہ باد ایہہ ذکر حسنین دا اے شابش سارے جہان توں لے رہی اے

فقیر آثر انصاری دعائیں کردا قائم رہوے مینارا ایہہ علم والا
ساڈے دلاں دے تائیں منور کر دے ایہہ چمکار لشکارا ایہہ علم والا

ابو عبداللہ شاعر تصوف، ادیب فطرت
حاجی فقیر آثر انصاری فیض پوری
فیض پور خورد ضلع شیخوپورہ
30 دسمبر 2010ء

تجلیات تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی شرف الحسن والحسین من اولاد
سید الخلائق بمزیدالخلق والنسب والجود
والاحسان واعلی درجتہما باعطاء۔ مدارج
الشہادۃ بالسروالاعلان وافترض علینا حبہما
وحب من یحبہما بالاحادیث والقرآن ووعد
لمحبیہما بدخول الجنۃ والغفران
واوعدلمخالفیہما بالدرک الاسفل من
النیران والصلوۃ والسلام علی من ارسلہ الی
الخلائق بالحجۃ والبرہان وامرنا باتباعہ وامتثال
احکامہ بالجوارح والجنان وعلی آلہ واصحابہ
کانوافضل الناس وابشر و امن الرحمن
بالرضوان وسبقوا بالکل عن الکل حتی فاقوالکل
بالصدق والایمان اما بعد اضعف المسلمین
محمد رمضان۔

اس کتاب ذکر شہادت حسنین میں بہت سی کتب سے انتخاب کر کے مضمون لکھا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ذریعہ نجات اخروی کا بنائے۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ اور چار باب ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ الحمدللہ والمنۃ کہ اس کتاب میں امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب اخلاق وعادات وقرآن دانی اور فقیہ المثال لایزال صبر واستقلال کا تذکرہ نہایت ہی شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے جس کا نام

شہادت حسنین ۔ ترجمہ ۔ سعادت الکونین

......مصنفہ......

مفتی اکرام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہیں جس میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کے تاریخی حالات بھی مفصل درج ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حجاز میں خلافت اور شیعان کوفہ کا حضرت ام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے پوتے زید بن علیؓ (زین العابدین) بن حسین بن علی کے ساتھ پھر دوبارہ بیوفائی اور کسمپرسی کا سلوک جس سے اکثر لوگ بے خبر ہیں اور مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کا قاتلان امام حسین رضی اللہ عنہ سے بدلہ لینا اور بعض اعتراضات شیعہ کا جواب مثلاً امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنی زندگی میں ولی عہد کیوں بنایا جو لوگ یزید کو مغفور سمجھتے ہیں اس لیے کہ وہ فتح قسطنطنیہ میں موجود تھا اس کا مفصل جواب یزید پلید کے متعلق اکابر علمائے اسلام کا اس کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے کے بارے میں اختلاف کا ذکر۔

ازواج مطہرات کے اہل بیت ہونے کے متعلق تین قرآنی شہادتیں اور بعض کتب فقہ سے ثبوت۔ کتب شیعہ سے اس بات کا ثبوت کہ کوفہ میں بلانے والے

کون لوگ تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا بحوالہ کتب شیعہ سے اس کا ثبوت اور یہ ثبوت کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ ثبوت کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے ان کے ہدایا قبول فرماتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ بہت سی مفید چیزیں جملہ اہلسنت والجماعت اس کتاب میں درج ہیں۔

بندۂ ناچیز محمد رمضان عرض رسا ہے کہ اس کتاب میں ان کتابوں سے مضمون لیا گیا ہے جن میں سے بعض کتب اس احقر کے پاس موجود ہیں اور بعض مرکزی دار العلوم حزب الاحناف میں موجود ہیں۔

سعادت الکونین فی بیان فضائل الحسنین۔ تصنیف مفتی محمد اکرام الدین بن محمد بن نظام الدین بن محب الحق بن ابناء قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین سند المحد ثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

صواعق محرقہ اور اس کا ترجمہ فارسی...... تہذیب التہذیب تاریخ الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی۔ تاریخ ابن حاتم محمد بن حبان مکی۔ رسالہ ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنہ۔ رسالہ احوال اثنا عشریہ دو تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ رسالہ مناقب السادات تالیف قاضی شہاب الدین دولت آبادی مرید سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ۔ متعارف طبری فصول المہمہ فی مناقب الائمہ۔ مفتاح النجافی مناقب آل عبا تالیف مرزا محمد معتمد خاں۔ مورخ تاریخ کامل ابن اثیر رسالہ عبری۔ تذکرہ قرطبی۔ رسالہ نور العینین فی اسرار شہادت الحسنین تالیف علامہ فہامہ شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔اصح التواریخ شیخی وسیدی ومرشدی محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔فصل الخطاب تالیف محمد بن محمد بن محمود حافظ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(تنزیہ الانبیاء وریاض الجنان) ہر دو کتب شیعہ۔دیوان غیق السفر ۔تفریح الاذکیاء فی اموال الانبیاء تالیف حضرت ابوالحسن حسن کاکوروی۔

اثر قلم بندہ ناچیز ابوالریان مفتی محمد رمضان رضوی رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی

مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان لاہور

سابق خطیب جامع شاہی مسجد محلہ ولی اللہ فلیمنگ روڈ لاہور

☆☆☆

مقدمہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں افادہ فرمایا کہ لفظ اہل جب بیت کی طرف مضاف کیا جاتا ہے چند معنوں کے لیے آتا ہے اہل بیت اہل قرابت کو کہتے ہیں۔

یعنی جو لوگ نبی (ﷺ) کے نزدیک ہیں اور ان پر زکوٰۃ حرام ہے بنی ہاشم اور کبھی آنحضرت ﷺ کے عیال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور وہ شامل ازواج مطہرات کو بھی ہے اور کبھی اولاد کے معنی میں ہوتا ہے اور وہ مخصوص ہے حضرت فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ اور بوجہ کثرت کمالات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شامل ہے۔

شیخ عالم مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے اپنی کتاب مذکور میں کہا کہ لفظ اہل چند اضافتیں رکھتا ہے۔ اہل الرجل۔ اس کے اقرباء۔ اہل الامر۔ اس کے والی۔ اہل بیت۔ اس کے گھر میں رہنے والے۔ اہل مذہب جو کہ اس کے طریقہ اور مذہب پر ہوں۔ اہل الرجل اس کی زوجہ۔ واہل النبی ﷺ۔ آپ ﷺ کی بیٹیاں اور بیویاں۔ بعض علماء سے احقر نے یوں سنا ہے کہ۔

اہل بیت کی تحقیق

(۱) اصل اہل بیت (۲) داخل اہل بیت (۳) لاحق اہل بیت

(۱) پہلی قسم اصل اہل بیت تو ازواج مطہرات ہیں کیونکہ۔ آیت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

تَطْهِيْرًا (القران۔الاحزاب۔۳۳) سے پہلے کی آیتیں اور بعض آیتیں ازواج مطہرات کے حق میں ہیں صیغہ جمع مؤنث غائب اور مخاطب کے ہیں۔

چنانچہ آیت تطہیر کی ابتدا میں ہے۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الاحزاب:۳۳) اس کے بعد اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الآ یہ ہے۔ آیت تطہیر کے بعد وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا (الاحزاب:۳۴) ہے۔

(۲) دوسری قسم اہل بیت نبوی کی داخل اہل بیت ہے۔ کہ اصل اہل بیت میں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاۗءِ اَهْلُ بَيْتِيْ ان کو داخل فرمایا ہے وہ حضرات حضرت فاطمہ و حضرت علی۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

جیسا کہ آیت تطہیر کا شان نزول تفاسیر و احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کمبل اوڑھے ہوئے تشریف فرما تھے کہ یہ چاروں حضرات یکے بعد دیگرے آئے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی کملی میں بٹھایا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

چنانچہ تفسیر موضح القرآن میں آیہ تطہیر کے متعلق لکھا ہے کہ یہ خطاب ہے ازواج کو اور داخل ہیں حضرت کے سب گھر والے۔

(۳) تیسری قسم اہل بیت نبوی کی لاحق اہل بیت ہیں کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے اہل بیت سے ملالیا ہے جیسا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو کہ دین حق کی طلب کے لیے مجوسی سے عیسائی بنے اور پھر سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تو سرکار مدینہ ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا

سلمان منا اہل البیت۔ سلیمان ہم اہل بیت سے ہے۔

الحاصل فصل الخطاب قلمی نسخہ میں ہے:

وان هذه الطَّائِفَةَ الزَّائِفَةِ قُلُوْبُهُمُ الْمَفْتُوْنَةِ بِحُبِّ اَهْلِ بَيْتِ الرَّسُوْلِ ﷺ قَالَتْ بِاَنَّ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّمَا هُمْ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وهِيَ لَهُمْ خَاصَّةً وَكَيْفَ يَجُوْزُ مِنْهُ وَ مَبْدَاءُ الْخِطَابِ بَيِّنٌ وَهُوَ كَلَامٌ عَلٰى نَسْقٍ وَنِظَامٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ الاية۔ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ثُمَّ قَالَ وَاَطِعْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ ثُمَّ قَالَ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ وَلَمْ يَقُلْ عَنْكُنَّ فَاَخْرَجَ الْكَلَامَ عَلٰى مَخْرَجِ التَّذْكِيْرِ لِقَوْلِهٖ اَهْلَ الْبَيْتِ وَالْاَهْلُ مُذَكَّرٌ۔

ترجمہ: اور بیشک یہ گروہ جن کے دل اہل بیت کی محبت میں مفتون ہیں (یعنی شیعہ) وہ کہتے ہیں اہل بیت صرف حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین رضی اللہ عنہم اور وہ آیت (یعنی آیۂ تطہیر) ان کے لیے خاص ہے اور یہ کس طرح جائز ہو کلام کی ابتدا ظاہر ہے اور وہ ایک کلام ہے نسق واحد اور نظام واحد پر تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو فرما دو کہ پردہ کیا کریں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی کی بیویوں تم دوسروں کی عورتوں کی طرح نہیں ہو پھر فرمایا اللہ و رسول کی اطاعت کرو۔ پھر فرمایا تا کہ دور کرے تم سے پلیدی اور جمع مذکر کی ضمیر سے فرمایا (یعنی عنکم) اور جمع مؤنث کی ضمیر (عنکن) سے نہ فرمایا تو کلام کو تذکیر کے مخرج پر نکالا بوجہ اہل بیت کے اس لیے کہ لفظ اہل مذکر ہے۔

نیز فروع کافی ص ۳۸۰ میں باب باندھا ہے۔ بَابُ الرَّجُلِ يُجَامِعُ اَهْلَهٗ فِي السَّفَرِ ۔ باب ہے اس آدمی کا کہ جماع کرے اپنی بیوی سے سفر میں۔ اس عبارت میں بھی اہل سے مراد بیوی ہے اور اہل کا لفظ بیوی کے لیے حقیقت ہے اور دیگر رشتہ داروں کے لیے مجاز ہے تو مجاز سے حقیقت اولیٰ ہوا کرتی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں بھی ضرور اہل بیت رسالت ہیں۔

قرآن پاک کے دوسرے مقامات سے بھی پتہ چلتا ہے ک لفظ اہل سے مراد قرآنی اصطلاح میں بیوی ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کو مدین سے لے کر چلے تو سردی کا موسم تھا آگ کی ضرورت تھی ادھر وادی مقدس سے

اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ سمجھا اور اپنی بیوی سے فرمایا۔ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّىْ اٰنَسْتُ نَارًا۔ (القصص:۲۹) ترجمہ: آپ نے کہ اپنی بیوی سے فرمایا ٹھہرو میں نے آگ کو دیکھا ہے۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی بیوی ہی تھیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اس سے شیعہ کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا جو کہ وہ آیت تطہیر سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ آیۂ تطہیر میں جمع مذکر حاضر کے صیغہ عَنْكُمْ وَيُطَهِّرَكُمْ ہیں۔ اس لیے یہ آیت صرف اہل بیت کے ہی حق میں ہے اور پنجتن پاک ہی اہل بیت ہیں حضور ﷺ کی بیویاں اہل بیت نہیں۔

حالانکہ لفظ اہل زبان عربی میں جمع مذکر استعمال ہوتا ہے اور ہم اس کے منکر نہیں کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم اہل بیت نہیں بلکہ ہم نبی علیہ السلام کی بیویوں کو بھی اہل بیت نبوی مانتے ہیں اور دوسری آیت سورۃ یوسف میں ہے کہ جب زلیخا کے برے ارادے سے بچتے ہوئے یوسف علیہ السلام بھاگے اور پیچھے زلیخا تھی جو کہ ان کو اپنے برے مطلب کے لیے ان کو پکڑنا چاہتیں تھیں۔ دونوں محل سے باہر دروازے پر آ گئے اتنے میں عزیز مصر بھی آ گیا تو زلیخا اپنے آپ کو پارسا ثابت کرنے کے لیے اور یوسف علیہ السلام کو مجرم ثابت کرنے کے لیے فوراً یہ کلمات زبان پر لائی:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (یوسف:۲۵)

ترجمہ: زلیخا نے کہا اس شخص کی کیا جزا ہے جو تیری بیوی سے برا ارادہ کرے صرف یہ کہ قید کیا جائے۔ یا دردناک عذاب دیا جائے۔

چونکہ خود فریفتہ تھی اس لیے سزا بھی خود ہی تجویز کر کے شوہر کو بتلائی ہے ایسا نہ ہو کہ شوہر غصہ میں یوسف علیہ السلام کو قتل کر دے۔

اس آیت سے بھی ہمارا مقصد یہ ہے کہ اہل کا لفظ بیوی کے لیے استعمال ہوا ہے اور تیسری قرآنی شہادت جو ہمارے مدعا کو مفید ہے وہ یہ ہے۔ بارہ (۱۲) فرشتے جبکہ لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔

ابراہیم علیہ السلام نے ان کو انسان سمجھ کر ان کے لیے بچھڑا ذبح کر کے اس کے کباب بنا کر ان کے سامنے کھانے کے لیے رکھے مگر انہوں نے نہ کھائے۔

ابراہیم علیہ السلام ان سے ڈرے سمجھے یہ کوئی دشمن ہیں اس لیے کھانا نہیں کھاتے۔

فرشتے بولے کہ آپ مت ڈریں ہم قوم لوط پر عذاب کرنے آئے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ بھی وہیں کھڑی تھی وہ ہنسیں تو ان فرشتوں نے حضرت سارہ کو خوشخبری سنائی کہ تمہارے ہاں اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ ان کے بعد یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے۔

حضرت سارہ بولیں کہ کیا میرے لڑکا پیدا ہوگا۔ حالانکہ میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور میرے شوہر ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے ہیں۔ بیشک یہ ایک انوکھی بات ہے۔

فرشتے بولے:

عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(ھود:۷۳)

ترجمہ: فرشتوں نے کہا کہ کیا تم اللہ کے امر سے تعجب کرتی ہو اے اہل بیت اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت اور برکتیں ہوں۔

اس آیت کریمہ میں بھی علیکم جمع مذکر مخاطب کا صیغہ مستعمل ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے لئے لفظ اہل استعمال ہوا ہے۔ نیز ہدایہ اخرین میں ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کوئی وصیت کرے کہ مثلاً زید کے اہل کو میرے مرنے کے بعد اتنے روپے دے دینا تو زید کی بیوی کو اتنے روپے دے دیئے جائیں کیونکہ اہل کا لفظ یقیناً بیوی کے لیے موضوع ہے اور مجازاً اور گھر والوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مسامرہ وسایرہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ رحمہ کے نزدیک اہل بیت بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے جو لوگ مسلمان ہیں وہ اہلبیت ہیں ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَلَكَ عَلٰى طَرِيْقَتِيْ فَهُوَ اٰلِيْ۔ جو میرے طریقہ پر چلے وہ میری آل ہے۔

شہادت حسنین رضی اللہ عنہما کمالِ مصطفیٰ ﷺ

جاننا چاہیے شہادت حسنین میں بعید یہ ہے کہ جو کمالات فرادای طور پر انبیاء سابقین کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائے تھے اس کا مجموعہ ذات تقدس آیات حضرت خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات میں مودع تھا پس حق سبحانہ تعالیٰ نے

آنحضرت ﷺ کو خلافت عنایت فرمائی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

سلطنت آنجناب ﷺ کو عنایت فرمائی جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو انعام فرمائی جیسے کہ ایک کرشمہ کا اظہار حضور ﷺ نے بدیں الفاظ فرمایا کہ مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال ہے ورنہ شیطان کو مسجد کے ستون سے باندھ دیتا اور مدینہ کے لڑکے اس سے کھیلتے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنے تصرف کا اظہار فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن عطا فرمایا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلت سے سرفراز فرمایا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کلام سے مشرف فرمایا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبادت سے ممتاز فرمایا۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو ممتاز فرمایا اور آپ کو شکر سے رطب اللسان گردانا۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو گردانا سوائے اس کے دیگر کمالات

ولایت۔ محبوبیت۔ اصطفائیت۔ تفکر۔ قرب کامل۔ شفاعت عظیم۔ جہاد۔ علم۔ عرفان۔ قضاء۔ اجتہاد۔ افتاء۔ احتساب۔ قراءت عطا فرمائے مگر بظاہر کمال شہادت عطا نہ ہوا۔ اس میں راز یہ تھا کہ اگر جنگ میں کفار کے ہاتھوں آپ کو شہادت ہوتی تو موجب شکست مشکوک اسلام اور اختلال دین متین ہوتا۔ اگر پوشیدہ درجہ شہادت ملتا جیسا کہ آپ کے خلفاء کو ملا اس پر شہادت کا اطلاق عرف میں نہ ہوتا۔

مشہور شہادت اس کو کہتے ہیں کہ شخص سفر و کربت میں شہید کیا جائے اور اس کے ساتھ اس کے اقربا و ساتھی بھی مقتول ہوں اور اس کی نعش میدان کارزار میں پڑی

ہو اس کے عیال واطفال بھی قید ہوں۔

حکمت ازلی و مشیت لم یزل نے چاہا کہ یہ کمال بھی آنحضرت ﷺ کو حاصل ہو آپ کی وفات کے بعد اور دور خلافت گزرنے کے بعد تاکہ ہتک حرمت اسلام کی نہ ہو پس تقدیر الٰہی نے چاہا کہ یہ مرتبہ حسنین کو ملے کہ وہ آپ کے عزیز ترین فرزند ہیں اور قریب ترین اجزاء ہیں۔ تاکہ یہ کمال آنحضرت ﷺ کو ملے اس لیے کہ شاگرد کا کمال اس کے کامل تر استاد کا کمال ہوتا ہے۔

ولی کا کمال اس کے نبی کا کمال ہوتا ہے۔ نبی کا کمال اللہ تعالیٰ کا کمال ہے اس لیے جن لوگوں نے نبی علیہ السلام کے کمالات کو کما حقہ نہ مانا وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے مثلاً: وہابی۔ دیوبندی اللہ تعالیٰ کے لیے امکان کذب کے قائل ہو گئے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اللہ تعالیٰ کو جہالت سے منزہ ماننے کو بدعت حقیقہ کہا جس کو ایضاح الحق الصریح میں اس نے لکھا ہے۔

ولی کی کرامت دراصل نبی کا معجزہ اور نبی ہی کا فیضان ہوتا ہے جس کا ظہور ولی سے ہوتا ہے۔ نبی کے کمالات۔ معجزات کا ظہور نبی کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ اصل میں اس کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ اس لیے جنگ بدر میں ایک مٹھی کنکریوں کی نبی علیہ السلام نے کفار پر پھینکی وہ کنکریاں اور مٹی سب کافروں کے منہ پر پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ (الانفال: ۱۷) نہیں پھینکا آپ نے جبکہ آپ نے پھینکا جس کا مطلب ہے ان کنکریوں کو سب کافروں کے منہ پر مارنا طاقت بشریٰ سے باہر ہے گو صورۃً آپ نے ان کنکریوں کو پھینکا ہے لیکن اتنا

زبردست اثر یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

لہٰذا فرمایا: وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ لیکن اللہ نے پھینکا تو جب یہ بات ثابت ہو چکی تو حسنین کی شہادت کا ظہور ان کی ذات پر ہوا ہے لیکن شہادت نبی کریم ﷺ کی ہے نیز جتنی نیکیاں۔ اچھائیاں۔ کمالات۔ حسنات ہیں وہ سب آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو بتلائے ہیں۔ جو نیکی۔ درجہ۔ کمال امتی کو حاصل ہو گویا وہ خواجہ کائنات ﷺ کو حاصل ہوا ہے۔ اس لیے فرمایا اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ ۔

بھلائی پر دلالت کرنے والا مثل بھلائی کرنے والے کے لیے۔ اس امر کی نظیر یوں بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ انسان جو بولنا چاہتا ہے۔ وہ کلام پہلے اس کے دل میں ہوتا ہے پھر اس کا ظہور اس کی زبان سے ہوتا ہے۔ اس موقع پر کسی نے کیا خوب کہا ہے

اِنَّ الْـكَلَامَ لَـفِى الْفُؤَادِ وَاِنَّـمَا جُعِلَ اللِّسَّانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيْلًا

ترجمہ: کلام بیشک دل میں ہے سوائے اس کے نہیں کہ زبان دل پر دلیل بنائی گئی ہے یا اس کو یوں سمجھ لیجئے جیسا کہ کتب منطق میں ہے کہ بعض منطقیوں کا یہ مذہب ہے کہ جو مفہوم ہمارے ذہن میں ہوتا ہے اس پر دلالت کرنے کے لیے الفاظ کو موضوع کہا گیا ہے مثلاً انسان فرس غنم کا جو مفہوم ہمارے ذہن میں تھا اس پر دلالت کرنے کے لیے یہ الفاظ وضع کیے گئے ہیں تو مفہوم ذہن میں ہے اور الفاظ کا صدور زبان سے ہوتا ہے یا یوں کہیئے کہ جب بجلی

کے بلب کا بٹن دباتے ہیں تو روشنی کا ظہور بلب سے ہوتا ہے۔حالانکہ بجلی کا کرنٹ بجلی گھر سے آ رہا ہے اگر تار میں کرنٹ بجلی گھر سے نہ آیا ہوا ہو تو کتنا ہی بٹن کو دبائیں لیکن بلب روشن نہیں ہوگا۔

شہادتِ حسنین رضی اللہ عنہما کی تخصیص

اس واقعہ شہادت میں حسنین کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ یہ دونوں شہزادے نبی کریم ﷺ کے جمال جہاں آراء کا آئینہ تھے۔جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ دونوں شہزادے نبی کریم ﷺ کے جمال کا پورا آئینہ تھے چنانچہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصہ کئے
آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

نیز آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنا بیٹا فرمایا ان سے محبت و بغض کو اپنی محبت و بغض فرمایا اس لیے ان کی تخصیص کی گئی ورنہ جس کسی کو بھی شہادت حاصل ہوئی گویا حضور ہی کو ہوئی یہ بھی نکتہ ہے کہ ولد کی ایذاء والد کی طرف سرایت کرتی ہے۔

شہادت کی دو قسمیں ہیں

شہادت خفی ۔شہادت جلی۔شہادت خفی سے امام حسن رضی اللہ عنہ سرفراز ہوئے جو بڑے صاحبزادے تھے کیونکہ عالم سر عالم جہر سے مقدم ہے۔

شہادت جلی امام حسین رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی چونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تعلق شہادت سری سے تھا۔ اس لیے ان کی شہادت کا ذکر نہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ نہ کسی فرشتے نے آ کر بیان کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت۔ شہادت جہری تھی اس لیے ان کی شہادت کی خبر جبریل علیہ السلام نے بھی نبی کریم سے بیان کی بارش کے مؤکل فرشتہ نے بھی بیان کی نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس امر سے مطلع فرمایا دوسروں کو بھی اس واقع ہائلہ سے خبردار کیا اور قتل کی جگہ کا تعین۔ وقت قتل۔ قاتل کی علامتیں بھی بیان فرمائیں کہ تعزیت و ماتم اس کا قیام قیامت تک باقی رہے گا چنانچہ ان حدیثوں سے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارہ میں مرقوم و مذکور ہیں روشن و ہویدا ہے قاضی شہاب الدین دولتؒ آبادی رسالہ مناقب سادات میں در بارہ محبت و مودت اہل بیت رسول اللہ ﷺ تحریر کیا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔

(الشوریٰ:۲۳)

ترجمہ: فرمادیجیئے اے محبوب ﷺ میں تبلیغ رسالت پر تم سے اجرت نہیں طلب کرتا مگر اپنے رشتہ داروں کی محبت

تفسیر کشاف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے رشتہ دار کون ہیں کہ ان کی دوستی ہم پر فرض ہوئی ہے۔ آپ

نے فرمایا وہ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ اسی میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھو نعمت کے شکر کی ادائیگی کے لیے اور مجھ کو دوست رکھو خدا کے لیے۔ میرے فرزندوں کو دوست رکھو میری وجہ سے۔

جو شخص آنحضرت ﷺ کا محب ہوگا تو حضور کی اولاد کا بھی محب ہوگا۔

نیز ابن راہویہ نے روایت کی کہ جو کوئی رسول خدا ﷺ کے اہل بیت کے حق میں نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے حق میں نیکیاں کرے گا۔

تفسیر کشاف میں حدیث ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا خبردار ہو جاؤ۔ اے لوگو جو شخص اولاد محمد ﷺ میں مرے گا مومن کامل مرے گا۔ جو شخص اولاد محمد ﷺ کی محبت پر مرے گا شہید مرے گا۔ جو شخص اولاد محمد ﷺ کی محبت پر مرے گا اس کو بہشت میں بھیجا جائے گا جیسا کہ دلہن کو شوہر کے گھر بھیجتے ہیں۔ جو شخص محمد ﷺ کی اولاد کی محبت میں مرے گا اہلسنت والجماعت کی روش پر مرے گا سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے اور میرے اہل بیت کو دوست رکھے اور ان کی تعظیم کرے۔ میرے دوستوں۔ میری اولاد کو معظم جانے اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہمارے پاس جگہ دے گا۔

اس حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی محبت کی طرف اشارہ ہے بے شمار صحابہ کرام کی دوستی کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں ان احادیث کا لانا اس رسالہ میں مقام مناسب نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جو شخص مجھ کو دوست رکھے اور ان دونوں کو دوست رکھے ان کے ماں باپ کو دوست رکھے وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں قیامت کے روز بہشت میں ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا خنکی اور خوشی ہو اس شخص کو کہ ہماری محبت میں ہمارے اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا یا ہماری محبت میں مقتول ہوا وہ شخص جنت میں داخل کیا جائے گا شرف النبوۃ میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار شخصوں کا میں روز قیامت شفیع ہوں اگر تمام روئے زمین کے آدمیوں کے برابر ان کے گناہ ہوں ایک وہ شخص کہ میری اولاد کی تعظیم کرنے والا۔ دوسرا وہ شخص جوان کی حاجتوں کو پورا کرنے والا تیسرا وہ شخص جوان کے گناہوں پر پردہ ڈالے۔ چوتھا وہ شخص جو دل و جان سے ان کو دوست رکھے۔

مشارق الانوار و مصابیح السنہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ کتاب اللہ اور دوسری اپنی اولاد اگر تم ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ کشاف میں ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا میری اولاد میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

دوسری روایت میں وارد ہوا ہے جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

کشاف و شرف النبوۃ میں روایت منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جو شخص ہمارے اہل بیت پر ظلم کرے۔ ان کو ایذا دے اس پر جنت حرام ہوئی مصابیح میں روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس شخص نے اس کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ جو کوئی اس کو غضب میں لایا وہ مجھ کو غضب میں لایا۔

☆☆☆

باب:اول

احادیث مشترکہ کے بیان میں جوامام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

مناقب حسن وحسین رضی اللہ عنہما

امام احمد وابوداؤد۔ترمذی۔نسائی۔ابن ماجہ۔ابن حبان وحاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ رسول کریم ﷺ خطبہ فرماتے تھے کہ امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما مسجد میں آئے جب کہ ایام طفولیت میں اچھی طرح چل نہیں سکتے تھے اور پاؤں لڑکھڑاتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ چھوڑ کر اس خیال سے کہ کہیں گر نہ پڑیں منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں صاحبزادوں کو گود میں اٹھالیا۔بعد میں اپنے برابر دونوں کو بٹھایا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ قرآن مقدس میں ارشاد ہے (اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ) (التغابن۔۱۵) جس وقت میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو مجھ کو صبر نہ رہا خطبہ کو میں نے قطع کیا اور ان کو اٹھایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کسی شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اہل بیت سے کس کو آپ دوست رکھتے ہیں۔آپ نے فرمایا حسن و حسین کو نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا میرے بیٹوں کو بلاؤ جس وقت وہ آئے تو آپ نے ان کے منہ کو چوما اور معانقہ کیا۔

طبرانی نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک دفعہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حسنین حضور پر نور ﷺ کے ساتھ کھیل رہے تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ان کو دوست رکھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں ان کو کیوں نہ دوست رکھوں یہ میرے ریحان ہیں۔ ریحان کے معنی خوشبو اور اولاد کے ہیں۔

عسکری امثال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ولد ریحان ہے اور میرے ریحان حسن وحسین ہیں۔ محی السنۃ بغوی نے یعلی سے روایت کی کہ امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما دوڑتے نبی کریم ﷺ کی طرف آئے تو نبی کریم ﷺ نے ایک کو بغل میں لیا اس کے بعد دوسرے کو بغل میں لیا اور فرمایا یہ دونوں دنیا سے میرے بیٹے ہیں جو شخص مجھے دوست رکھتا ہے ان کو دوست رکھے۔

ترمذی وطبرانی نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں ایک رات کسی کام کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اوپر کپڑا اوڑھا ہوا تھا اور اس میں کوئی چیز تھی مگر مجھ کو معلوم نہ تھا جس وقت میں اپنے کام سے فارغ ہوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کپڑے میں کیا چیز ہے تو آنحضرت ﷺ نے کپڑے کو اٹھایا تو میں نے دیکھا حسن وحسین رضی اللہ عنہما حضور علیہ السلام کی کمر مبارک پر سوار ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

اے اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو لوگ ان کو دوست رکھیں ان کو بھی دوست رکھ۔ ترمذی نے براء بن عازب سے روایت کی کہ

رسول پاک ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور دعا فرمائی۔ الٰہی میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ۔

ابن شیبہ نے اور۔ طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ میں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور دشمن رکھ ہر اس شخص کو جوان کو دشمن رکھے نیز طبرانی نے کتاب مذکور میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ کو دوست رکھے حسن حسین کو بھی دوست رکھے۔

امام احمد۔ ابن ماجہ۔ حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے حسنین کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

نیز طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا جو شخص امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا دوستدار ہے میں اس کا دوست دار ہوں اور جس کا میں دوست دار ہوں اس کا خدا بھی دوست دار ہے اور جس کا خدا دوست دار ہے اس کو خدا تعالیٰ بہشت میں داخل کرے گا۔ جو حسنین کو دشمن رکھے اور ان سے بغاوت کرے میں اس کا دشمن ہوں اور جس کا میں دشمن ہوں اس کا خدا بھی دشمن ہے اور جس کا خدا دشمن ہے اس کو خدا دوزخ میں داخل کرے گا اور دائمی عذاب اس کو نصیب ہوگا۔ مخفی نہ رہے ان احادیث میں صراحت ہے کہ یزید پلید اور اس کے اعوان و انصار کہ جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ان کی جگہ دوزخ میں ہے۔

امام احمد۔ ترمذی اور حاکم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے

حضرت عمر فاروق اور حضرت علی و حضرت جابر و ابو ہریرہ و اسامہ بن زید و براء بن عازب رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور ابن عدی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے عائشہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور ابن الاخضر نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حسن و حسین اہل بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ طبرانی نے اسامہ بن زید سے اس طرح روایت کی اور یہ الفاظ زیادہ روایت کیے کہ بار الٰہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی کہ اس روایت میں حدیث مذکور پر یہ الفاظ اور زیادہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حسنین کو دوست رکھے میں بھی اس کو دوست رکھتا ہوں اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے وہ مجھ کو دشمن رکھتا ہے۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہ ہر نبی کی اولاد نبی ہوئی ہے سوائے میرے۔ اور میرے دونوں بیٹے جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ سوائے پسران خالہ کے کہ یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی ہر نبی کی اولاد نبی ہوئی مگر میری اولاد۔ اگر نبی ہوتی تو ختم نبوت کے منافی تھا لہذا میرے لڑکے تمام جوانان بہشت کے سردار ہیں باوجودیکہ نبی نہیں ہیں۔

ابن عساکر اور ابن نجار حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا حسن و حسین کو برامت کہو کیونکہ وہ اہل بہشت کے اولین و آخرین کے سردار ہیں اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبریل نے مجھ کو بشارت دی کہ حسن و حسین عرش کے دو گوشوارہ ہیں اور کسی چیز سے معلق ہیں ابن

عسا کر نے ابان وانس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص مجلس میں کسی کے لیے قیام تعظیمی نہ کرے سوائے حسن وحسین اوران کی اولاد کے۔

اسلاف کا تعظیم آل رسول ﷺ

قاضی شہاب الدین دولت آبادی صاحب تفسیر بحرالمواج نے رسالہ مناقب السادات میں لکھا اور کچھ حدیثیں اس رسالہ کے مقدمہ میں گزری ہیں رسالہ کے ایک باب میں متعلقہ تعظیم و قیام اولاد رسول اللہ ﷺ اور مناقب امام اعظم ابوحنیفہ کوفی میں شیخ ابوسعید ماتریدی دونوں حضرات اس روایت کو لائے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سادات کی تعظیم اور توقیر میں بہت مبالغہ کیا کرتے تھے کہتے ہیں ایک دن ایک مجلس میں آپ کئی دفعہ اٹھے اور کئی دفعہ بیٹھے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور بار بار اٹھنے اور بیٹھنے کا کیا سبب ہے تو آپ نے فرمایا جو بچے کھیل رہے ہیں ان میں ایک علوی لڑکا ہے جس وقت میں اس کو دیکھتا ہوں تو اس کی تعظیم اور احترام کے لیے اٹھتا ہوں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں اپنے والد ماجد شیخ سیف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر کے حالات لائے ہیں یعنی شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ طالبعلموں میں درس و تدریس میں مصروف تھے جس وقت سادات کے اطفال کھیلتے ہوئے آپ کے قریب آتے تو جب تک وہ کھیلتے رہتے تو آپ کھڑے رہتے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ امان کو کیا مجال ہے کہ اولاد رسول پاک ﷺ کھڑی ہو اور امان بیٹھا رہے۔

طبرانی نے معجم کبیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت بہشتی بہشت میں داخل ہو جائیں گے بہشت جناب الٰہی میں عرض کرے گی۔ یارب تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ دوستوں سے تجھ کو میں زینت دوں گا حق جل وعلیٰ فرمائے گا آیا حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے میں نے تجھ کو زینت نہیں دی اس وقت جنت نازکیساتھ دلہن کی طرح خرام کرے گی۔

طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مع امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مرض الموت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا نبی اللہ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں ان کو کچھ ورثہ عطا فرمایئے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا حسن کیلئے ہیبت اور سیادت اور حسین کیلئے میری جرأت وسخاوت وراثت ہو۔

ابن عساکر وغیرہ نے روایت کی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹوں کو لا کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کچھ ان کو عطا فرمائیں تو آپ نے فرمایا حسن کو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین کو میں نے اپنی غیرت وشجاعت عطا کی ان دونوں حدیثوں میں اشعار ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی میراث صفات کمال انسان تھی اس کو حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو ارثاً عطا فرمایا ورنہ متاع دنیاوی سے کچھ عطا فرماتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باغ فدک کے مطالبہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سنائی اور دوسرے صحابہ کرام نے گواہی دی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم نبیوں کا گروہ نہ کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے اس طرح صاحب کلینی (شیعہ) مع دو زیادہ الفاظ کیساتھ اپنی کتاب میں لایا کہ نہ ہم درہم و دینار کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی

ہمارے درہم و دینار کا وارث ہوتا ہے تو اعتراض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضول ہے۔

امام احمد۔ ابوداؤد۔ ابن عساکر مقدام بن معدیکرب سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے۔

خطیرہ والا واقعہ

ابن الاخضر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی حاضر خدمت ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کس لیے روتی ہو عرض کی یا رسول اللہ حسنین گھر میں موجود نہیں معلوم نہیں کہ کہاں گئے ہیں۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا میں تیرے قربان گریہ مت کر خداوند تعالیٰ حسنین کے حال پر رحیم ہے اور اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی یا اللہ اگر حسنین جنگل میں ہیں ان کی محافظت فرما اور اگر دریا میں ہیں ان کو سلامت رکھ ناگہاں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ غم و حزن نہ فرمائیں حسنین دین و دنیا میں بزرگ ہیں۔ ان کا باپ ان سے بہتر ہے حسنین خطیرہ بن نجار میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کی حفاظت کے لیے بھیجا ہے جو کہ ان کی نگہبانی کر رہا ہے خطیرہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس کو لکڑیوں سے چار پایوں اور بیلوں کے لیے احاطہ بنالیا جائے۔ قبرستان اور اترنے کی جگہ کو بھی خطیرہ کہتے ہیں۔

جمع الجوامع میں ایسا ہی لکھا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ خطیرہ مذکورہ میں تشریف لے گئے اور ہم بھی حضور کے ساتھ تھے ہم نے دیکھا کہ فرشتہ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اپنے گلے سے لگایا ہوا ہے اور اپنے پر سے ان پر سایہ کیا ہوا ہے تو آنحضرت ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے گلے سے لگایا اور فرشتہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی بغل میں لیا جب لوگ اس حال کو دیکھتے تھے تو ابوبکر وابوایوب رضی اللہ عنہما نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایک لڑکے کو ہم اٹھالیتے ہیں تاکہ آپ کو تکلیف نہ ہو۔

آپ نے فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ حسنین دنیا وآخرت میں بزرگ ہیں اور ان کا نانا ان سے بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں بزرگی دیتا ہوں ان کو ایسی چیز کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بزرگی دی ہے اور خطبہ بیان فرمایا کہ اے مردمان میں تم کو خبر دیتا ہوں بہترین مردوں سے از روئے جد وجدہ کے حاضرین نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایا بہترین مردمان حسن وحسین ہیں۔

نانا ان کا رسول خدا ہے اور نانی ان کی خدیجہ بنت خویلد ہے اور آگاہ ہو جاؤ اے مردمان میں تم کو خبر دیتا ہوں بہترین آدمیوں سے از روئے پدر ومادر حاضرین نے عرض کی ہاں یارسول ﷺ تو آپ نے فرمایا حسن وحسین رضی اللہ عنہما ان کا باپ علی بن ابوطالب ہے اور ماں ان کی فاطمہ بنت محمد رسول ﷺ ہے۔

پھر فرمایا میں خبر دیتا ہوں تم کو بہترین خلائق سے از روئے عم وعمہ کے لوگوں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا وہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں کہ چچا ان کا جعفر بن ابی طالب ہے اور پھوپھی ان کی امہانی بنت ابی طالب ہے۔

پھر فرمایا میں تم کو خبر دیتا ہوں بہترین آدمیوں کے از روئے خال وخالہ کے لوگوں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا وہ حسن حسین رضی اللہ عنہما ہیں کہ ماموں ان کا قاسم بن رسول خدا ہے اور خالہ ان کی زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہے اور آگاہ ہو جاؤ باپ ان کا جنتی ہے اور ماں ان کی جنتی ہے۔ نانی ان کی جنتی ہے۔ چچا۔ پھوپھی ان کی جنتی ہے۔ ماموں وخالہ ان کی جنتی ہے۔ وہ خود جنتی ہیں تو جو شخص ان کو دوست رکھے وہ بھی جنتی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

اس طرح طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کی بوجہ اختصار وہ روائتیں نہیں لکھیں پوشیدہ نہ رہے کیفیات مذکورہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما بے شک وشبہ بہترین خلائق وافضل ترین مخلوق ہیں لیکن اہل سنت کے نزدیک ابوبکر وعمر افضل بعد الانبیاء علیہم السلام ہیں۔

اصحاب رسول ﷺ سے محبت

نیز جس طرح آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کی محبت فرض ہے آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی بھی محبت فرض ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ

اَحَبَّهُمْ فَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ فَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ فَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ فَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ ۔میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ طعن نہ بناؤ تو جو ان کو دوست رکھتا ہے بسبب میری دوستی کے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے بسبب میرے بغض کے ان سے بغض رکھتا ہے جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے خدا تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے۔

دیگر احادیث و آیات کلام اللہ۔ صحابہ کرام کے حق میں اسقدر وارد ہوئی ہیں کہ ان سے صراحتہً ثابت ہوتا ہے کہ عداوت ان کی سبب نار ہے اور جاننا چاہیے کہ محبت اہلبیت بغیر محبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیکار ہے اس لیے کہ اہل بیت کے حق میں وارد ہوا کہ مثال اہل بیت کی کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو شخص اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس شخص نے تخلف کیا وہ غرق ہوا اور صحابہ کرام کے حق میں وارد ہوا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کسی نے ان کی اقتداء کی اس نے راہ پائی پس کشتی محبت اہل بیت ستاروں کی رہ نمائی کے بغیر بحر ایمان میں نہیں ہو سکتی خصوصا رات میں بغیر ہدایت نجوم ساحل مراد پر پہنچ نہیں سکتی۔

افضل البشر بعد الانبیاء علیہم السلام

اسی طرح لطائف میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ افضل البشر بعد رسول اللہ ﷺ کے چار یار باصفا ہیں ان کے بعد عشرہ مبشرہ ہیں جن میں

چاروں خلفاء شامل ہیں ان کے بعد افضل اہل بدر ہیں اور وہ تین سو تیرہ ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (حدیث قدسی) اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ ۔ترجمہ: جو چاہو کرو میں نے بلاشبہ تم کو بخش دیا ان کے بعد جنگ احد والے افضل ہیں کہ یہ جنگ ہجرت کے چوتھے سال ہوئی اور اہل اسلام کو سختی پہنچی اور آنحضرت ﷺ کے دندان مبارک پیشن جھڑے اور سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے صحابہ کرام میں سے ستر آدمی شہید ہوئے ان کے بعد افضل بیعت رضوان والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی سے ان کو خبر دی اور فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ (الفتح:۱۰) ترجمہ: بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر اور اسی سورت کے دوسرے مقام پر فرمایا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (الفتح:۱۸) ترجمہ: البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ مومنین سے جب کہ درخت کے نیچے وہ آپ سے بیعت کرتے تھے تو جان لیا اللہ تعالیٰ نے جو ان کے دلوں میں ہے۔

بیعت رضوان والے تیرہ سو اور چند نفر ہیں جن میں خلفائے اربعہ وعشرہ مبشرہ و بدری احدی داخل ہیں ان کے بعد عامہ صحابہ افضل ہیں اسی طرح کتب عقائد میں سلف اور علماء و مشائخ سے منقول ہے اور تمام کتب اسی عقیدہ سے مالا مال ہیں چونکہ یہ مقام اس مقصد کا مقتضی نہیں ہے پھر اصل مقصد پر آ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت

ابو السعید السلمان نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب مدائن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چمڑے کا فرش مسجد میں بچھوایا اس کے بعد حسن بن علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اے امیر المومنین جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا کیں اس میں سے ہمارا حق ہمیں دو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار درہم امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیئے اور اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے آپ نے بھی اسی طرح فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار درہم امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیئے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانچ سو درہم دیئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین میں جوان آدمی تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں جہاد کرتا تھا اس وقت حسن وحسین رضی اللہ عنہما مدینہ کی گلیوں میں پھرتے تھے یعنی چھوٹے تھے اور کھیلتے تھے ان کو آپ نے ہزار درہم دیئے ہیں اور مجھ کو آپ نے پانچ سو درہم دیئے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بیٹے تو بھی اپنا باپ۔ ماں۔ نانا۔ نانی۔ چچا۔ پھوپھی۔ ماموں اور خالہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرح لا تو تجھ کو بھی میں ایک ہزار درہم دوں گا اس لیے کہ باپ ان کا علی۔ ماں ان کی فاطمہ۔ نانا ان کے رسول خدا ﷺ نانی حضرت خدیجہ الکبریٰ اور چچا ان کا جعفر طیار۔ پھوپھی ان کی ام ہانی۔ ماموں ان کے ابراہیم وقاسم۔ خالہ ان کی رقیہ وام کلثوم دختران سرور کائنات ﷺ ہیں اس کے بعد

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

یہ خبر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فرمایا میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ عمر اہل جنت کا چراغ ہے جب یہ حکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنی تو ایک جماعت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر گئے اور دستک دی حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی تو نے سنا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے میرے حق میں فرمایا ہے کہ عمر اہل جنت کا چراغ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی یہ حدیث اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے دو پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو لکھا جس کا ترجمہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم علی بن ابی طالب ضامن ہوا عمر بن خطاب کا اور لکھ کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ جبرائیل نے خدائے تعالیٰ کی طرف سے مجھے خبر دی کہ عمر چراغ اہل جنت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نوشتہ کو علی مرتضیٰ سے لیا اور اپنی اولاد کو دیا اور وصیت فرمائی کہ جس وقت میں مروں بعد غسل و تکفین اس کاغذ کو میرے کفن میں رکھیں تا کہ اللہ تعالیٰ سے میں اس نوشتہ کے ساتھ ملاقات کروں تو جس وقت آپ شہید ہوئے تو آپ کی وصیت کے موافق اس کاغذ کو کفن میں رکھا گیا۔

پوشیدہ نہ رہے اس روایت سے تفضیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ثابت ہوئی لیکن بجہت قرابت آنحضرت ﷺ و بجہت ابوت حسنین رضی اللہ عنہم نہ دوسری جہات سے اس کے علاوہ ان دونوں حضرات میں اسقدر علاقہ قوی تھا کہ ایک اپنے پر دوسرے کو فضیلت دیتا تھا۔

فضیلت شیخین رضی اللہ عنہما

شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل ایمان میں محمد بن حنفیہ سے نقل کیا جو بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ سرکار مدینہ ﷺ کے بعد تمام آدمیوں میں کون افضل ہے۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق اکبر ہے اس کے بعد عمر فاروق ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص ہے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اے امیر اس کے بعد آپ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔ صواق محرقہ کے ترجمہ میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا حسن و حسین بہشت کے ناموں میں نام ہیں عرب میں زمانہ جاہلیت میں یہ دو نام کسی شخص کے نہیں رکھے گئے۔

تہذیب التہذیب میں جریر بن عثمان سے روایت کی انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ زبان سے حسنین کے لب کو چوستے تھے جس دہان ولب کو رسول خدا ﷺ نے چوسا ہو اس کو عذاب نہیں۔ امام شافعی نے کیا خوب فرمایا

یٰـآلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ
فَرْضٌ مِنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ
یَکْفِیْکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّکُمْ
مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَاصَلٰوۃَ لَہٗ

(از دیوان غین السف ص ۱۵۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: اے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے خاص ہے
اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ تمہارے بلند مرتبہ سے یہ
مقام ہے کہ جو شخص نماز میں تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی۔

چونکہ درود شریف نماز میں امام شافعی کے نزدیک فرض ہے تو جو شخص نماز میں درود شریف نہ پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ نماز کا فرض رہ گیا اور ہمارے نزدیک نماز میں درود شریف پڑھنا سنت ہے اور کسی نے خوب کہا ہے۔

ترجمہ: اے میرے دوست میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اگر تو خیر میں رغبت کرنے
والا ہے قریب ہو جا پھر سن تو وصیت میری جب غالب ہو تجھ پر سختی اور
تکلیف۔ توسل کر ان بزرگوں سے جن کا نام میں نے اپنے وسیلہ میں لیا
ہے۔ وہ بزرگ اور بہتر آل محمد ہیں۔

فریاد چاہی جاتی ہے ان سے خوفناک امور میں۔ آگاہ ہو جا اور سن تو جو میں تجھ سے کہتا ہوں نصیحت۔ اے میرے چھوٹے بھائی میری نصیحت کو قبول کر۔

☆☆☆

باب: دوم

فصل اول: ولادت حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ماہ رمضان المبارک کی پندرھویں (۱۵) ۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بعض مؤرخین کے نزدیک پانچ شعبان کو پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک آپ کی ولادت ۴ھ یا ۵ھ میں واقع ہوئی۔ لیکن اول صحیح ہے امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی و فاطمہ کی اول اولاد ہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت امام حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اسماء بنت عمیس اور ام ایمنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تا کہ آپ آیت الکرسی و معوذتین پڑھیں فصول المہمہ میں ہے کہ اسماء و ام سلمہ کو بھیجا اور فرمایا جس وقت بچہ پیدا ہو کوئی دوسرا کام نہ کریں اور اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیں تا کہ میں آؤں تو مذکورہ عورتوں نے بوقت ولادت امام حسن حسب الارشاد عمل کیا اور آنحضرت ﷺ کو خبر دی۔

حضور ﷺ تشریف لائے خوش ہوئے اور یہ دعا پڑھی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِوْذُبِكَ وَلَدَہٗ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ حضرت اسماء سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں فاطمہ کے پاس گئی امام حسن کی ولادت کے وقت لیکن عورتوں کو جو خون ولادت کے وقت آتا ہے میں نے نہ دیکھا۔ بعد میں۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے فاطمہ کا حیض و نفاس نہیں

دیکھا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میری لڑکی پاک کی گئی ہے اس کو حیض و نفاس نہیں ہے (تنبیہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حیض و نفاس نہ تھا اس بنا پر آپ کو زہرہ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ امام حسن و عیسیٰ علیہ السلام و زکریا و یحییٰ علیھما السلام چھ ماہ میں پیدا ہوئے ہیں اس لیے اہل شریعت نے اول مدت حمل چھ ماہ کی رکھی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حسن پیدا ہوئے میں نے ان کا نام حرب رکھا جب حضور ﷺ تشریف لائے فرمایا میرے بیٹے کو دکھاؤ فرمایا میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے میں نے عرض کیا حضور اس کا نام میں نے حرب رکھا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کا نام حسن رکھا اس طرح امام حسن اور حسین کے نام تبدیل فرمائے اور حرب کے بدلے حسین و محسن نام رکھے۔

بہت سے محدثین نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹوں کا ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھا ہے کہ شبر و شبیر مبشر ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام تھے۔ شبر امام حسن کا نام و شبیر امام حسین کا نام اور مبشر محسن کا نام ہے دار قطنی میں بھی اس طرح ہے۔ قاموس میں ہے کہ شبر کیعم و شبیر کقمیر و مبشر کمحدث حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام ہیں اور ان کے ناموں پر آنحضرت ﷺ نے حسن و حسین و محسن کے نام رکھے حضرت اسماء سے روایت ہے کہ میں فاطمہ کے نزدیک حسن کو لائی اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے تو آپ نے مجھ کو فرمایا کہ میرے فرزند کو لاؤ میں امام حسن کو زرد کپڑے میں لپیٹ کر لائی۔ آنحضرت ﷺ کو دیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کپڑے کو دور کیا اور مجھے فرمایا کیا میں نے منع نہیں فرمایا کہ زرد کپڑے میں بچہ کو مت لپیٹو اس کے بعد میں نے سفید

کپڑے میں امام حسن کو لپیٹ کر رسول خدا ﷺ کو دیا آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور میں نام رکھنے میں آپ پر کیسے سبقت کرتا یعنی مجھ کو مناسب نہ تھا تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا میں بھی نام رکھنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر سبقت نہیں کروں گا تو ناگہانی حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خدائے عزوجل بعد سلام فرماتا ہے کہ آپ نے علی کو بمنزلہ ہارون کے فرمایا ہے تو پسران علی کا نام بھی ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہارون علیہ السلام کے لڑکوں کا کیا نام ہے تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ نام اس کا شبر ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری زبان عربی ہے شبر کا ترجمہ عربی میں کرو جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ حسن نام رکھیئے اس طرح آپ کا نام حسن رکھا گیا۔ ایک سال بعد امام حسین تولد پیدا ہوئے ان کا نام شبیر یعنی حسین رکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ نام حسن کا پہلے حمزہ رکھا تھا اور حسین پیدا ہوئے تو ان کا نام جعفر رکھا تھا سرور عالم ﷺ نے فرمایا مجھ کو حکم ہوا ہے کہ نام ان دونوں بیٹوں کا بدل کر حسن و حسین رکھوں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن کا نام امام حسین کی ولادت تک حمزہ تھا اس کے بعد بدلا ہے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ یہ دونوں نام

حسن وحسین اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھے تھے اور کسی سے بیان نہیں کیے تھے یہاں تک کہ رسول خدا ﷺ نے ان کے یہ نام رکھے۔

حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ عقیقہ وختنہ حسنین کا ولادت سے ساتویں دن ہوا دو مینڈے ذبح کیے آنحضرت ﷺ نے ایک ران دایہ کو دلوائی۔ ایسا ہی نسائی شریف میں دو مینڈھوں سے عقیقہ کرنا منقول ہے۔ واللہ اعلم

فصول المہمہ میں ہے کہ جب ولادت حسن رضی اللہ عنہ کے سات روز ہوئے آنحضرت ﷺ تشریف لائے فرمایا مولود کا نام کیا رکھا ہے عرض کی گئی کہ بچہ کا نام ہم نے حرب رکھا ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا نام حسن ہے بعد اس کے آنحضرت ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ بنفس نفیس ایک مینڈھے سے کیا اور حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ حسن کے سر کے بال تراشیں اور بقدر ان کے وزن چاندی صدقہ کریں اسی سبب سے بچے کے سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا سنت ہے۔

فصل: آپ کی کنیت اور لقب کے بیان میں

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو فضیلت از روئے نسب کے حسنین کو حاصل ہے کسی دوسرے کو نہیں نسب آپ کا اظہر من الشمس ہے۔ کنیت آپ کی ابو محمد ہے۔ القاب آپ کے نقی۔ تقی۔ زکی۔ طیب۔ سبط۔ ولی اور اکثر واشہر القاب سید ہے جیسا کہ آپ کی فضیلت کی احادیث میں آئے گا لیکن جمال وحسن آپ کا وہ ہے کہ روایت کیا حضرت انس بن مالک نے کہ کوئی شخص مشابہ تر آنحضرت ﷺ سے سوائے امام حسن کے نہ تھا۔

حسنین رضی اللہ عنہما کی رسول اکرم ﷺ سے مشابہت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ سر سے سینہ تک رسول خدا ﷺ کے مشابہ تھے اور حسین سینہ سے نیچے پاؤں تک رسول خدا ﷺ کے مشابہ تھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں آپ کے بارہ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد جو شخص آپ کو خواب میں دیکھنا بیان کرتا اور زندگی میں اس نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا نہ ہوتا۔ جب خواب میں دیکھنا رسول خدا ﷺ کا بیان کرتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشبیہ جمال جہاں آرا سے سوال کرتے اگر وہ شخص امام حسن رضی اللہ عنہ سے مشابہت بیان کرتا تو یقین کر لیتے ورنہ یقین نہ کرتے۔

بخاری شریف میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کر مسجد سے باہر نکلے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بچوں میں کھیل رہے ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا یہ لڑکا حضور ﷺ کے مشابہ ہے اور اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے مشابہ نہیں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تبسم فرماتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حلیہ

حلیہ آپ کا سفید رنگ سرخی مائل۔ آنکھیں سخت سیاہ (سیاہ آنکھیں حُسن کی خوبی کو دوبالا کرتی ہیں) رخسارہ شریف نرم و نازک۔ سینہ مبارک سے زیر ناف باریک خط بالوں کا تھا اس کو دقیق السرہ کہتے ہیں۔ ریش مبارک آپ کی گھنی تھی۔ سر مبارک کے بال مونڈھوں تک تھے۔ گردن مبارک گویا چاندی کی صراحی تھی آپ کے اعضاء

کے بند لمبے تھے۔ سینہ شریف فراخ تھا اور قد مبارک آپ کا نہ زیادہ لمبا تھا نہ چھوٹا تھا آپ کے جمال میں نمکینی تھی۔ چہرہ مبارک آپ کا خوبصورت تھا۔ بدن مبارک آپ کا نیک اور موضوع تھا۔ بالوں کو آپ وسمہ سے خضاب (خضاب وسمہ اور مہندی ملا کر کرتے ہوں گے کیونکہ سیاہ خضاب کی حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ مترجم) بال آپ کے پیچیدہ تھے نقش آپ کی آنگوٹھی کا العزۃ للہ وحدہٗ تھا۔

(فصل آپ کے بارے میں جو مختص حدیثیں وارد ہوئی ہیں)

فصول المہمہ میں حافظ عبدالعزیز سے روایت ہے کہ سفیان بن الحارث الثقفی کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا اس حال میں کہ حسن آپ کے پہلو میں تھے اور کبھی امام حسن آدمیوں کی طرف جاتے تھے اور کبھی رسول خدا ﷺ کی طرف جیسا کہ بچوں کی عادت ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ بیشک میرا بیٹا سید ہے اور شاید کہ خدا تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے صحیح بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ براء بن عازب سے راویت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ امام حسن آپ کے دوش مبارک پر تھے اور آپ یہ فرمارہے تھے بارالٰہ میں اس بچہ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔

ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ امام حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے لڑکے تو اچھی سواری پر سوار ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بچہ بھی اچھا سوار ہے۔

حافظ ابونعیم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیں نماز پڑھا رہے تھے تو آنحضرت ﷺ جبکہ سجدہ میں تھے امام حسن رضی اللہ عنہ بچپن کی حالت کی وجہ سے آپ کی پشت پر سوار ہو گئے اور آپ کی گردن تک پہنچ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو آہستگی سے اتارا۔ جب رسول خدا ﷺ نماز سے فارغ ہوئے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ برتاؤ نماز میں آپ امام حسن سے کرتے ہیں دوسروں سے نہیں کرتے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ریحان ہے (پھول) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ صلح کرائے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں اس کے سبب سے

بخاری۔ مسلم۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں ایک دن آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھا اور ہم نے راستہ میں کوئی بات چیت نہیں کی یہاں تک کہ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف لوٹے اور فرمایا لڑکا کہاں ہے، ہم نے گمان کیا کہ حسن کو اس کی ماں نے غسل اور لباس پہنانے کے لیے ان سے روکا ہے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حسن آئے اور حضور ﷺ کی گردن سے لپٹ گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدایا میں اس لڑکے کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور جو شخص اس کو دوست رکھے اس کو بھی میں دوست رکھتا ہوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس دن سے سوائے امام حسن رضی اللہ عنہ کے کوئی شخص زیادہ محبوب نہیں ہے۔

امام احمد۔ نسائی۔ بغوی۔ طبرانی۔ حاکم و بیہقی نے عبداللہ بن شداد بن الہاد

سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب یا نماز عشاء کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔امام حسن رضی اللہ عنہ ہمراہ تھے تو آپ امام حسن کو بٹھا کر نماز میں مشغول ہو گئے تو آنخضرت ﷺ نے سجدہ دراز کیا راوی کا باپ کہتا ہے کہ جب دیر ہو گئی تو میں نے اپنے سر کو سجدہ سے اٹھایا میں نے دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی پشت پر سوار ہیں تو میں بھی سجدہ میں چلا گیا جب نماز ختم ہو گئی لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے لمبا سجدہ کیا ہمیں گمان ہوا کہ کون سا امر پیدا ہوا یا کہ وحی آ گئی۔آپ نے فرمایا دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز نہ تھی بلکہ حسن رضی اللہ عنہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا تو میں نے اس کے جلدی اترنے کو مکروہ جانا جب تک وہ اپنی خوشی سے طبیعت سیر ہو کر نہ اترے۔

ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے لوگو حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اسقدر بزرگی عطا فرمائی ہے کہ کسی دوسرے کو اولاد آدم سے عطا نہیں فرمائی مگر یوسف بن یعقوب بن اسحاق علیہ السلام کو اور ابو یعلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص بہشت کے جوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہے وہ حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

ابن سعد نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ آنخضرت ﷺ اپنی زبان امام حسن رضی اللہ عنہ کو دکھاتے تھے امام حسن رضی اللہ عنہ جب زبان کی سرخی کو دیکھتے تھے خوشی سے اس طرف دوڑتے تھے۔

ابن سعد نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم ﷺ کے مشابہ تر اور محبوب تر حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے۔آنخضرت ﷺ کی سجدہ کی

حالت میں امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے تو حضور ﷺ ان کو خود نہیں اتارتے تھے تاوقتیکہ وہ خود نہ اترتے راوی کہتا ہے کہ میں نے خود دیکھا رسول خدا ﷺ کو کہ آپ جب نماز میں ہوتے تو رکوع کی حالت میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے پاؤں کشادہ کر دیتے تا کہ وہ ایک طرف سے آئیں اور دوسری طرف سے نکل جائیں۔

بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے اس لیے کہ میں ایک دن مسجد میں تھا اور رسول خدا ﷺ کاشانہ اقدس سے تشریف لائے اور بازار بنی قینقاع میں تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ پھر بازار سے لوٹ کر مسجد میں آ گئے اور بیٹھ گئے پھر فرمایا میرے بیٹے کو بلاؤ اس کے بعد حسن بن علی رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے آنحضرت ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے تو آنحضرت ﷺ اپنی زبان امام حسن کے منہ میں دیتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ اور میں اس شخص کو دوست رکھتا ہوں جو اسے دوست رکھے یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی۔

حاکم نے محمد بن الاسود بن خلف سے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ امام حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لیتے تھے اور اس کے منہ کو چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ فرزند آدمی کو نامرد اور بخیل کر دیتا ہے یعنی بسبب فرزند کی محبت آدمی جان و مال کو عزیز رکھتا ہے۔

حاکم نے زبیر بن الاعمر سے روایت کی کہ ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ خطبہ فرما رہے تھے تو ایک شخص ازد اور شنوہ سے کھڑا ہوا۔ ازد اور شنوہ دو قبیلوں کے نام ہیں۔ شنوہ بڑا قبیلہ ہے اس شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں دیکھا میں نے رسول

خدا ﷺ کو کہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اس میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا اور آپ فرمارہے تھے کہ جو شخص مجھ کو دوست رکھے وہ حسن رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھے اور چاہیے کہ حاضر غائب کو یہ خبر پہنچا دے راوی نے کہا کہ اگر مجھے رسول کریم ﷺ کی بزرگی و عظمت گفتار شریف کا خیال نہ ہوتا تو یہ حدیث میں بیان نہ کرتا۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہمارے درمیان رسول خدا ﷺ سوئے ہوئے تھے حسن آپ کے سینہ پر سوار ہوئے اور سینہ مبارک پر بیٹھ گئے اور آپ کے سینہ مبارکہ پر بول کر دیا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو سینہ مبارک سے دور کرنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے انس چھوڑ میرے بیٹے کو اور میرے دل کے ثمرہ کو جس شخص نے ایذاء دی حسن رضی اللہ عنہ کو تحقیق اس نے مجھ کو ایذاء دی اور جس نے مجھ کو ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

تہذیب میں اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب آپ مجھ کو اور حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے کہ بار خدایا میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ معلوم ہوا کہ اسامہ حضرت زید کے بیٹے ہیں اور حضرت زید کو نبی کریم ﷺ نے بیٹا بنایا ہوا تھا۔

ان کا واقع اس طرح ہے کہ حکیم بن حزام برادر زادہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ملک شام میں بغرض تجارت گئے اور وہاں سے چند غلام خرید کر لائے تو حضرت خدیجہ ان کو مبارکباد دینے گئیں۔ حکیم نے کہا اے پھوپھی ان غلاموں میں سے جس کو چاہے پسند کر لے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید بن حارثہ کو پسند کیا اور اپنے گھر لے آئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید کو آنحضرت ﷺ کے سپرد کر دیا خواجہ کائنات ﷺ نے زید کو آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بیٹا بنالیا دوسری طرف زید کا باپ حارث اس کی جستجو میں دیار وامصار پھرتے تھے حتیٰ کہ مکہ شریف آپہنچے اور زید کے حالات دریافت کر کے زید کے پاس آپہنچے اور زید کے سر اور منہ کو چوما اور رونے لگے خواجہ عالم ﷺ نے جب باپ کا یہ عالم دیکھا تو زید سے فرمایا اے زید اگر یہاں رہنا چاہتے ہو تو رہو اگر باپ کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔ زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور میں تو آپ کی غلامی میں ہی رہنا چاہتا ہوں اگرچہ باپ کے پاس جا کر سرداری کروں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں آپ کی خدمت سے دور نہ رہوں۔

آنحضرت ﷺ زید کے بیٹے اسامہ کو دوست رکھتے محبت میں اور دعا میں امام حسن کے ساتھ شریک گردانتے۔ زید کو بھی بہت دوست رکھتے تھے یہاں تک کہ لوگ حضرت زید کو سرور کائنات ﷺ کا بیٹا کہنے لگے جب آیت کریمہ ادعوھم لاباءھم (الاحزاب:۵) ترجمہ: بلاؤ ان کو ان کے باپوں کے نام سے۔ زید بن حارث مشہور ہوئے علماء کو اختلاف ہے کہ حضور ﷺ پر اول کون ایمان لایا بعض نے کہا اول ایمان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعض نے کہا اول ایمان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لائیں۔ بعض کے نزدیک علی مرتضیٰ اور بعض کے نزدیک زید پہلے ایمان لائے۔ علمائے محققین نے فرمایا احتیاط یہ ہے کہ کہیں عورتوں میں سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ ایمان لائیں۔ بالغ آدمیوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور غلاموں میں سے زید بن حارثہ اول ایمان لائے رضی اللہ عنہم وعن کل اصحاب رسول اللہ اجمعین۔

فصل آپ کے دیگر احوال شریف

آپ رضی اللہ عنہ کی فطانت

جاننا چاہیے آپ کی فہم و ذکاء کی تعریف تفسیر واحدی میں مذکور ہے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں مدینہ کی مسجد میں آیا میں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک جماعت میں بیٹھا ہوا آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ بیان کر رہا تھا۔ میں نے اس محدث سے کہا کہ مجھ کو شاہد و مشہود کے معنی بتلا دو۔ اس محدث نے کہا کہ شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے اس کے بعد وہ شخص دوسرے کے پاس گیا جو اس مسجد میں وعظ کر رہا تھا اس سے کہا کہ مجھ کو شاہد و مشہود کے معنی بتلا کہ ان دونوں سے کیا مراد ہے۔ اس محدث نے کہا شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود قربانی کا دن۔ اس کے بعد ایک وجیہ جوان کے پاس گیا وہ بھی اس مسجد میں وعظ بیان کر رہا تھا میں اس کے پاس آیا اور شاہد مشہود کے معنی کا سوال کیا۔ اس جوان نے کہا اے سائل شاہد سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور مشہود سے مراد روز قیامت ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ خدا نے قرآن میں آنحضرت ﷺ سے خطاب فرمایا۔ ”یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا“ (الاحزاب:۴۵) ترجمہ: اے نبی ہم نے آپ کو شاہد خلائق اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث فرمایا نیز قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ“ (ہود:۱۰۳) ترجمہ: یعنی روز قیامت ایک دن ہے کہ جمع کئے جائیں

گے اس کے لیے آدمی اور ایک دن حاضر کیا ہوا ہے تو قرآن سے ثابت ہوا کہ شاہد حضور ﷺ ہیں اور مشہود قیامت کا دن ہے تو اس سائل نے تینوں آدمیوں کے بارہ میں دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ پہلے شخص سے جو تو نے سوال کیا تھا وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسرے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں تیسرے حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

بعض کتب میں روایت ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ غسل کر کے لباس فاخرہ پہن کر اور خوشبو لگا کر ثروت باہرہ ومحاسن وافرہ روئے جمیلہ وحسن حمیدہ وصفوت کے ساتھ ہمراہ خادمان سیر فرما رہے تھے۔ راستہ میں ایک یہودی مسکین ومحتاج ذلیل وخوار ہزاروں مصائب کے ساتھ دوچار اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ اے شہزادے ذرا توقف کر اور انصاف کر تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کس چیز میں تو انصاف چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ تیرے نانا جان نے فرمایا ہے "اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ" ترجمہ: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ تم مومن ہو اور اس ناز ونعمت میں زندگی بسر کر رہے ہو۔ میں کافر ہوں اور اس عذاب میں گرفتار ہوں تو یہ دنیا تمہارے لیے جنت ہے اور میرے لیے دوزخ ہے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا اے بوڑھے آدمی جو کچھ خدائے تعالیٰ نے ہمارے لیے دار آخرت میں ثواب ونعیم سے مہیا کیا ہے اس کو اگر تو دیکھے تو اس کی نسبت ہم کو اس حالت میں قید میں گمان کرے۔ اور جو کچھ تیرے لیے اور جمیع کافروں کے لیے عذاب آخرت سے وبال ونکال سے تیار کیا ہوا ہے بہ نسبت اس کے اپنے آپ کو اس جہان میں جنت میں شمار کر۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت

عبادت شریف آپ کی طاقت بشری سے زائد ہے چنانچہ ابو نعیم نے حلیہ میں محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ حج کیے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں بیس مرتبہ مدینہ منورہ سے کعبہ شریف پیادہ تشریف لے گئے۔ حاکم نے عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیادہ کیے اور سواریاں آپ کے آگے آگے چلتی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

آپ کی سخاوت کا حال اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ایک شخص دس ہزار درہم اللہ تعالیٰ سے مانگتا تھا تو امام حسن رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور دس ہزار درہم سائل کو بھجوا دیئے فصول المہمہ میں روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اپنی پریشانی اور فقر کا حال بیان کیا آنجناب نے فرمایا کہ تیرا سوال میں بڑا سمجھتا ہوں اور تیری معرفت بھی میرے ساتھ بڑی ہے اور مجھ کو تیرے لائق ادائیگی سوال کا مقدور نہیں ہے مگر تھوڑے کو قبول کر اور مجھ کو معذور جان۔ اس نے عرض کی کہ میں اس قلیل کو کثیر سمجھوں گا اور شکریہ بجالاؤں گا اور آپ کا مرھون منت رہوں گا تو آپ نے اپنے وکیل کو طلب کیا کہ جو کچھ فاضلات تیرے ذمہ ہے لا۔ وکیل پچاس ہزار درہم لایا اور آپ نے فرمایا پھر تیرے پاس پانچ سو درہم تھے وہ کہاں ہیں اس نے عرض کی کہ حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی لے آ۔ تو آپ نے تمام درہم اس سائل کو عطا فرمائے۔

نیز اسی کتاب مذکور میں ابوالحسن مدائینی سے روایت ہے کہ امام حسن و حسین

وعبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے راستہ میں ان کا زادراہ وراحلہ گم ہوا تشنگی وگرسنگی ان پر غالب ہوئی جب بھی انہوں نے ادھر ادھر نظر کی تو ناگہان ان کی نظر ایک خیمہ پر پڑی اس طرف روانہ ہوئے جب اس جگہ پہنچے تو ایک بڑھیا عورت پر نظر پڑی اس سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کونسی چیز پینے کے لائق ہے اس نے کہا کونے میں ایک بکری ہے اس کا دودھ پی سکتے ہو تو ان تینوں حضرات نے اس کا دودھ دوہ کر پیا بعدازاں اس بڑھیا سے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی چیز کھانے کے لیے بھی ہے۔ اس عورت نے کہا کہ بس یہی بکری ہے اگر تمہارا دل چاہے اس کو ذبح کر کے کھالو میں لکڑیاں بھی پکانے کے لیے دے دیتی ہوں تو ان تینوں حضرات نے اس بکری کے کباب کر کے کھائے اور سیراب ہوئے اور اس بڑھیا سے کہا کہ ہم قوم قریش سے ہیں اور مدینہ میں رہتے ہیں بیت اللہ کے حج کے لیے جارہے ہیں۔ اور ہم زندہ رہے اور صحیح سالم واپس آئے اور اپنے شہر گئے اور تجھ سے ملاقات ہوئی تو اس نعمت کا شکریہ بجالائیں گے۔ جب یہ تینوں حضرات چلے گئے اور اس عورت کا شوہر آیا اس نے کہا کہ میرے پاس تین آدمی قریش سے آئے تھے ان کے سوال کے مطابق میں نے بکری کو ذبح کر کے ان کو کھلا دیا شوہر ناراض ہوا اور اس نے کہا کہ تو ان کو جانتی پہنچانتی نہیں ہے ناحق تو نے بکری کو ذبح کیا اور تو نے کہاں سے جان لیا کہ وہ قریش ہیں چنانچہ یہ حضرات حج کر کے واپس مدینہ میں آگئے اور ایک مدت کے بعد اس عورت پر ایک حادثہ آیا اتفاقاً گذر اس کا مدینہ منورہ میں اس کوچہ میں ہوا جس میں امام حسن رضی اللہ عنہ رہتے تھے اور اپنے مکان کی چھت پر رونق افروز تھے آپ کی نظر جب اس عورت پر پڑی آپ نے اس کو پہچان لیا اور فرمایا اے

بڑھیا تو مجھ کو پہچانتی ہے اس نے کہا بخدا میں نہیں پہچانتی امام حسن رضی اللہ عنہ نے بکری ذبح کرنے کا قصہ مع سال و تاریخ کے اور ملاقات کو یاد دلایا اس نے کہا مجھے یاد نہیں ہے۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یاد ہے اور میں تجھ کو پہچانتا ہوں اور آپ نے اپنے غلام سے فرمایا ہزار بکری۔ ہزار درہم اس بڑھیا کو دے۔ اس کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اس بڑھیا کو لے گئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ہزار بکری اور ہزار درہم اس بڑھیا کو دیئے اور اس کو پہچان لیا اور اسی طرح عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی بڑھیا کو بکریاں اور درہم عطا فرمائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ احوال ائمہ اثنا عشریہ میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ روٹی تناول فرما رہے تھے کہ ایک سائل آیا آپ نے اس کو دو ہزار درہم عنایت فرمائے اور روٹی کی صلاح نہ کی وہ سائل ان درہموں کو لے کر چل دیا تو لوگوں نے کہا اے ابن رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کو دو ہزار درہم تو دے دئے لیکن طعام تک کی صلاح نہ کی تو آپ نے فرمایا بخدا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کھانا کھاتے وقت صلاح بھی کرتے ہیں تو میں ضرور اس کی صلاح کرتا۔

ابونعیم نے حلیہ میں شہاب بن ابی عامر سے روایت کی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اپنا مال راہ خدا میں لٹایا یہاں تک کہ نعلین میں سے ایک نعل راہ خدا میں تصدق کی اور ایک اپنے لیے رکھی نیز ابونعیم اور ابن مسعود نے علی بن جدعان سے روایت کی کے حسن رضی اللہ عنہ دو دفعہ اپنے مال کی مالکیت سے نکلے اور تین دفعہ اپنا مال راہ خدا میں فقراء پر تقسیم کیا یہاں تک کہ ایک نعلین راہ خدا میں دیتے تھے اور ایک

اپنے لیے رکھتے تھے۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بوجہ جود وسخا تنگ ہوئے اور جو ایک لاکھ درہم سالانہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقرر فرمایا ہوا تھا اس کے پہنچنے میں دیر ہو گئی تو آپ نے چاہا اس معاملہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھوں۔ آپ چند روز اسی سوچ بچار میں رہے تو ایک رات نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا نبی کریم ﷺ نے حال دریافت فرمایا آپ نے عرض کی کہ خیریت سے ہوں اور وظیفہ نہ پہنچنے کا شکوہ بیان کیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا تو چاہتا ہے کہ اپنی حاجت اپنے جیسے سے کہے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ فرمائیں میں اور کیا کروں آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاکَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لَا اَرْجُوَاَحَدًا غَیْرَکَ اَللّٰھُمَّ ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَعَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ بِمَا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم میرے پاس بھیج دیئے میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا تو آپ نے میرا حال

پوچھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ خیریت سے ہوں اور اپنا حال ڈیڑھ لاکھ درہموں کے بھیجنے کا بیان کیا تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے بیٹا یہ اللہ تعالیٰ سے امیدوار رہنے اور مخلوق سے ناامید ہونے کی وجہ ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما کو زہر دیا جانا

آپ کے اخلاق کے بارے میں فصول المہمہ وغیرہ میں لکھا ہے آپ کو چھ دفعہ زہر دیا گیا پانچ دفعہ زہر نے کچھ اثر نہ کیا۔ چھٹی دفعہ جب اثر کیا تو جگر کے ٹکڑے کٹ کر دستوں میں ظاہر ہوتے تھے جب آپ کی یہ حالت تھی تو امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے سرہانے بیٹھے اور عرض کرنے لگے اے برادر اگر آپ زہر دینے والوں کو پہنچانتے ہیں تو بتلائیں تاکہ میں انتقام لوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے برادر میرا باپ علی رضی اللہ عنہ چغلخور نہ تھا اور نہ میری والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چغلخور تھی۔ میرے نانا جان محمد مصطفیٰ ﷺ چغلخور نہ تھے۔ میری نانی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چغلخور نہ تھی اور ہم اہل بیت چغلخوری نہیں کرتے اگر قیامت کو خدائے عزوجل مجھ کو بخشے جب تک میں زہر دینے والے کو جنت میں نہ لیجاؤں خود جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔

ابن سعد نے عمر بن اسحاق سے روایت کی کہ مروان جس وقت عامل مدینہ ہوا امیر المؤمنین کو منبر پر ہر جمعہ کو برا کہتا تھا اور امام حسن رضی اللہ عنہ چپ رہتے تھے جواب نہیں دیتے تھے ایک دن کا واقعہ ہے کہ مروان نے ایک شخص کو امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور اس سے کہلوایا کہ اے حسن رضی اللہ عنہ میں تجھ کو خچر کی طرح پاتا

ہوں اگر اس سے پوچھیں تیرا باپ کون ہے تو وہ کہے گی میری ماں گھوڑی ہے اور اپنے باپ کا حال نہیں بتائے گی کہ گدھا ہے مراد اس کی یہ تھی کہ تیری ماں فاطمہ زہرہ ہے اس کی وجہ سے تجھ کو شرافت ہے اور باپ کی طرف سے شرافت نہیں ہے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے مروان کے بھیجے ہوئے آدمی سے کہا کہ اس سے جا کر کہہ میں تجھ کو برا کہنا نہیں چاہتا اس لیے کہ تجھ کو برا کہنا تیری برائیوں کے مٹنے کا سبب بنے گا اس کا انتقام میں خدا کے لیے چھوڑتا ہوں کہ وہ سخت انتقام لینے والا ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص ملک شام سے مدینہ میں آیا اس نے ایک شخص کو عمدہ گھوڑے پر سوار دیکھ کر دل میں کہا کہ میں نے اس سوار سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا میرا دل اس کی طرف راغب ہے تو لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہے وہ شخص کہتا ہے مجھ کو نام سنتے ہی غضب و حسد پیدا ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا اس طرح تزک واحتشام سے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے اس سوار سے پوچھا اے سوار تو حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہے حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں علی کا بیٹا ہوں یہ سنتے ہی اس آدمی نے جو شام سے آیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینی شروع کیں امام حسن رضی اللہ عنہ چپ رہے یہاں تک کہ وہ شخص شرمندہ ہوا تو جس وقت اس شخص نے کلام ختم کیا اور حسن ہنسے اور فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ تو ملک شام کا مسافر ہے تو اس شخص نے کہا میں شامی مسافر ہوں تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے ساتھ گھر چل تا کہ میں تیری مہمانی کروں اور تجھ کو بقدر ضرورت مال دوں اور تیری حاجتوں کو پورا کروں تو وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور آپ کے بےمثال اخلاق سے تعجب کیا اور آپ

کا ایسا دوست دار ہوا کہ بجز آپ کے کسی دوسرے کو دوست نہیں رکھتا تھا۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما کی کرامات

آپ کی بہت سی کرامات ہیں دو تین کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا جامی قدس سرہٗ نے شواہد النبوۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک رات امام حسن رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھے رسول خدا ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنی ماں کی خدمت میں جاؤ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دل میں سوچا کہ رسول خدا ﷺ کو ہمراہ لیجاؤں ناگاہ آسمان سے بجلی چمکی اس کی روشنی میں۔ میں اپنی ماں کے گھر پہنچ گیا نیز اسی کتاب میں ہے کہ آپ موسم حج میں پیادہ سفر کر رہے تھے مکہ کے راستے میں آپ کے پاؤں متورم ہو گئے آپ کے غلاموں میں سے ایک نے عرض کی کہ کاش آپ اتنی دیر سوار ہو جاتے کہ پاؤں مبارک کو آرام ہو جاتا آپ نے سوار ہونا قبول نہ کیا اور فرمایا جب تو منزل میں پہنچے گا تو ایک حبشی تیرے پاس آئے گا اس کے پاس روغن ہو گا اس سے روغن خرید لینا آپ کے غلام نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا کس منزل میں۔ میں نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا کہ اس کے پاس دوا ہو اس منزل میں کہاں ایسا شخص ہو گا آپ نے فرمایا اس منزل میں ایسا آدمی ضرور ہو گا جس کے پاس تیل ہو گا جب منزل میں پہنچے تو ایک حبشی آیا آپ نے فرمایا یہ وہ حبشی ہے جس کی بابت میں نے تجھ سے کہا تھا جا اس سے یہ روغن خرید اور قیمت اس کو دے دے جب وہ غلام اس حبشی کے پاس آیا اس سے روغن طلب کیا تو اس حبشی نے پوچھا کہ یہ روغن کس کے واسطے خرید رہا ہے غلام نے کہا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس نے کہا مجھ کو اس کے پاس لے چل کہ میں

اس کے غلاموں میں سے ہوں جب امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حبشی نے کہا میں آپ کے غلاموں میں سے ہوں قیمت نہیں لیتا ہوں لیکن میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے دعا کریں کے اللہ تعالیٰ مجھے صحیح الاعضاء لڑکا عطا کرے امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے گھر جا تیری خواہش کے موافق اللہ تعالیٰ نے تجھے لڑکا عطا فرمادیا ہے۔

جب وہ حبشی اپنے گھر آیا تو امام حسن کے فرمان کے موافق لڑکا پیدا ہوا موجود تھا۔ روایت ہے کہ آپ کے ہم سفر ابن زبیر تھے کہ خشک نخلستان میں آپ کا گذر ہوا امام حسن رضی اللہ عنہ کا بستر ایک کھجور کے درخت کے نیچے کیا گیا اور زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے لیے ایک دوسرے درخت کے نیچے بستر کیا گیا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر اس کھجور کے درخت کے کھجوریں لگی ہوتیں تو کیا خوب ہوتا میں کھاتا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کھجوریں کھانا چاہتے ہو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں امام حسن رضی اللہ عنہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور زیر لب کچھ پڑھا فی الحال ایک کھجور کا درخت سر سبز ہو گیا اس کے پتے اور پھل پیدا ہو گئے آپ کے ساتھ شتربان تھا اس نے کہا واللہ آپ نے جادو کر دیا ہے آپ نے فرمایا یہ جادو نہیں ہے دعا مستجاب ہو گئی ہے تو سب لوگ اس سرسبز درخت کے پاس پہنچے اس کے پھل توڑے سب نے کھائے۔

فصل آپ کے کلمات قدسیہ اور نصائح کے بیان میں

مفتاح النجا و فصول المہمہ میں منقول ہے۔ لوگوں نے بخل کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا بخل اس کو کہتے ہیں کہ آدمی جو کچھ خرچ کرے اس کو ضائع سمجھے اور جو کچھ جمع کیا ہے اس کو اچھا جانے۔ چپ رہنے کے متعلق آپ

سے لوگوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا بے زبانی وہ ہے کہ عیب کو چھپائیں اور ہنر کو
ظاہر کریں اور اس کے دوست امن میں اور اس کے ہمنشین راحت میں ہوں۔
فرمایا علم دوسروں کو سکھاؤ اور اپنے علم سے فائدہ اٹھاؤ جب تو ایسا کرے گا اپنے علم کی
حفاظت کرے گا۔ جس چیز کو نہیں جانتا جان جائے گا فرمایا میں نے حسد کنندہ مظلوم
سے زیادہ ظالم کسی کو نہ دیکھا اور فرمایا حُسنِ تقریر نصف علم ہے۔ فرمایا جو شخص عقلمند نہیں
وہ بے ادب ہے اور جو شخص ہمت نہیں رکھتا ہے بے مروت ہے۔ جو شخص دین نہیں رکھتا
وہ بے حیا ہے۔ فرمایا عقل کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی آدمی کے کیساتھ اچھے برتاؤ سے
زندگی گزارے اور عقل کا یہ بھی فائدہ ہے کہ انسان دینی و دنیوی فوائد حاصل کرے۔
جو شخص عقل سے محروم ہے وہ دونوں جہاں سے محروم ہے فرمایا کہ ہلاکت آدمیوں کو
تین چیزوں کی وجہ سے ایک کبر۔ دوم حرص۔ سوم حسد کبر دین کو تباہ کرتا ہے اسی وجہ سے
شیطان ملعون ہوا۔ حرص دشمن نفس ہے حرص کی وجہ سے آدم علیہ السلام بہشت سے
باہر آئے۔ حسد بدی کا رہنما ہے اس بنا پر قابیل نے ہابیل برادر خورد کو بے گناہ قتل کیا۔
حافظ ابو نعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے امام حسن
رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا اے میرے بیٹے جوانمردی کیا ہے تو آپ نے بیان کیا تنگی
میں ایثار کرنا اپنی ضرورت کو چھوڑ کر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے انصار کے اوصاف میں فرمایا (وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ) (الحشر۔۹) ترجمہ: انصار مہاجرین کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو
سخت حاجت ہو۔ اور آپ سے پوچھا گیا ملامت کیا ہے فرمایا ملامت جمع کرنا مال کا

ہے۔آپ سے نامردی کے بارے میں پوچھا فرمایا نامردی یہ ہے کہ خیرات کرے اپنے دوست پراور دشمن سے پرہیز کرے غنا کیا ہے فرمایا غنا یہ ہے خوشنود ہو آدم اس چیز سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقسوم کیا اگرچہ وہ مقسوم قلیل ہو۔ ذلت کے بارے میں فرمایا ذلت مصیبت میں جزع فزع کرنا ہے۔ حلم (بردباری) کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا غصہ کو پی جانا اور نفس پر قادر ہونا۔ سفاہت کے بارہ میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا اشراف آدمیوں کے ساتھ جھگڑا کرنا۔ آپ سے کلفت کے متعلق پوچھا جواب میں فرمایا کلام بے فائدہ اور بے معنی۔ شرف کے بارہ میں لوگوں نے آپ سے دریافت کیا فرمایا تنگی میں سخاوت کرنا اور کسی کے گناہ سے تجاوز کرنا۔ سیادت کے بارہ میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا افعال جمیلہ کا صدور اور افعال قبیحہ کا ترک نیز آپ سے پوچھا گیا کہ کمینہ کون ہے کہا جو شخص کہ پیروی کمینہ کی کرے اور ہمنشینی گمراہوں کی کرے اور اس میں اشعار ہے دنیا و اہل دنیا سے پرہیز کرے کہ یہ اصل میں کمینہ ہیں طالب دنیا لائق دوستی و ہمنشینی کے نہیں ہے۔ نیز اشعار ہے کہ اہل ہوا مثل خارجی و رافضی و دیگر فرقہ باطلہ کی صحبت سے پرہیز کرے کہ ان لوگوں کی صحبت آدمی کو دین سے باز رکھتی ہے۔ غفلت کے بارے میں فرمایا غفلت ترک مساجد و اطاعت مفاسد۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جواب باصواب بلا تامل دلائل ہیں آپ کی کمال فضیلت پر اور یہ کلمات جامع ہیں از قسم جوامع الکلم قلت الفاظ ہیں جو کہ متضمن ہیں فوائد دینی و دنیاوی۔ نیز عمر بن اسحاق سے روایت ہے کہ اس نے کہا کوئی شخص میرے نزدیک ایسا نہیں جب کہ وہ کلام کرے اور دل چاہے کہ وہ چپ کرے سوائے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے کہ ان کے چپ رہنے کو دل نہیں چاہتا

کہ وہ اپنے کلام کو ختم کریں اور آپ کی زبان سے کبھی فحش کلمہ سنا نہیں گیا۔

ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے درمیان آپس میں زمین کی بابت جھگڑا ہوا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک بات کہی عمر بن عثمان اس بات پر راضی نہ ہوئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس اس کے لیے کچھ نہیں مگر وہ مٹی کہ جو اس کے ناک پر ہے۔

ابن عساکر نے روایت کی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک غنا سے فقیری بہتر ہے اور صحت سے بیماری بہتر ہے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے کہ وہ اس طرح فرماتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں جو شخص اس چیز کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پسند کی ہے اختیار کرے اس نے اللہ تعالیٰ پر توکل وتکیہ نہ کیا۔

فصول المہمہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا آدمی کو چاہیے کہ کسی سے ملاقات نہ کرے مگر چار چیزوں کے لیے۔ اول: یہ کہ اس سے کوئی فائدہ دنیاوی کی توقع ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کے ظلم کا خوف ہو اور ملاقات کرنے سے امن میں رہے۔ تیسرے یہ کہ اس کی ملاقات سے برکت حاصل ہو مثل ملاقات علماء وفقراء کے چوتھے یہ کہ صلہ رحمی کے لیے ملاقات کرے جیسے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں سے ملتے ہیں بغیر ان چار وجہوں کے کسی سے ملاقات نہ کرے اور امام حسن نے فرمایا کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مجروح ہوئے میں آپ کے سرہانے بیٹھا اور میں نے جزع فزع کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے جان پدر کس لیے گھبرا رہے ہو میں نے عرض کی کہ میں کیوں نہ گھبراؤں جبکہ میں آپ کو ایسی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ جناب امیر

رضی اللہ عنہ نے فرمایا چار باتیں مجھ سے یاد کرلو کہ موجب فوز عظیم وفتوح ہیں فرمایا دولتمندی عقل سے بہتر نہیں۔ فقر مانند جہل نہیں اور کوئی چیز عجب سے زیادہ بدتر نہیں اور بہترین زندگی خلایق کے ساتھ حسن خلق سے پیش آنا ہے اور جاننا چاہیے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں از روئے زہد وسکینہ ووقار اور دیگر مفاخر کے کہ مناسب اہل بیت میں بہتر و بہتر آدمیوں سے تھے اور دوسروں کو بھی افعال حسنہ پر ترغیب دلاتے تھے اور افعال قبیحہ سے منع کرتے تھے جیسا کہ آپ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا مناہی سے باز ہو تا کہ عابد بنو اور اپنے مقسوم پر راضی رہو تا کہ دولت مند بنو اور ہمسایوں کیساتھ نیکی کرو تا کہ مسلمان ہو آدمیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جیسا اپنے ساتھ کرتے ہو تا کہ عادل بنو اور تم سے پہلے کتنے آدمی تھے جنہوں نے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں آخر چل بسے اور سب کچھ چھوڑ گئے اور قبروں میں دفن ہو گئے۔ نیز فرمایا کرتے تھے اے نادان جس وقت سے تو شکم مادر سے پیدا ہوا ہے اپنی عمر کو برباد کر رہا ہے ہر سانس کو غنیمت جان۔

آپ کی ازدواجی زندگی

آپ کے نکاح کے بارہ میں ابن سعد نے روایت کی جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے کہ حسن رضی اللہ عنہ عورتوں سے نکاح کرتے تھے اور طلاق دیتے تھے اس وجہ سے ہمیں خوف تھا کہ یہ امر قبائل میں عداوت کا سبب نہ بن جائے اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی عورتوں کو طلاق دے دیتے مگر جو عورت آپ سے جدا ہوئی وہ آپ کو محبوب ہی جانتی نیز اس

بارہ میں امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کثیر الطلاق تھے چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے فرماتے تھے کہ کوئی شخص امام حسن رضی اللہ عنہ سے اپنی لڑکی کا نکاح نہ کرے تو قبیلہ ہمدان سے ایک شخص بولا خدا کی قسم ہم اپنی لڑکیوں کا نکاح اس سے کریں گے اگر اس کی مرضی ہو ان کو رکھے اور اگر چاہے تو ان کو چھوڑ دے۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ واقدی نے حدیث بیان کی ہم سے ابوالموالی نے اس نے کہا میں نے عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کو کہتا تھا کہ نزدیک امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار منکوحہ عورتوں سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں اور لونڈیوں علیحدہ تھیں اس لیے کہ بیک وقت چار آزاد عورتوں سے زیادہ از روئے شریعت نکاح میں رکھنا ممنوع ہے۔ تہذیب التہذیب ہی میں ہشام بن حسان سے اور اس نے ابن سیرین سے روایت کی کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کیا ایک سو کنیز اور ایک لاکھ درھم اس کو دیا اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے نوے بیوہ عورتوں سے شادی کی۔

فصل: خلافت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بروز جمعۃ المبارک ۲۱ ماہ رمضان الکریم ۴۰ھ کو شہید ہوئے اسی دن صبح کو امام حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فرمایا حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کر آج کی رات ایسا شخص جسکی مثل علم میں سابقین میں اور عمل میں لاحقین میں نہ تھا اور جو رسول خدا ﷺ کے ساتھ جہاد کرتا تھا جو اپنی

ذات سے رسول خدا ﷺ کی حفاظت کرتا تھا اور جب تک اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح نہ کرے واپس نہیں لوٹتا تھا فوت ہوا اور اس رات یوشع بن نون نے وفات پائی اور اس رات میں عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر تشریف لے گئے تو جس شخص کی اس رات کو وفات ہوئی یعنی امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ انہوں نے سوائے سات سو درھم کے کہ گھر کے کام کے لیے لونڈی خریدنے کے لیے رکھے تھے نہیں چھوڑے تو جس شخص نے مجھ کو پہچانا ہے یا نہیں پہچانا ہے میں حسن بن علی ہوں اور ابن البشیر وابن النذیر ہوں اور میں اس خاندان سے ہوں کہ جبریل جن کے گھروں میں اترا کرتے تھے۔ میں اس خاندان سے ہوں کہ ان کے حق میں اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب:۳۳) وارد ہے اور میں اس اہل بیت سے ہوں کہ حق تعالیٰ نے ہماری دوستی خلائق پر فرض کی ہے اللہ تعالیٰ نے کتاب مقدس میں فرمایا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (الشوریٰ:۲۳) اس کے بعد آپ پر گریہ طاری ہوا اور حاضرین بھی رونے لگے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو یہ حسن تمہارے پیغمبر کا بیٹا اور تمہارے وصی و امام کا بیٹا ہے اس کی بیعت کرو یہ سنتے ہی لوگوں نے آپ سے بیعت خلافت کی اور یہ بیعت ۲۲ رمضان کو واقع ہوئی امام حسن رضی اللہ عنہ نے امرا و عمال کو مقرر فرمایا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ پر عامل مقرر کیا اور بعض کہتے ہیں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے وقت اپنا ولی عہد امام حسن رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا اس بنا پر بموجب وصیت اپنے

باپ کے آپ نے خلافت کو سنبھالا اور اس کی تائید اس خط سے ہوتی ہے جو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صلح سے قبل تحریر فرمایا تھا (اِنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٌّ لَمَّا نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ وَلَّانِیْ هٰذَا الْاَمْرَ) ترجمہ: امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ پر موت طاری ہوئی تو انہوں نے مجھ کو اس امر کا متولی بنایا جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ مطلع ہو گئے فصول المہمہ میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو خبر رسانی اور لوگوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف میلان طبع کرنے کے لیے بصرہ و کوفہ میں روانہ کیا جب یہ خبر امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے ان دو آدمیوں کو گرفتار کروا کر ایک آدمی کو قتل کروا دیا لوگوں کی عبرت کے لیے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھ دیا کہ اگر آپ جنگ کے لیے تیار ہیں تو میں بھی حاضر ہوں یہ خط دیکھتے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے لشکر لیکر روانہ ہوئے اور امام حسن رضی اللہ عنہ بھی کوفہ سے روانہ ہوئے۔ حجر بن عدی کو مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کیا اور لوگوں نے اس سے کاہلی کی۔

ترجمہ: طبری میں ہے چالیس ہزار آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اتنی سپاہ آپ کے پاس جمع ہوئی کہ اس کا نصف حصہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نہ تھا۔ جمع شدہ فوج نے کہا ہم جان و مال سے حاضر ہیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کریں گے تب امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ میں شام کی طرف خیمہ لگائے رکھا ہر چند لوگوں نے جلدی کی مگر آپ نے ایک مہینہ تک توقف کیا۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے باپ کے شیعوں کے ساتھ ان کی تعداد

چالیس ہزار تھی اور بعض ان میں لوٹ کی طمع سے اور بعض متوہم اور بعض اپنی قوم کی اتباع سے آپ کے ہمراہ تھے اس کے بعد آپ (ساماط) تک پہنچے ایک جگہ کا نام ہے۔رات کو وہاں قیام فرمایا اور صبح ہوئی تو آپ نے ان کے امتحان کا ارادہ فرمایا تا کہ دوست کو دشمن سے پہچانے اس بنا پر آپ نے حکم فرمایا کہ ندا کریں کہ سب لوگ نماز کے لیے جمع ہوں تو جس وقت آدمی جمع ہو گئے آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کُلَّمَا حَمِدَہٗ حَامِدٌ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ و ائتمنہ علی الوحی) اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا اے لوگو خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ صبح کروں خدا کی حمد و احسان کے ساتھ اور نصیحت کروں میں خلق خدا کو اور میں نے نہیں صبح کی کہ کسی سے کینہ رکھوں اور کسی سے بدی کا ارادہ کروں اور کسی کو فریب دوں۔جس چیز کو تم مکروہ سمجھتے ہو وہ اتفاق میں بہتر ہے اس چیز سے کہ دوست رکھتے ہو فراق میں بیشک میں مہربان ہوں تم پر تمہاری ذات سے زیادہ پس میرے حکم کی مخالفت مت کرو اور میری رائے کو رد مت کرو۔خدا تعالیٰ مجھ کو اور تمہیں بخشے اور مجھ کو اور تمہیں راہ راست دکھائے جب آپ نے یہ خطبہ کہ مشتمل اشارات و کنایات پر تھا سنایا آدمی ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور آپس میں کہنے لگے کیا رائے ہے لوگوں نے کہا ہمارا گمان ہے کہ امیر معاویہ سے صلح کا ارادہ رکھتے ہیں اور خلافت اس کے سپرد کریں گے تو لوگوں نے کہا حسن رضی اللہ عنہ نے خدا کے ساتھ کفر کیا اور جو کچھ آپ کے خیمہ میں تھا وہ لوٹ لیا یہاں تک کہ آپ کے نیچے سے مصلا بھی اٹھا لیا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہو کر رات کی تاریکی میں ساماط تشریف لے گئے ایک شخص مسمی جراح بن سنان

نے آپ کے گھوڑے کی باگ کو پکڑا اور اس کے ہاتھ میں بلم تھا اور گفت اللہ اکبر جیسے تیرے باپ نے شرک کیا تھا اور آپ کی ران مبارک پر بلم کو مارا استخوان مبارک تک اس کا زخم پہنچا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن پکڑی دونوں زمین پر گر پڑے اتنے میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص آ پہنچا اس نے اس کے بلم کے ساتھ اس کے ساتھی کو مار دیا اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا کر مدائین میں لائے تو آپ کی خدمت میں وہاں کا عامل علی بن سعد الثقفی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے وہاں کا عامل تھا حاضر ہوا اس نے آپ کے زخم کا علاج کیا اسی اثنا میں ایک خط بامارت قیس بن سعد و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف سے بصرہ کو بھیجا گیا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرو اور اس کو عراق آنے سے روکو اور اگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مارا جائے تو امیر لشکر قیس بن سعد کو بناؤ اس کے بعد قیس بن سعد کی طرف سے اس مضمون کا خط آیا کہ لشکر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف ایک آدمی بھیجا اور اپنی طرف ملنے کی رغبت دلائی اور اس سے اقرار کیا کہ میں تجھ کو ایک لاکھ درہم دونگا لہذا آج کی رات (یہ عبداللہ بن عباس حضور ﷺ کے چچا کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ غیر ہے) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گے اور جو فوج ان کے ہمراہ تھی وہ بھی چلی گئی اور جب صبح ہوئی تو لوگوں نے ان کو غائب پایا پس قیس بن سعد نے لوگوں کو نماز پڑھائی اس بناء پر حسن رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب پر زیادہ مطلع ان کے احوال سے ہوئے متعارف طبری میں لکھا ہے کہ جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جانا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ ہو سکے گا

تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام پہنچایا کہ اگر تم مجھ سے بصرہ کا حساب نہ دریافت کرو تو میں تمہارے پاس آ جاؤں اور تم سے بیعت کرلوں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور اس کے ساتھ بھلائیوں کے وعدے کیے چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے بعض کہتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی قوم کے سرداروں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطوط اپنی فرمانبرداری کے لکھے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے قید کرا دینے کے متعلق خفیہ طور پر لکھا کہ جب تم ہمارے نزدیک آؤ گے تو ہم تمہیں امام حسن کو گرفتار کرا دیں گے اور بعض کہتے ہیں ان باتوں میں سے کوئی بات نہ تھی بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ازراہ چالاکی امام حسن رضی اللہ عنہ کے یاروں کا حال ان کے پاس لکھا کہ تمہارے ساتھی میرے پاس تمہارے خلاف خطوط لکھ رہے ہیں اس بناء پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کی طرف رغبت کی نیز علامہ کمال الدین ابوالفتح محمد بن موسیٰ المصری الامیری علیہ الرحمۃ نے حیوۃ الحیوان میں لکھا کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے باپ کی وفات کے بعد اور لوگوں سے اپنی بیعت خلافت لینے کے بعد مدائین کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں ٹھہرے وہاں سے قیس بن سعد کو مقدمۃ الجیش بنا کر بھیجا غیب سے ایک منادی ہوئی کہ قیس بن سعد مارا گیا اس بنا پر امام حسن رضی اللہ عنہ کا لشکر پراگندہ ہو گیا اور جراح بن سنان نے آپ کی ران میں خنجر مارا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کل تم نے میرے پدر بزرگوار کو قتل کیا اور آج تم نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا اس کے بعد آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سلطنت سپرد کرنے کا خط لکھا اور اسی طرح تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام حسن رضی

اللہ عنہ کو خارجی نے خنجر مارا اور امام حسن رضی اللہ عنہ سفید محل میں داخل ہوئے۔

نیز اس میں ہے کہ جمیع بن عمر نے مجاہد سے اور اس نے طحرب العجل سے اور اس نے حسن بن علی سے روایت کی کہ میں نے اس وجہ سے لڑائی بند کی کہ میں نے رات کو رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اپنے دست مبارک کو فرش پر رکھا ہوا ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ رسول خدا ﷺ پر رکھا ہوا ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رکھا ہوا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رکھا ہوا ہے اور خون جاری ہوا ہے پوچھا گیا یہ کیا ہے کہا گیا یہ خون عثمان ہے اور خداوند تعالیٰ طلب کر رہا ہے۔

امام بخاری نے حسن بصری سے روایت کی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے ایک لشکر کو روانہ کیا جو صبر و ثبات میں پہاڑوں کی طرح تھا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لشکر اپنے جیسے لشکر کو ختم کیے بغیر واپس نہیں ہوگا مطلب یہ کہ اس لشکر کو شکست ہزاروں آدمیوں کے قتل کے بغیر ممکن نہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور فرمایا کہ اگر اس لشکر کو ہمارے لشکر نے قتل کیا یا اس نے ہمارے لشکر کو قتل کیا تو ہزار ہا مسلمان مارے جائیں گے تو ان کی عورتوں اور ان کے بچوں اور ان کے اسباب کی کون خبر گیری کرے گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن کی طرف دو آدمیوں کو بھیجا کہ ایک کا نام عبدالرحمان بن عامر بن کریز اور دوسرے کا نام عبدالرحمٰن بن سمرہ تھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف جاؤ اور

ان کو پیغام صلح دو اور صلح پر ان کو آمادہ کرو۔ بموجب فرمان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شخص مذکورین امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور انہوں نے حضرت امر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اولاد عبدالمطلب ہیں اور اس وقت جاہ دنیا میں گرفتار ہیں بیشک اس میں خون ریزی وفساد واقع ہو گیا یعنی دنیا کے لیے لڑیں گے چنانچہ ان دو شخصوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ معاویہ تمہاری خدمت میں اس طرح عرض پرداز ہے کہ ایک لاکھ درہم سالانہ آپ کو بھیجتا رہوں گا اس امر کا اقرار کرتا ہے اور صلح کرتا ہے امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کون اس امر کا ضامن ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ پورا کرے گا انہوں نے کہا ہم اس امر کے ضامن ہیں۔ حسن بصری نے فرمایا اس طرح صلح امام حسن کی طرف سے واقع ہوئی جیسا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا تھا شاید اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے وجود سے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے یہ حدیث حجت ہے شیعہ پر کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کو منافق کہتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے دونوں گروہوں کو بلاتفریق مسلمان فرمایا ہے۔ ایک کو منافق اور ایک کو مسلمان نہیں فرمایا الحاصل امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط بدیں مضمون تحریر فرمایا

امام حسن رضی اللہ عنہ کا خط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صلح کی حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے ان شرائط پر اور سپرد کر دیا خلافت کو کہ عمل کرے وہ کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ پر اور سیرت خلفائے راشدین مہدیین پر اور معاویہ رضی اللہ

عنہ اپنے بعد خلافت کسی کے سپرد نہ کریں بلکہ اس امر خلافت کو مسلمانوں کے درمیان چھوڑیں اور آدمی ملک خدا میں جہاں کہیں ہوں خواہ شام میں خواہ عراق میں۔ خواہ حجاز میں اور خواہ یمن میں امن سے رہیں اور یاران علی اور آپ کے شیعہ مال سے۔ اولاد سے۔ نفوس سے اور ازواج سے جس جگہ ہوں محفوظ رہیں اور امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر ان مذکورہ امور سے خدا کا عہد و پیان ہے نیز مجھ کو اور میرے بھائی کو اہل بیت رسول ﷺ سے علانیہ اور پوشیدہ کسی کو برا نہ کہا جائے اور وہ تکلیف نہ پائیں اور کوئی انہیں نہ ڈرائے۔ اَشْهَدُ بِمَا فِيْهِ فُلَانُ بْنُ فُلَانَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور ترجمہ: متعارف طبری میں لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر صلح کی کہ ہم کو تمام اہل بیت کے ساتھ مدینہ روانہ کرے اور تمام سال بیت المال کو واگزار کرے اور جو کچھ عراق میں ہے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اور میری بہنوں کے درمیان تقسیم کرے۔

بہن بھائیوں کی تعداد

کل پانچ بھائی بہنیں ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے دو حقیقی بھائی اور دو بہنیں ہیں جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ان کے علاوہ علاتی بھائی بہن اور بھی ہیں جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے نہیں ہیں۔

(۱) امام حسن (۲) امام حسین (۳) محسن (۴) زینب (۵) ام کلثوم

محسن بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کے متعلق شیعوں نے فرض اور

جھوٹے قصے بنا رکھے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لات ماری جس کی وجہ سے حمل ضائع ہو گیا اور محسن کا انتقال ہو گیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی اور ام کلثوم بھی میدان کربلا میں ساتھ تھیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب اہل بیت کی عورتیں اور بچے۔ اور شہدائے کربلا کے سر کوفہ میں ابن زیاد کے پاس پہنچائے گئے ان میں ام کلثوم رضی اللہ عنہ بھی تھیں جنہوں نے کوفہ میں داخلہ کے وقت چند اشعار کوفیوں کے ظلم اور بیوفائی کے متعلق پڑھے جس کا اول شعر یہ ہے

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْقَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ

مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ خَیْرُ الْاُمَمِ

ترجمہ: تم نبی علیہ السلام کو کیا جواب دو گے۔ جب کہ وہ تم سے فرمائیں گے تم نے خیر الامم ہو کہ کیا کیا یعنی میرے اہل بیت کو قتل کیا۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

یہ وہی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں جن کا نکاح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا شیعوں کی کتاب۔ مجالس المؤمنین میں ذکر ہے کہ اگر رسول خدا ﷺ نے اپنی لڑکی عثمان رضی اللہ عنہ کو دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دی۔

بخاری شریف میں بایں طور مسطور ہے کہ جب مال غنیمت کی چادریں عمر رضی اللہ عنہ غریبوں میں تقسیم کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ آپ اپنی بیوی ام کلثوم رضی

اللہ عنہا کو بھی ایک چادر عطا فرمائیں۔ تاریخ محاضرات الاسلام میں مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ایک لڑکا زید پیدا ہوا۔

نور العیون مصنفہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اور ان سے ایک لڑکا مسمی زید پیدا ہوا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد رابعہ ص ۵ پر ہے۔

وَقَالَتْ جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ اَسْمَآءَ كَانَ بُسْرُبْنُ اِرْطَاتْ حَضَرَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ مَنْ عَلِيٌّ وَزَيْدُبْنُ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ حَاضِرٌ وَاُمُّهٗ كُلْثُوْمُ بِنْتُ عَلِيٍّ فَعَلَاهُ بِالْوَصَاوَشَجَّهٗ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِزَيْدٍ عَدَتَّ اِلٰى شَيْخِ قُرَيْشٍ و سَيِّدِ اَهْلِ الْاَثْرِفَضَرَبْتَهٗ وَاَقْبَلَ بُسْرُ فَقَالَ تَشْتِمُ عَلِيًّاوَمُوجَدُّهٗ اِبْنُ الْفَارُوْقِ عَلٰى رُؤُسِ النَّاسِ اَتَرٰى اَنْ يَّصْبِرَ عَلٰى ذَالِكَ فَاَرْضَا هُمَا۔ ترجمہ جویریہ بنت اسماء نے کہا کہ بسر بن ارطات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا تو ایک دفعہ اس نے کہا علی رضی اللہ عنہ کون ہیں (یعنی ادب سے نام نہ لیا حقارۃ ایسا کہا) زید بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاضر تھے جن کی والدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ ہے تو انہوں نے بسر بن ارطات کو لاٹھی مار کر زخمی کر دیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو نے قریش کے ایک بوڑھے آدمی اور اہل اثر کے سردار پر زیادتی کی اور اس کو مارا پھر بسر بن ارطات کی طرف متوجہ ہو کہ فرمایا کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہو اور وہ ان کے نانا ہیں اور وہ فاروق کے بیٹے ہیں کیا تیری یہ مرضی ہے کہ وہ اس پر صبر کرتا پھر

دونوں کی آپس میں صلح کرادی ان حوالہ جات سے بھی ثابت ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نکاح ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

کتاب ریاض الجنان مطبوعہ بمبئی ص ۲۳۳ پر بدیں طور مسطور ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کی تفصیل بتلائی ہے۔

وَاَمَّا فَاطِمَةُ الزَّهْرَا بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَلَّتِی نحن بصدد ذِكْرَ مَا زَوَّجَهَا بِاَمْرِ مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السلام فَوَلَدَتْ لَهٗ مِنَ الْاَوْلَادِ خَمْسَةٌ اَلْاِمَامُ الْحَسَنُ السِبْطُ وَالْاِمَامَ الْحُسَيْنُ السِّبْطُ وَمُحْسِنْ وَزَيْنَبُ وَاُمَّ كُلْثُوْمِ فَاَمَّا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَسَنَذْكُرُهُمَا عِنْدَتَرْجُمَتِهِمَا حَيْثُ اِنْتَهٰى بنا الكلام ونستوفي مايحتاج اليه الحال بحسب الطاقة واما محسن فسقط حملا اَسْقَطَه تعاور عُمَرَ بْنَ الخَطّاب بِالصَّدَمَةِ الْعَظِيْمَةِ وَالْفِتْنَةَ الْجِسِيْمَةِ وَنُوْرَ وَبَيَانُ ذَالِكَ عِنْدَ مَحَلِّهِ وَاَمَّا اُمُّ كُلْثُوْمُ بِنْتُ عَلِيّ فَاِنَّهَا وُلِدَتْ فِى حَيَاتِ رَسُوْلِ اللهِ وَنَشَئَتْ حَتّٰى رَغِبَ فِيْهَا عُمُرُ بْنُ الخَطابَ

فَخَطَبَهَا مِنْ اَبِيْهَا عَلِيٌّ عَلَيْهُ السلام فَقَالَ لَهَا

اِنَّهَا صَبِيَّةٌ صَغِيْرَةٌ فَخَوَّفَهُ عُمَرَ بِفَلَظَتِهٖ

فَخَافَهُ عَلِيٌّ علیه السلام وَزَوَّجَهَا كَرْهًا

هٰكَذَاذَكَرَهُ الْمُلَّافِىْ سِيْرَتِهٖ وَذَكَرَابْنُ عَبْدَرَبِّهٖ

فِى كِتَابِ الْعَقْلِ اَنَّ جَعْفَرَابْنَ مُحَمَّدٍ عليه

السلام سُئِلَ عَن اُمِّ كُلْثُوْم فَقَالَ ذَالِكَ فَرْجٌ

غَصَبْنَاهَا وَاَخْرَجَ الفَقِيْهُ اَبُوالْحَسَنَ الْمَغَازِلِىْ

فِى تَارِيْخِه قَالَ لَمَّا بَعَثَهَا اَمِيْرُ الْمُؤمِنِيْنَ

عَلِىْ عليه السلام اِلى عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ وَضَعَ

يَدَهٗ سَاقَهَا فَكَشَفَهَا فَقَالَتْ لَهُ تَفْعَلْ هٰذَا وَاللهِ

لَوْلَااِنَّكَ اَمِيْرُ الْمُؤمِنِيْنَ لَكَسَرْتُ اَنْفَكَ ثُمَّ

خَرَجَتْ حَتّٰى جَاءَ تْ اَبَاهَا فَاَخْبَرَتْهُ الْخَبَرَ

وَقَالَتْ بَعَثَنِىْ اِلى شَيْخِ سُوْءٍ قَالَ يَا بُنَيَّةُ اِنَّهٗ

زَوْجُكِ فَاعْمَلِىْ عَمَلِكِ وَكَاظِمِىْ غَيْظِكِ

ترجمہ: بہرحال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ جس کے ذکر کے ہم درپے ہیں اللہ عزوجل کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ان کا نکاح کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کے پانچ اولاد ہوئیں۔

امام حسن نواسہ اول۔ امام حسین نواسہ دوم۔ محسن۔ زینب۔ ام کلثوم لیکن حسن وحسین عنقریب ذکر کریں گے ہم ان کا ان کے ترجمہ کے نزدیک جہاں ہمارا ختم ہوگا اور حسب طاقت جس کی حاجت ہوگی پورا بیان کریں گے اور لیکن محسن حمل کی حالت میں ساقط ہوئے عمر بن خطاب نے صدمہ عظیمہ اور فتنہ عظیمہ کے سبب اس کو ساقط کیا اس کی جگہ ہم اس کا بیان کریں گے اور لیکن ام کلثوم بنت علی اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئی اور زندہ رہی یہاں تک کہ رغبت کی اس میں عمر بن خطاب نے نکاح کے لیے اس کے باپ سے اس کو چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ابھی چھوٹی لڑکی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سختی سے اس کو ڈرایا تو علی علیہ السلام ڈرے اور کراہت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا نکاح کردیا ایسا ہی ملا نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے ابن عبدربہ نے کتاب العقل میں ذکر کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ام کلثوم کے بارہ میں سوال کیے گئے تو انہوں نے فرمایا یہ ایک شرمگاہ ہے جو ہم سے چھینی گئی ہے فقیہ ابوالحسن مغازلی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ جب علی علیہ السلام نے ام کلثوم کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی پنڈلی پر ہاتھ رکھا اور پنڈلی سے کپڑا اٹھایا تو ام کلثوم نے کہا تو ایسا کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تو امیر المؤمنین نہ ہوتا تو میں تیرا ناک کاٹ دیتی پھر آپ وہاں سے نکل آئیں اور اس واقعہ کی اپنے باپ کو خبر دی اور کہا آپ نے مجھے برے بوڑھے کے پاس بھیجا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹی وہ تیرے زوج ہیں اپنی بردباری کو کام میں لا اور غصہ کو پی۔

اس حوالہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ام کلثوم کا نکاح ہوا جس کے متعلق شیعہ حضرات اب انکار کرتے ہیں یا کہتے ہیں کہ ام کلثوم حضرت فاطمہ کی بیٹی نہ تھیں۔ شیعہ کی معتبر کتاب تنزیہ الانبیاء مطبوعہ مصر ص ۱۴۱ پر ہے:

فَاَمَّا نِكَاحُهُ عَلَيْهِ السلام اِيَّاهُمْ فَقَدْ ذَكَرْنَا فِي كِتَابِنَا الشَّافِي الْجَوَابَ عَنْ هٰذَا الْبَابِ مَشْرُوحًا وَبَيَّنَّا انه عليه السلام مَا اَجَابَ عُمَرَ اِلٰى اِنْكَاحِ بِنْتِهٖ عَلَيْهَا السلام اِلَّا بَعْدَ تَوَعُّدٍ وَتَهَدُّدٍ وَمُرَاجَعَةٍ وَمُنَازَعَةٍ وَكَلَامٍ طَوِيْلٍ مَاثُوْرٍ اَشْفَقَ مَعَهٗ مِنْ شُرُوْفِ الْحَالِ وَظُهُوْرِ مَالَايَزَالُ يُخْفِيْهِ مِنْهَا وَاَنَّ الْعَبَّاسَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا رَاٰى اَنَّ الْاَمْرَ يُفْضِيْ اِلَى الْوَحْشَةِ وَوَقُوْعِ الْفُرْقَةِ فَسَئَلَهٗ (ع) رَدَّ اَمْرَهَا اِلَيْهِ فَفَعَلَ فَزَوَّجَهَا مِنْهُ وَمَايَجْرِيْ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ مَعْلُوْمٌ اَنَّهٗ لَا عَلَى الْاِخْتِيَارِ وَلَا الْاِيْثَارِ وَبَيَّنَّا فِي الْكِتَابِ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ اَنَّهٗ لَايَمْتَنِعُ اَنْ يُبِيْحَ الشَّرْعُ اَنْ يُنَاكِحَ بِالْاِكْرَاهِ مَنْ لَا يَجُوْزُ مُنَاكَحَتُهٗ مَعَ الْاِخْتِيَارِ لَاسِيَّمَا اِذَا كَانَ الْمُنْكِحُ مُظْهِرَ الْاِسْلَامِ

وَالْمُتَمَسِّكَ بِسَائِرِ الشَّرِيْعَةِ وَبَيَّنَا اَنَّ الْعَقْلَ لَايَمْنَعُ مِنْ مُنَاكِحَتِهِ الْكُفَّارِ عَلَى سَائِرِ اَنْوَاعِ كُفْرِهِمْ وَاِنَّمَا الْمَرْجِعُ فِيْمَا يَحِلُّ مِنْ ذٰلِكَ اَوْيُحَرِّمُ اِلَى الشَّرِيْعَةِ وَفِعْلُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السلام اَقْوٰى حُجَّةً فِىْ اَحْكَامِ الشَّرْعِ وَ بَيَّنَا الْجَوَابَ عَنْ اَنْوَاعِهِمْ لَنَا فلواُكْرِهَ عَلٰى اِنْكَاحِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى لَكَانَ يَجُوْزُ ذَالِكَ وَفَوَّقْنَا بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ بِاَنْ قُلْنَا اِنْ كَانَ السُّوَالُ عَمَّافِى الْعَقْلِ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ وَاِنْ كَانَ عَمَّافِى الشَّرْعِ فَالْاِجْمَاعُ يَحْظُرُاَنْ تُنْكَحَ الْيَهُوْدُ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَمَا اَجْمَعُوْا عَلٰى خطرٍ لَكَانَ مَنْ ظَاهِرَةِ الاسلام وَهُوَعَلٰى نَوْعٍ مِنَ الْقَبِيْحِ لَكَفَرَبِهِ اِذَا اِضْطَرَرْنَا اِلَى ذَلِكَ واكرمنا عليه فاذا قَالُوا فَمَا الْفَرْقُ بَيْنَ كُفْرِ الْيَهُوْدِىْ وَبَيْنَ كُفْرِ مَنْ ذَكَرْ ثُمَّ قُلْنَا لَهُمْ وَاَىُّ فَرْقٍ بَيْنَ كُفْرِ الْيَهُوْدِيَّةِ فِى جَوَازِ اِنْكَاحِهَا عِنْدَ كُمْ وَ كُفْرِ الْوَثْنِيَّةِ

ترجمہ: لیکن نکاح کرنا علی علیہ السلام کا ان سے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم) تحقیق ذکر کیا ہم نے اپنی کتاب شافی میں جواب اس باب سے شروع ہوا اور بیان کیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا عمر رضی اللہ عنہ سے مگر ڈرانے اور دھمکانے کے بعد اور مراجعت اور جھگڑے اور طویل کلام اور اثر کیے ہوئے کلام کہ ڈرایا اس کے ساتھ بڑے برے حال سے اور بعد ظاہر ہونے اس امر کے کہ ہمیشہ اس کو لڑکی سے چھپاتے تھے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کو اور جب عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بیشک امر وحشت اور فرقت کی طرف پہنچائے گا تو حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا تو آپ لڑکی کا امر عباس کی طرف رد کیا تو عباس نے لڑکی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور جو اس پر اعتراض ہوگا معلوم ہے (یہ کہ جب کہ حضرت عمرؓ معاذ اللہ منافق تھے تو منافق سے مسلمان لڑکی کا نکاح کیوں کیا۔ تو جواب یہ ہے، اختیار سے نہیں کیا اور نہ ایثار سے کیا (یعنی جبراً کیا) اور بیان کیا ہم نے اس کتاب میں کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ ممتنع نہیں ہے۔ کہ شریعت اکراہ کی حالت میں ان لوگوں سے نکاح کرنے کو جائز ٹھہرائے کہ جن سے اختیار سے نکاح کرنا منع ہے خصوصاً جبکہ نکاح کرنے والا اسلام کو ظاہر کرنے والا ہو اور تمام شریعت سے تمسک کرنے والا ہو اور ہم نے بیان کیا ہے کہ عقل سب قسم کے کافروں سے لڑکی کا نکاح کرنے سے نہیں منع کرتی اور سوائے اس کے نہیں اس کے حلال اور حرام ہونے کے بارہ میں جائے رجوع شریعت کی طرف ہے اور علی علیہ السلام کا فعل شریعت کی اقوی حجت ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی لڑکی کا نکاح جو بظاہر شیعہ کے نزدیک مسلمان تھے اور نہ مومن تھے) اور بیان کیا ہے ہم نے جواب ان کے الزام کا (یعنی اہلسنت و جماعت کا الزام کہ حضرت علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی لڑکی کا نکاح کیوں کیا) ہماری یہ دلیل ہے اگر یہود و نصاری اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی لڑکی کے بارہ میں جبر کئے جاتے یہ ضرور جائز ہوتا اور تفریق کی ہے ہم نے دو امروں کے درمیان بایں طور کہ ہم کہتے ہیں اگر ہے سوال اس چیز سے کہ عقل میں ہے، تو نہیں فرق درمیان دو امروں کے اور اگر سوال ہے اس چیز سے کہ شرع میں ہے تو اجماع منع کرتا ہے۔ یہود سے نکاح کرنے میں کل حال میں اور نہیں اجماع کیا اس شخص سے نکاح کرنے میں کہ ظاہر اس کا اسلام ہے یعنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گو وہ بھی ایک قسم کا قبیح کفر ہے جبکہ ہم مضطر کئے جائیں اس کی طرف اور اکراہ کیے جائیں اس پر اگر کہیں کیا فرق ہے یہودی کے کفر کے درمیان اور اس کے درمیان جس کا تم نے ذکر کیا ہے ہم ان کو کہیں گے کونسا فرق ہے یہودیہ کے کفر کے درمیان اور بت پرست عورت کے درمیان یہودیہ سے نکاح جائز ہونے میں (یعنی مصنف ایک اعتراض کا جواب دے رہا ہے۔ جو اہل سنت کی طرف سے ان پر ہوتا ہے کہ تم یہودی مرد سے تو مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں کہتے اور جو منافق ہے ظاہر میں مسلمان ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیعوں کے نزدیک ہیں (معاذ اللہ) اس سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز قرار دیتے ہو حالانکہ دونوں قسم کے شخص حقیقت میں کافر ہیں تو اس کا الزامی جواب یوں دیا کہ ہم اہلسنت سے کہیں گے کہ تم یہودی عورت سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہونے کے قائل ہو اور مشرکہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہونے کے قائل نہیں ہو حالانکہ دونوں قسم کی عورتیں کافر ہیں اور جو حدیث بخاری کی سابقہ متعلقہ ام کلثوم گزری وہ یہ ہے

أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّاب قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ
مِنْ نِّسَاءِ الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ مَرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ
بَعْضُ مَنْ عِنْدَمَا اَمِيْرَ الْمُؤمِنِيْنِ اَعْطِ
هٰذَابِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ
اُمَّ كُلْثُوْمِ ابْنَتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ اُمُّ سَلِيْطٍ اَحَقُّ
وَاُمُّ سَلِيْطٌ مِنْ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ
اللهِ ﷺ قَالَ عُمَرَ فَاِنَّهَا كَانَتْ تُزَفِرُ لنا القرب
يوم احد۔ (بخاری جلد اول صفحہ ۴۱۲)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادروں کو تقسیم کیا تو ایک چادر عمدہ تھی تو جو لوگ آپ کے پاس موجود تھے انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین یہ چادر اپنی زوجہ کو عطا فرمائیں جو بنت رسول اللہ ﷺ ہے (یعنی ام کلثوم حضور علیہ السلام کی نواسی) بنت رسول اللہ ﷺ سے ام کلثوم بنت علی کا ارادہ کرتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ام سلیط زیادہ حقدار ہے اور ام سلیط انصار کی عورتوں سے ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ جنگ احد میں ہمارے لیے مشکیزہ اٹھاتی تھی واضح ہو کہ اس حدیث میں رسول خدا ﷺ کی نواسی کو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کہا گیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو آپ کے نواسہ ہیں اپنا بیٹا فرمایا ہے اور قرآن مجید میں بھی حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا بیٹا فرمایا ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ (آلِ عمران:٦١)

ترجمہ: تم فرمادو ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تو اپنے بیٹوں کو بلاؤ

اب ہم صلح کے سابقہ مضمون پر آ گئے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کی شرائط کے متعلق فرمایا تھا کہ کچھ عراق میں ہے وہ میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اور بہنوں کے درمیان تقسیم کردے اس بنا پر ہر ایک کا پانچ پانچ ہزار مقرر تھا تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو بھیجا ان تمام شرائط کو قبول کیا جب صلح قطعی ہوگئی تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان امام حسن رضی اللہ عنہما کی ملاقات کے لیے کوفہ میں آئے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ خطبہ فرمائیں اور لوگوں کو صلح سے خبردار کریں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسبات کی ضرورت نہیں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسبات کو برا جانا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں تم سے اس لیے کہہ رہا ہوں تا کہ لوگوں پر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاموشی ظاہر ہو جائے اور تم نہیں جانتے کہ اس میں کیا خوبی ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کوشش میں تھے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں صلح کے متعلق خطبہ دیں یہاں تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی اے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ اٹھیں

اور خطبہ فرمائیں اور لوگوں کو صلح سے خبردار کیجئے تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا اے لوگوں! جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت کی ہمارے اول کے ساتھ اور تمہارے خون کو محفوظ رکھا ہمارے آخر کے ساتھ اور میں جنگ سے دست بردار ہو گیا ہوں اور بیشک اس خلافت کی ایک میعاد تھی کہ وہ پوری ہو گئی اور دنیا دست بدست نوبت بہ نوبت ہر کسی کو ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرمادیجئے اے محمد ﷺ میں نہیں جانتا ہوں شاید یہ آزمائش ہے تمہارے لیے یا فائدہ ہے تمہارے لیے یا قریب ہے وہ چیز کہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یا دور اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری گفتار کو جانتا ہے اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جس کو چھپاتے ہو ایک مدت معین تک بعض کتابوں میں خطبہ اس طرح مذکور ہے اور اکثر کتابوں میں اس طرح خطبہ ہے کہ آپ نے حمد وصلوۃ کے بعد فرمایا اے لوگوں! جان لو میرے سوا جابلتا اور جابلصا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کا نانا رسول ﷺ ہو یا میرے بھائی کے سوا کسی کا نانا رسول اللہ ﷺ نہیں ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت تم کو میرے نانا جان ﷺ کے ذریعہ اور گمراہی سے تم کو چھٹکارا دلایا اور جہالت کو تم سے دور کیا اور ذلت کے بعد تم کو عزیز کیا اور قلت کے بعد تم کو زیادہ کیا یعنی تمہارے مسلمان بھائی اب بھی زیادہ میں اور جان لو کہ معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے خلافت کے بارہ میں جو میرا حق تھا نہ اس کا جھگڑا کیا تو میں نے امت محمد ﷺ کی اصلاح کے لیے اور جھگڑے کو قطع کرنے کے لیے نظر کی اور تم نے مجھ سے بیعت کی تھی اس معنی پر کہ جس سے میں صلح کروں تم صلح کرو اور جس سے میں جنگ کروں تم اس سے جنگ کرو تو اس وقت میں نے مصلحت دیکھی کہ خلافت کو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے سپرد کروں اور جنگ کو ختم کر دوں اور میں نے اس سے بیعت کر لی اور خونریزی کو موقوف کر دیا کہ خون کی حفاظت اس کے گرانے سے بہتر ہے اور میں نے اس صلح سے سوائے تمہاری اصلاح اور بقا کے اور کوئی ارادہ نہیں کیا اور شیعہ کی معتبر کتاب تنزیہ الانبیاء ص ۱۷۱ پر امام حسن رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا صاف طور پر مذکور ہے عبدالرحمٰن بن عبید سے روایت ہے:

قَالَ لَمَّا بَايَعَ الْحَسَنُ عليه السلام مُعَاوِيَةَ اَقْبَلَتِ الشِّيْعَةُ تَتَلَاقى بِاِظْهَارِ الْاَسِيْفِ وَالْحَسْرَةِ عَلٰى تَرْكِ الْقِتَالِ فَلَقُوْا اِلَيْهِ بَعْدَ سَنَتَيْنِ مِنْ يَوْمِ بَايَعَ مُعَاوِيَةَ

ترجمہ: جبکہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو شیعہ نے بیعت کے دو سال بعد جنگ ترک کرنے پر افسوس و حسرۃ کا اظہار کرتے ہوئے آپ سے ملاقات کی اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمان سمجھتے تھے ورنہ خلافت پیغمبر کو ایک منافق (بزعم شیعہ) کو سپرد کرنا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ (التحریم:۹)

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی علیہ السلام کی خلافت سنبھالے ہوئے تھے بجائے اس کے کہ منافقوں سے جہاد کریں وہ خلافت کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہیں اور ان سے بیعت کر لیتے ہیں کیا کسی کافر و منافق سے بیعت کرنے کی نظیر اسلام میں کہیں ملتی ہے اور اسی

بیعت کے لیے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ پیش نہیں کیا بلکہ سر دے دیا اس لیے کہ یزید پلید فاسق و فاجر تھا اگر وہ صالح و متقی ہوتا تو امام حسین رضی اللہ عنہ بھی بیعت کر لیتے جیسا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ سے بیعت کی تھی جیسا کہ ابھی ہم مخالفین کی کتاب سے ثابت کر چکے ہیں اور بعض کتب میں آپ کا یہ خطبہ صلح مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا دانا ترین دانائی پرہیز گاری ہے اور نادان ترین نادانی بیوقوفی ہے اور اس امر خلافت میں کہ میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ جھگڑتے تھے اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا تو حق حقدار کو پہنچا اور اگر میرا حق تھا تو میں نے دیدہ دانستہ اس کو امت کی اصلاح کے لیے چھوڑا اور اس کے محافظت کے لیے اور میں نہیں جانتا کہ یہ خوبی ہے یا فتنہ ہے تنبیہ خلافت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا اور یہ شک کا کلمہ جو آپ نے اس خطبہ میں فرمایا کہ میرا حق تھا یا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس کا منشا خود ان کو تردد نہ تھا بلکہ مخالف کی خاموشی کے لیے آپ نے فرمایا تھا جیسا کہ اسی طرح کلام مجید میں واقع ہوا ہے۔

وَاِنَّآ اَوْاِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝ (سبا:۲۴)

یعنی پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں یا تم ہدایت پر ہو یا ظاہر گمراہی میں تو رسول خدا ﷺ یقیناً ہدایت پر تھے یہ تردد آپ کا مخالفین کے لیے واقع ہوا۔ القصہ جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ سے فراغت فرمائی معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا کہ لوگوں پر ظاہر ہو کہ میں حق پر نہیں ہوں اور ناحق جھگڑا کرتا ہوں اور روایت کی گئی ہے کہ امام حسن رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شرط بھی کی تھی کہ جو چیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمانے میں ہوئی ہواس کے بارے میں اہل مدینہ اور اہل عراق سے کوئی مطالبہ نہ کیا جاوے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرض کو ادا کرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام باتوں کو قبول کیا اور اس صلح کا وقوع ۴۱ھ میں ہوا اور ماہ ربیع الاول میں یا ماہ جمادی الاولی میں اور بعض کے نزدیک ماہ جمادی الآخر میں صلح ہوئی اور اول قول صحیح ہے جب صلح واقع ہوئی تو شیعان حسن رضی اللہ عنہ بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے:

يَا عَارَ الْمُؤْمِنِيْنَ سَوَّدْتَّ وُجُوْهَ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اے مومنین کی عار تو نے مومنین کے منہ کالے کر دیئے۔

(ص ۱۷۱ تنزیہ الانبیاء)

توامام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نار سے عار بہتر ہے اور ابی العریف سے روایت ہے کہ وہ کہتا تھا کہ آپ نے بارہ ہزار آدمی لشکر قلب معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجے تھے اور ہم مرنے کے لیے تیار تھے اور ہماری تلواریں اہل شام کے قتل کے لیے بہت تیز تھیں جس وقت ہم کو صلح کی خبر پہنچی ہماری کمر بوجہ غضب اور غصہ کے ٹوٹ گئی اور جس وقت امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے ایک بوڑھا آدمی آیا جس کی کنیت ابوعمرو تھی اور اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے خطاب کیا يَا عَارَ الْمُسْلِمِيْنَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوعمر یہ بات مت کہہ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا بلکہ میں نے امارت وملک کے لیے تمہارے خون گرانے کو مکروہ جانا اور شیخ عبدالحق

محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوف کیا کہ میں بادشاہوں میں داخل ہوں اس بنا پر آپ نے خلافت کو ترک کیا اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خلافت میرے بعد ۳۰ سال رہے گی اور اس کے بعد سلطنت ہے اس حدیث کو احمد و ترمذی و ابوداؤد نے روایت کیا اور اس کی تصحیح ابن حبان نے بھی کی اور تیس سال ربیع الاول شریف میں پورے ہو چکے تھے اور ترجمہ طبری میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ دمشق میں ایک ماہ رہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو وعدے کیے تھے ان کو پورا کیا القصہ، امام حسن رضی اللہ عنہ معہ اہل و عیال و لشکر مدینہ کی طرف رونق افروز ہوئے اور حاکم نے جبیر بن نفیر سے روایت کی کہ میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ خلافت کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ عرب کی کھوپڑیاں میرے قبضہ میں تھیں اگر میں لڑائی کرتا تو وہ میرے ساتھ لڑائی کرتیں اور جس سے میں صلح کرتا اس سے وہ صلح کرتیں لیکن میں نے خدا کے لیے اور خونوں کی حفاظت کے لیے خلافت کو ترک کیا اور ترجمہ طبری میں ہے کہ صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور اس نے جا کر کہا کہ تیرے آقا حسن رضی اللہ عنہ نے مجھ سے صلح کر لی اور بیعت کر لی تو بھی بیعت خلافت کر لے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں تیرے سے لڑنے کو اچھا سمجھتا ہوں کہ خاموش بیٹھوں تو معاویہ قیس رضی اللہ عنہ سے ڈرتے تھے کہ وہ مرد جرار تھا اور ۵۰ ہزار سپاہی رکھتا تھا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو خط لکھا کہ جو تو چاہے گا میں تجھ کو دوں گا اس نے بہت ساری ولایت مانگی معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور قیس معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ تمام دشمنوں سے بے خوف ہو

گئے پس بشر بن ارطاہ کو بصرہ پر مقرر کیا اور عبداللہ بن عامر کو مصر پر اور ۳ سال کے بعد مکہ کی امارت مروان کو دی۔

(فصل) امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

غسل اور تکفین وتدفین اور نماز جنازہ کے بارہ میں اہل اخبار متفق ہیں کہ آنجناب کو جعدہ بنت اشعث بن قیس نے جو آپ کی بیوی تھی زھر دی اور سبب اس کا یہ تھا کہ یزید پلید نے اسماء بنت قیس جعدہ کی پھوپھی کو اس کے پاس بھیجا اور پیغام دیا اگر تو آنجناب کو زہر دے دے تو میں تجھ کو اپنے نکاح میں لے آؤں گا اور نقد روپے بھی دوں گا تو جعدہ نے اس بنا پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دی آپ ۴۰ روز بیمار رہے اور ایام مرض کے آخری دور میں آپ نے فرمایا میری چارپائی صحن میں لے چلو تو آپ کی چارپائی کو صحن میں لے آئے آپ نے کہا خدایا میں اپنے نفس کی تکلیف کا اجر تجھ سے طلب کرتا ہوں اس لیے کہ مجھ کو ایسی زحمت کبھی نہیں پہنچی اور ابونعیم نے حلیہ میں عمیر بن اسحاق سے روایت کی کہ میں اور ایک دوسرا شخص امام حسن رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیئے گئے تو آپ نے فرمایا اے فلاں مجھ سے کچھ پوچھ لو ہم نے کہا اس حالت میں ہم کچھ نہیں پوچھتے جس وقت آپ کو صحت ہوگی اس وقت پوچھیں گے راوی کہتا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ گھر میں تشریف لے گئے اور پھر واپس آئے اور فرمایا سوال کر مجھ سے اس سے پہلے کہ سوال نہ کر سکے گا یعنی میری وفات کے زمانہ میں سوال نہ کر سکے گا اور نہ مجھ کو جواب کی طاقت ہوگی میں نے کہا عافیت کے بعد میں تم سے سوال کرلوں گا تو آپ نے فرمایا کئی مرتبہ مجھ کو زہر دیا گیا مگر اس مرتبہ کی طرح زہر نہیں

دیا گیا کہ میرے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر نکل رہے ہیں راوی کہتے ہیں میں دوسرے روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ پر حالت نزع طاری ہے اور حسین رضی اللہ عنہ آپ کے سرہانے بیٹھے ہیں اور کہہ رہے ہیں اے میرے بھائی آپ کا کس پر گمان ہے آپ نے فرمایا اس کے قتل کے لیے مجھ سے پوچھتے ہو حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہاں تو آپ نے فرمایا جس پر میرا گمان ہے اگر اس نے مجھے زہر دیا ہے تو خداوند تعالیٰ منتقم حقیقی ہے خود بدلہ لے لے گا اور اگر وہ نہیں ہے تو میں جائز نہیں سمجھتا کہ کوئی بے گناہ مارا جائے بعد اس کے آپ کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (البقرہ:۱۵۶) اور تہذیب میں اسی طرح سے اسی راوی سے حدیث روایت کی راوی نے کہا کہ میں اور ایک دوسرا شخص امام حسن رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بیت الخلاء میں گئے اور واپس آئے اور فرمایا میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور میں نے ان ٹکڑوں کو لکڑی سے الٹ پلٹ کیا تو معلوم ہوا جگر کے ٹکڑے ہیں اور میں چند بار زہر دیا گیا لیکن مثل اس زہر کے میں نے نہیں لی اور ابن سعد نے عمران بن عبداللہ سے روایت کی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پیشانی پر قُلْ ھُوَ اللّٰہُ لکھی ہوئی ہے اس خواب کو آپ نے اپنے گھر کے لوگوں میں بیان کیا وہ بہت خوش ہوئے اور اس خواب کو سعید بن المسیب سے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ تعبیر اس کی یہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اجل نزدیک ہے تو اس خواب کے بعد چند روز آپ زندہ رہے اور پھر فوت ہو گئے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت

حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر النمیر ی القرطبی نے چند وجوہ سے روایت کی کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی اے میرے بھائی جس وقت رسول خدا ﷺ اعلی علیین کو تشریف لے گئے تو میرے باپ کی توقع تھی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وہ خلیفہ ہوں گے مگر خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اس وقت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے امیدوار تھے لیکن خلیفہ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوئے اور جس وقت عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو آپ نے خلافت کو چھ آدمیوں کے درمیان چھوڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ اب میں خلیفہ بنایا جاؤں گا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا اس کے بعد خلافت کے لیے مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہوا اور خلافت کے لیے تلواریں نیام سے نکلیں تو میں جانتا ہوں خدا تعالیٰ اہل بیت کے درمیان نبوت و خلافت جمع نہیں کرے گا اور میں جانتا ہوں کہ تجھ کو بے عقل اور سفیہان کوفہ خلافت کے لیے ابھاریں گے اور مدینہ سے نکالیں گے اور تجھ پر لازم ہے خلافت کو اختیار نہ کرنا اور نیز وصیت کی میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے اذن لے لیا ہے کہ جب میں مر جاؤں مجھ کو اپنے حجرہ میں دفن کرنا اور مجھ سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وعدہ کر لیا ہے یا تو از روئے حیا کے یا فی الحقیقت تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سے میرے دفن کے لیے اجازت طلب کرنا اگر اجازت دے دیں تو بہتر اور میرا گمان ہے کہ مردمان بنی امیہ کہ والی اس عہد کے ہیں کہ منع کریں گے مگر تم جھگڑا نہ کرنا اور فصول المہمہ میں اس روایت کے بعد اتنا اور ذکر کیا ہے کہ مجھ کو میرے نانا جان کے روضہ کے روبرو لے جانا اور تھوڑی دیر میرے جنازہ کو اس مبارک جگہ رکھنا تاکہ میں رسول اللہ ﷺ سے نیا عہد کروں بعدازاں مجھ کو جنت البقیع میں دفن کرنا اس لیے کہ آدمی وہاں آرام فرما ہیں اور مجھے ان کی پیروی کرنا ہے اور جب حسن رضی اللہ عنہ کو رسول خدا ﷺ کے پاس دفن کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دی کہ بہتر ہے حسن رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوں پس یہ خبر مروان کو پہنچی اس نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حسن رضی اللہ عنہ جھوٹ کہتے ہیں خدا کی قسم میں حسن رضی اللہ عنہ کو اس جگہ دفن ہونے نہیں دوں گا اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں دفن ہونے نہیں دیا جب یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ چند شخصوں کے ساتھ مسلح ہوئے اور مروان بھی مسلح ہوا تو یہ خبر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی فرمایا کیسے ظالم ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے بیٹے کو آپ کے پاس دفن کرنے سے منع کرتے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قسم دلا کر پوچھا کہ کیا تمہارے بھائی نے تم سے وصیت نہیں کی تھی کہ اس معاملہ میں جھگڑا نہ کرنا اگر نوبت لڑائی تک پہنچے تو مجھ کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کر دینا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنازہ کو بقیع میں لے گئے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر بنی اُمیہ میں سے کوئی نہیں آیا مگر سعید بن العاص کہ اس وقت وہ مدینہ منورہ کا امیر تھا تو حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم دیا اور فرمایا یہ

سنت ہے کہ بادشاہ یا اس کا نائب نماز جنازہ پڑھائے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنوامیہ سے کہا تھا کہ سعید بن العاص نماز جنازہ کے لیے چھوڑ و تا کہ جنازہ پر حاضر ہو تو وہ حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حسین و محمد و عباس ابی طالب کے بیٹوں نے آپ کو غسل دیا اور سعید بن العاص نے آپ پر نماز جنازہ پڑھی کہ مدینہ کا امیر تھا اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ذکر کیا کہ جب حسن رضی اللہ عنہ ریاض رضوان میں تشریف لے گئے تو جعدہ بنت اشعث نے یزید پلید کو کہلا بھیجا کہ جو کچھ تو نے وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر یزید نے جواباً کہا میں حسن رضی اللہ عنہ کے پاس تیرا رہنا پسند نہیں کرتا تھا تو اپنے پاس تجھ کو رکھنے کو کب پسند کر سکتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مظہر ہوئی۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ O (حج:11)

ترجمہ: ٹوٹا پایا دنیا اور آخرۃ میں یہی ہے وہ ظاہر خسارہ۔

فصول المہمہ میں روایت ہے جس وقت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بہت گھبرائے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھائی آپ کس لیے گھبرا رہے ہیں آپ رسول خدا ﷺ کے پاس اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے ہیں جو کہ آپ کے باپ ہیں اور آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا رہے ہیں جو آپ کی مائیں ہیں اور ماموں طاہر اور قاسم کے پاس جا رہے ہیں اور اپنے چچا جعفر و حمزہ رضی اللہ عنہما کے پاس جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے بھائی آج کے دن مجھ کو ایک ایسا امر پیش آیا جس کو میں نے دیکھا نہیں تھا یعنی موت یا الم زہر اور میں مخلوقات خدا کو دیکھ رہا ہوں کہ مثل

اس کے میری موت نزدیک آ گئی ہے اب میں خدا کے پاس جا رہا ہوں اس لیے کہ زہر نے میرے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور کر رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ کس نے مجھے زہر دیا ہے لیکن اس کا حکم میں خدا پر چھوڑتا ہوں اور تجھ کو قسم ہے اس معاملہ میں دم نہ مارنا اور میرا تابوت روضہ رسول خدا میں لے جانا اس کے بعد بقیع میں میری دادی کی قبر کے پاس دفن کرنا اور میرے لیے خونریزی نہ کرنا نیز آپ نے اپنے فرزندوں کے بارہ میں وصیت فرمائی اور ربیع الاول کی پانچویں تاریخ ۵۵ھ میں آپ رحمت حق پیوستہ ہوئے اور شیعہ کے نزدیک آخر مہینہ صفر میں رحلت فرمائی۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک

آپ کی عمر شریف کے بارہ میں بہت اقوال ہیں لیکن صحیح یہ ہے ۳ھ بتاریخ ۱۵ ماہ رمضان میں آپ پیدا ہوئے اور ۴۹ھ میں ریاض رضوان میں تشریف لے گئے اور آپ کی عمر شریف چھیالیس سال تھی اور آپ سات سال رسول مقبول ﷺ کے ساتھ رہے اور تیس سال آپ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے اس کے بعد آپ نو سال زندہ رہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وآلہٖ اور تہذیب التہذیب میں روایت ہے حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے وقت حاضر تھا اس میں اتنے آدمی جمع تھے اگر سوئی ڈالتے تو آدمیوں کے سروں پر پڑتی اور اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے لوگوں نبی کے بیٹے کو دفن کرتے ہو اور اس پر خاک ڈالتے ہو اور میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے جو شخص حسن کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد

فصل: آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بارہ میں اختلاف ہے لیکن چار پر متفق ہیں زید، حسن، عمر، عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سوائے ان کے اختلاف ہے دولابی نے کہا ہے کہ پانچ ہیں چار مذکورہ اور پانچویں ابراہیم اور ابن الخشاب نے کہا کہ آپ کے گیارہ فرزند ہیں سوائے ابراہیم کے چار مذکورہ اور سات ان کے علاوہ جن کے یہ نام ہیں، (۱) قاسم و (۲) حسین و (۳) عبدالرحمٰن و (۴) عبداللہ ثانی و (۵) احمد و (۶) اسماعیل و (۷) عقیل اور ابن الاحضرت کہا ہے کہ بارہ (۱۲) ہیں ان گیارہ مذکور کے علاوہ بارہویں۔ محمد ہیں لیکن اسمعیل و عقیل و احمد کا انکار کرتے ہیں بجائے ان کے ابوبکر و طلحہ و محمد ثانی کا اضافہ کرتا ہے تو اس روایت کی بنا پر بارہ بیٹوں کے یہ نام ہیں (۱) زید (۲) حسن (۳) عمر (۴) عبداللہ (۵) قاسم (۶) حسین (۷) محمد (۸) ابوبکر (۹) حمزہ (۱۰) جعفر (۱۱) طلحہ (۱۲) اسماعیل (۱۳) یعقوب (۱۴) عبدالرحمٰن (۱۵) عبداللہ ثانی اور ابوعبداللہ محمد بن النعمان المعروف شیخ مفید شیعہ کے امام و مقتدا نے کہا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کے آٹھ فرزند ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) زید (۲) حسن (۳) عبداللہ (۴) عمر (۵) قاسم (۶) حسین (۷) طلحہ (۸) عبدالرحمٰن اور بعض نے ان کو تطبیق دینے کے لیے کہا ہے۔ بیس فرزند ہیں (واللہ اعلم بالصواب) اب اولاد امام حسن رضی اللہ عنہ کی باالاتفاق زید و حسن سے ہے اور عمرو حسین سے اولاد موجود نہیں اور آنجناب کی لڑکیوں کے متعلق بھی اختلاف ہے بعض نفی کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں ایک لڑکی ہے جس کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا جو کہ امام

محمد باقر کی والدہ ہے اور ابن الاخضر نے کہا ہے پانچ لڑکیاں ہیں (۱) ام الحسن (۲) ام عبداللہ (۳) ام سلمہ (۴) ام الخیر (۵) ام تماضر رضی اللہ عنہن اجمعین شیخ مفید شیعی نے کہا کہ بنات امام حسین رضی اللہ عنہ سات ہیں (۱) فاطمہ (۲) ام سلمہ (۳) ام الحسنؓ (۴) ام الحسینؓ (۵) ام عبداللہ (۶) رقیہ (۷) فاطمہ ثانیہ اور صاحب کتاب مفتاح النجا نے کہا امام حسنؓ کی تین لڑکیاں ہیں (۱) فاطمہ (۲) رقیہ (۳) تماضر ام الحسن وام عبداللہ فاطمہ کی کنیت ہے اور ام الخیر ام الحسین کی تصحیف ہے زید وام الحسن یعنی فاطمہ کبریٰ اور ام الحسین کی والدہ ام بشر بنت ابی مسعود بن عقبہ بن عمر اور حسن بن حسن کی والدہ خولہ بنت منظور الفزاریہ ہے، اور حسین وطلحہ وفاطمہ صغریٰ کی ماں ام اسحاق بن طلحہ بن عبیداللہ تیمی سے عمر اور قاسم اور عبداللہ کی ماں ایک کنیز ہے اور بقیہ اولاد چند دیگر بطن سے ہے اور زید بن حسن بن علی مرد محسن اور جلیل القدر وکریم الطبع وکثیر الاحسان تھے مردمان عالم ان کی زیارت کے لیے آتے تھے اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ان کی تعظیم کرتے تھے نوے سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی اور وہ حدیث کی روایت اپنے باپ سے اور دیگر صحابہ کرام سے کرتے تھے اور اکثر تابعین نے ان سے روایت کی ہے اور آپ سے ایک لڑکا رہا جس کا نام حسن اور کنیت ابو محمد ہے اپنے وقت کا مرد فاضل ہے اور شاعران زمانہ اس کی مدح کرتے تھے اور اس نے حدیث کی روایت تابعین کی ایک جماعت سے کی اور خلقت نے ان سے روایت کی ۱۶۸ھ میں پچاسی برس کی عمر میں وفات پائی اور آپ کے سات لڑکے پیدا ہوئے ان میں سب سے بڑا لڑکا زید بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حسن بن زید کی ایک لڑکی مسماۃ نفیسہ تھی جو فاضلہ وفقیہہ تھی اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی شاگردی کی ہے اور قبر آپ

کی مصر میں زیارت گاہ خلائق ہے جسے کوئی حاجت ہو تو ان کو ثواب پہنچانے کے لیے ان کی نذر مان لے چاہے ایک روپیہ ہی کی مان لے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ کام ہو جاتا ہے اور حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کہ ان کو حسن مثنیٰ کہتے ہیں مرد فاضل و زاہد جلیل القدر اور عظیم المنقبت تھے اور آپ دختر امام حسین کے شوہر تھے روایت کی گئی کہ آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا کہ اپنی لڑکی سے ان کی نسبت کریں تو آپ کے چچا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو لڑکیوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر تو حسن بن حسن حیا کی وجہ سے خاموش رہے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ سے اپنی لڑکی فاطمہ کا نکاح کر دیا اور حضرت فاطمہ مذکورہ صورت و جمال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ اپنی دادی کے مشابہ تھیں اور حسن مثنیٰ معرکہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمرکاب تھے اور زخمی ہو گئے تھے اور پھر اہل بیت کے قیدیوں میں تھے اور آپ کو اسماء بنت الحکم نے قید سے چھڑایا کہ اس کو میرے ہمشیرہ زادے ابی جیان کی خاطر رہا کرو شاید ان کے درمیان قرابت ہو اور کہا خدا کی قسم یہ ابن خولہ کی طرف جانے نہ دیا جائے گا تو عمرو بن سعد نے اس کو چھوڑ دیا اور حسن مثنیٰ روایت حدیث اپنے باپ اور دیگر صحابہ سے کرتے ہیں اور اکثر تابعین وغیرہ نیز ان سے روایت کرتے ہیں اور حسن بن الحسن ۹۷ھ میں پینسٹھ برس کی عمر میں اس جہاں سے رخصت ہوئے اور شیخ مفید شیعی نے کہا پچاسی برس کی عمر میں ان کی وفات ہوئی واللہ اعلم امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کی کہ جب حسن مثنیٰ فوت ہوئے تو ان کی زوجہ بنت حسین رضی اللہ عنہ نے سال بھر تک قبر پر خیمہ لگایا اور معتکف ہوئیں ایک سال کے بعد اس قبہ کو دور کیا اور چلی ہاتف نے کہا کیا جس شخص کو تلاش کیا وہ ملا دوسرے نے جواب دیا بلکہ ناامید ہوئے

اور چل دیئے اور حسن مثنیٰ کے پانچ لڑکے تھے (۱) عبداللہ (۲) حسن (۳) ابراہیم فاطمہ بنت الحسین کے بطن سے تھے اور (۴) جعفر (۵) داؤدام ولد سے تھے اور عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو شیخ القراء کہتے ہیں ثقہ و بزرگ آدمی تھے اور زیادہ تر روایت حدیث اپنے باپ سے اور تابعین سے کرتے ہیں اور بہت لوگ ان سے روایت کرتے ہیں اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز آپ کی تعظیم کرتے تھے ۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور کی قید میں پچھتر سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور آپ کے چھ لڑکے تھے (۱) محمد (۲) ابراہیم (۳) یحییٰ لیکن محمد کنیت ان کی ابوعبداللہ اور لقب آپ کا نفس ذکیہ تھا مرد ثقہ و بزرگ و شجاع و جواد تھے اور ۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور پر خروج کیا اور مدینہ پر متصرف ہوئے اور ملک حجاز پر قابض ہوئے تو منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو آپ کے ساتھ لڑنے کے لیے بھیجا مدینہ کے اردگرد جنگ واقع ہوئی بتاریخ چہارم ماہ رمضان مذکور میں پچاس برس کی عمر میں اس جہان سے کوچ فرمایا اور روایت ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مدد کرنے اور آپ کے بھائی ابراہیم کی مدد کرنے کا لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے اور محمد تابعین کی جماعت سے روایت کرتے ہیں اور بہت لوگ آپ سے روایت کرتے ہیں ابوداؤد میں اور ترمذی میں اور نسائی میں آپ سے روائتیں ہیں اور آپ کے بھائی ابراہیم نیز شجاع و کریم تھے اور بصرہ میں منصور پر خروج کیا جبکہ ۱۴۵ھ تھا اور ماہ رمضان کا مہینہ تھا خلق کثیر آپ کے ساتھ جمع ہوئی منصور کی طرف سے سفیان بن معاویہ رضی اللہ عنہ بصرہ کا عامل تھا اس کا محاصرہ کیا ناگہاں محمد کی خبر شہادت پہنچی جو لوگ آپ کے ساتھ تھے منتشر ہو گئے اس کے بعد منصور نے ایک لشکر کو ابراہیم کے مقابلہ کے لیے نامزد کیا اس لشکر نے آپ کو شہید کیا اور اس

وقت آپ کی عمر مبارک ۴۸ سال کی تھی اور یحییٰ نے بھی ۱۷۶ھ میں شہر ویلم میں ہارون رشید پر خروج کیا ہارون رشید نے فضل بن یحییٰ برمکی کو ان کے مقابلہ کے لیے متعین کیا فضل نے آپ کو امن دیا اور آپ کو بغداد لے گیا وہاں پر آپ کی وفات ہوئی اور حسن بن حسن بن حسن بن علی کہ ان کو حسن مثلث بھی کہتے ہیں مرد ثقہ تھے اور ایک جماعت سے حدیث روایت کرتے ہیں اور جماعت ان سے روایت کرتی ہے اور ابن ماجہ ان سے روایت کرتے ہیں اور آپ کی وفات ارسٹھ سال میں ۱۴۵ھ میں ہوئی اور اس سال اہل بیت کی ایک جماعت فوت ہوئی جسے شیخ القراء عبداللہ بن الحسن بن الحسن اور آپ کے بیٹے محمد و ابراہیم اور آپ کے بھائی حسن مثلث و اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور حسن مثلث کی اولاد کثیر ہے لیکن عمرو بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے اور محمد بن عمر رضی اللہ عنہ بزرگان دین سے اور ان کے ثقات میں سے تھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی اور ان سے روایت کی ہے ایک جماعت نے مثل امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی کے اور امام قاسم و عبداللہ دو بیٹے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے میدان کربلا میں شہید ہوئے اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے تھے حج کرنے کے ارادہ سے مگر مقام ابواء میں فوت ہو گئے اور مہینہ محرم کا تھا اور حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب اکابر آدمیوں میں سے مرد فاضل تھے اور لوگوں میں اثرم مشہور تھے اور اثرم لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے آگے کے دانت ٹوٹے ہوئے ہوں اور طلحہ بن حسن بن علی سخی و کریم آدمی تھے لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ کے دوسرے فرزند جو آپ کی پشت سے

تھے صاحب کتاب نے کہاان کے حالات کا پتہ نہ چلالیکن اس قدر دریافت ہوا ہے کہ اولاد حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی زید بن حسن اور حسن بن حسن سے باقی ہے جیسا کہ شیخ عامل و عالم و عارف و کامل محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی اجلہ سادات حسینیہ سے ہیں اور کنیت آپ کی ابو محمد ہے اور نسب آپ کا اس طرح ہے شیخ عبدلقادر بن ابوصالح موسیٰ بن ابوعبداللہ یحییٰ بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی بن ابی طالب اور ماں آپ کی فاطمہ ثانی بنت ابوعبداللہ الصومعی الجیلی ہے اور ولادت آپ کی ۴۷۱ھ میں واقع ہوئی اور ۵۶۱ھ میں ریاض رضوان میں تشریف لے گئے اور قبر شریف آپ کی زیارت گاہ عالم ہے اور جملہ عارفین متفق ہیں کہ جتنی کرامتیں اور خرق عادات متواترہ و متوالیہ آپ سے ظاہر ہوئیں کسی شیوخ آفاق و مشائخ عالم سے ظاہر نہیں ہوئیں رحمۃ اللہ علیہ ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے جو کچھ اہل اخبار نے اپنی کتابوں میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کے فضل و رشاد اور صلاح و سداد اور علم و فضل و بلاغت و فصاحت و شعر و سخن کے متعلق لکھا ہے اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں لہٰذا اسی پر اختصار کیا گیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اجمعین

☆☆☆

باب: سوم

فصل اول: ولادت حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

جاننا چاہیے امام حسن رضی اللہ عنہ ۴ھ ماہ شعبان کی پانچ تاریخ کو پیدا ہوئے امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پچاس روز بعد آپ شکم مادر میں جلوہ گر ہوئے اور دس مہینے چند دن مادر خجستہ اختر کے شکم میں رہے اسقدر بزرگی وخوردی امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے درمیان تھی اور تہذیب میں ہے کہ ایک سال دس مہینہ کے بعد پیدا ہوئے اور جس وقت آپ پیدا ہوئے تو رسول خدا ﷺ نے آپ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور تمام قصہ نام رکھنے اور ختنہ کرنے کا جیسا کہ سبط بزرگ کے احوال میں گزرا ویسا ہی معاملہ آپ کیساتھ ہوا نام آپ کا حسین رضی اللہ عنہ اور کنیت آپ کی ابوعبداللہ ہے لیکن القاب آپ کے بہت ہیں چنانچہ سید و طیب وزکی ومبارک وتابع لمرضات اللہ وسبط رسول ﷺ و **سید شباب اہل الجنۃ** اور سینہ سے پاؤں مبارک تک رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور آپ کے زمانہ کا شاعر یحییٰ بن حکم اور ایک دوسری جماعت تھی اور دربان آپ کا اسعدی الجری تھا اور نقش آپ کی انگوٹھی کا لِکُلٍّ اَجَلٍ کِتَابٌ تھا اور آپ عالم باعمل عابد وزاہد وجواد و شجاع فصیح وبلیغ تھے اور اپنے پدر بزرگوار اور برادر کلاں کی طرح جامع صفات کمالیہ تھے اس فصل میں تھوڑا سا حال ان صفات کا ذکر کیا جائے گا فصول المہمہ میں ہے کہ آپ مہمان نوازی اور غریب پروری اور اعانت مظلوم اور صلہ رحمی اور انعام فقرآء ومساکین میں مشہور آفاق تھے اس پر اہل اخبار کا اتفاق ہے ضعیفوں اور مسکینوں اور

حاجتمندوں اور جن کو کپڑا میسر نہ تھا ان کی نقد پارچہ سے مدد کرتے تھے چنانچہ آپ کی سخاوت کی نقل امام حسن رضی اللہ عنہ کے احوال میں گزری کہ بڑھیا عورت کو ہزار درہم اور ہزار بکریاں دی تھیں، نیز روایت ہے کہ ایک شخص نے اونٹ کو بٹھا کر یہ اشعار آپ کی خدمت میں روانہ کیے

لَمْ یَبْقَ لِیْ بِمَا یُبَاعُ بِحَبَّةٍ
فَکَفَاكَ مُظْهِرُ حَالَتِیْ مِنْ مُخْبِرِیْ
اِلَّا بَقِیَتُ مَاءُ وَجْهِ صُنْتُهَا
مِنْ اَنْ تُبَاعَ فَقَدْ وَجَدتُّ الْمُشْتَرِیْ

ان ابیات کا ترجمہ یہ ہے سائل کہتا ہے میرے پاس کوئی چیز نہیں رہی جس کو ایک جو کی قیمت میں فروخت کیا جائے مگر میری آبرو ہے جس کو میں نے حفاظت سے رکھا ہے اب چونکہ خریدار مل گیا ہے تو چاہتا ہوں کہ اس کو بھی بیچ دوں ان ابیات کو بھیجنے کے بعد سائل نے تھوڑی دیر توقف کیا اور جانا کہ حرم سرائے سے جواب نہیں آیا پھر یہ اشعار لکھ کر بھیجے

مَاذَا اَقُوْلُ اِذَا رَجَعْتُ وَقِیْلَ لِیْ
مَاذَا اَصَبْتَ مِنَ الْجَوَادِ الْمُفْضَلِ
اِنْ قُلْتُ اَعْطَانِیْ کَذَبْتُ
وَاِنْ اَقُلْ بَخِلَ الْجَوَادُ بِمَالِهٖ لَمْ یُحْسِنَ

ترجمہ: یعنی جس وقت میں آپ کے دروازے سے ناامید واپس جاؤں گا اور لوگ مجھ سے سوال کریں گے کہ حسین سخی و کریم نے تجھ کو کیا دیا اس لیے میرا آنا

آپ کے آستانہ عالیہ پر دلیل ہے کہ میں محروم نہ گیا ہوں گا تو اگر میں لوگوں کے سوال کے جواب میں کہوں کہ حسین علیہ السلام نے مجھے اپنی بخشش سے نوازا ہے یہ میرا کہنا جھوٹ ہوگا اور اگر میں یہ کہوں کہ حسین سخی نے اپنے مال سے بخل کیا ہے اس بات کا اظہار اچھا نہیں ہے، تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے دس ہزار درہم اس کو عطا کیے اور یہ رباعی اس سائل کے جواب میں لکھی اور عذر کیا کہ جو کچھ میں نے تجھ کو دیا ہے قلیل ہے۔

رباعی

عاجلتنا فاتك باقل بدنا

فل وان امهلتنا لم تقلل

بهذا القليل كن كانك لم تسئل

ونكون نحن كاننا لم نفعل

ترجمہ: اے سائل تو نے جلدی کی اس جلدی کی بنا پر ہمارے احسان نے تجھ کو تھوڑا انعام دیا اگر تو فرصت دیتا تو اسقدر قلیل انعام نہ ہوتا تو اس قلیل کو لے اور سمجھ لے کہ تو نے سوال ہی نہیں کیا اور میں جان لوں گا کہ میں نے کچھ دیا ہی نہیں اور طبرانی سلیمان بن الھیثم سے روایت کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرر ہے تھے اور آپ نے چاہا کہ حجر اسود کا بوسہ لیں تو آدمیوں نے آپ کی لیے جگہ چھوڑ دی۔ فرزدق بن غالب شاعر آپ کی طرف دیکھ رہا تھا ایک شخص نے فرزدق سے پوچھا یہ کون ہے، تو فرزدق نے کہا

هٰذَالَّذِىْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاوَطَابَهُ

وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

ترجمہ: یہ وہ شخص ہے جس کو مکہ اور مدینہ پہچانتے ہیں اور زمین حل اور حرم پہچانتی ہے اور روایت ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شعراء کو انعام دینے کی وجہ سے ملامت فرما رہے تھے تو امام حسین نے عرض کی کہ آپ اس بات کو مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں کہ بہترین مال وہ ہے جو آبرو کو محفوظ رکھے اور یہ جواب بادب ہے اور شعراء کو انعام دینے پر مشعر ہے تا کہ وہ ہجو نہ کریں فصول المہمہ میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ رنجیدگی ہو گئی تھی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے التماس کی کہ میں تمہاری خوشنودی کے لیے سبقت کرتا لیکن میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص رنجید خاطر کو خوشنود کرے وہ اول بہشت میں جائے گا اس لیے میں نہیں چاہتا کہ بہشت میں داخل ہونے میں میں آپ سے سبقت لے جاؤں اس لیے کہ آپ بڑے بھائی ہیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ میری خوشنودی کے لیے قدم رنجہ فرمائیں تو امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک لونڈی آپ کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ لائی اور آپ نے اس کو سونگھا تو آپ نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ آپ نے پھولوں کے گلدستہ کے عوض لونڈی کو آزاد کر دیا تو حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے انس کیا تو نے نہیں سنا کہ حق سبحانہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا (النساء:۸۶) ترجمہ: جب تم کو کوئی تحفہ یا دعا دے تو تم اس کو اس سے بہتر

تحفہ یا دعاء دواور تحفہ بزرگ باحسن یہی تھا کہ میں اس کو آزاد کردوں اوراسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے احوال شریف میں اپنے رسالہ ائمہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن آپ کھانا تناول فرمارہے تھے کہ لونڈی پانی سے بھرا ہوا پیالہ آپ کے سر پر لیے ہوئے کھڑی تھی کہ اچانک پیالہ اس کے ہاتھ سے گرکر ٹوٹ گیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے لونڈی نے کہا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یعنی غصہ کو پی جانے والے امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کَظَمْتُ غَیْظِیْ یعنی میں نے غصہ کو پی لیا لونڈی نے کہا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ یعنی لوگوں کے گناہ معاف کرنے والے حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا عَفَوْتُ عَنْكِ میں نے تیرا گناہ معاف کیا اس کے بعد لونڈی نے کہا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران:۱۳۴) یعنی اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تجھ کو اللہ کے لیے آزاد کردیا اور آپ کی عبادت کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ آپ نے تلبیہ کہتے ہوئے پچیس حج پیادہ کیے ہیں فصول المہمہ میں روایت ہے کہ لوگوں نے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ تمہارے والد کو کیا ہوا کہ ان سے اولاد کمتر پیدا ہوئی تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اسقدر بھی جو اولاد ہوئی یہ بھی تعجب کی بات ہے۔

ورنہ آپ کو اتنی فرصت کہاں تھی جو عورتوں سے صحبت رکھتے رات دن میں ہزار رکعت پڑھتے تھے لیکن ہمت آپ کی یہ تھی کہ جس وقت حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج کے لیے مکہ تشریف لائے بہت سامال اور نفیس چیزیں

اورلباس فاخرہ وغیرہ آپ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ نے ان تمام چیزوں کو قبول نہ کیا اور آپ کا کلام اس درجہ فصیح و بلیغ تھا کہ کسی کو آپ کے روبرو دم مارنے کی طاقت نہ تھی اور آپ فرماتے تھے کہ حصول بزرگی غنائم کے حصول کا موجب ہے اس کے حاصل کرنے میں جلدی کرو اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ حاجتمندوں کا تمہارے پاس آنا اللہ تعالیٰ کے انعامات سے ہے اس کو غنیمت جانو اور ان کی حاجتوں کو پورا کرو اور فرماتے تھے جس نے سخاوت کو اختیار کیا سردار ہوا اور جس نے بخل اختیار کیا کمینہ ہوا اور آپ نے رسول خدا ﷺ اور اپنے پدر بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسروں سے حدیث روایت کی اور آپ سے آپ کے لڑکے علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور شواہد النبوۃ میں ہے کہ آپ اس قدر جمیل تھے کہ لوگ اندھیروں میں آپ کے رخساروں کی چمک سے راستہ چلتے تھے۔

فصل خاص:۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

(ان احادیث کے بیان میں جو آپ کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں)

شواہد النبوۃ میں روایت ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی داہنے ران پر بٹھائے ہوئے تھے اور اپنے بیٹے ابراہیم کو بائیں ران پر بٹھائے ہوئے تھے اتنے میں جبرائیل امین نازل ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس جمع نہیں کرے گا ایک کو آپ کے پاس سے لے جائے گا تو ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کریں تو آنحضرت ﷺ نے خیال کیا کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اس کا صدمہ میری جان پر اور علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جان پر ہوگا اور

اگر ابراہیم فوت ہوئے تو اس کا رنج والم زیادہ سے زیادہ میری جان پر ہوگا تو اپنے الم کو اختیار کرتا ہوں علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے الم پر چنانچہ اس کے تین روز بعد حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا لہٰذا جس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول خدا ﷺ کے پاس آتے تو آپ ان کے منہ کو چومتے اور مرحبا کہتے اور فرماتے کہ اس پر میں نے اپنے فرزند کو قربان کیا ہے ترمذی نے بسند خود یعلی ابن مرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں جو شخص حسین رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہے خدائے تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے اور حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے مخفی نہ رہے سبط لڑکی کے لڑکے کو کہتے ہیں اور گروہ کو بھی کہتے ہیں اول معنی ظاہر ہیں معنی ثانی پر اور اگر معنی ثانی لیے جائیں تو یہ معنی ہو گا کہ نیکوئی وحسنات میں مثل گروہ کے ہیں کہ اعمال خیر اس سے ایک جماعت کے برابر سرزد ہوتے ہیں اور بزرگ نفس اس کا انفاس کثیرہ متبرکہ کے مانند ہے نیز اشعار ہے اس امر پر کہ نسل آپ کی ان کی سے اولاد بہت باقی رہے گی لطائف الظرائف میں ایسا ہی ہے اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول خدا ﷺ کے روبرو کشتی لڑتے تھے آنحضرت ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کو فرماتے حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑو (یعنی داؤ سکھاتے) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور؟ چھوٹے کو بڑے پر حملہ کرنا سکھاتے ہو تو آپ نے فرمایا میں نہیں کہتا مگر جبرائیل اسی طرح کہہ رہے ہیں تاویل اس کے یہ ہے کہ اس معنی کا وقوع بر سبیل عادت وعرف ہو کہ چھوٹے کی خاطرداری بڑے سے زیادہ کرتے ہیں اور جبریل نے اسی بنا پر فرمایا ہو کہ ابن الاخضر یزید بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول خدا ﷺ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تجھ کو خبر نہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کے رونے سے مجھے ایذا پہنچتی ہے براابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے دوش مبارک پر بٹھایا ہوا تھا اور فرماتے تھے بار خدایا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ اے محبان صادق جبکہ حسین رضی اللہ عنہ کے رونے سے رسول خدا ﷺ کو اذیت پہنچتی تھی تو جن لوگوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا بعد میں ظالموں کے حوالہ کر دیا اور ظالموں نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو ظلم کی تلوار سے شہید کیا تو آنحضرت ﷺ کو کسقدر اذیت پہنچی ہوگی وَاِلَی اللّٰہِ مُشْتَکِیْ چنانچہ اہل عراق کے حماقت پر ترمذی بخاری میں روایت ہے کہ کسی نے احرام کی حالت میں مچھر کے مارنے کے متعلق دریافت کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سائل تو کسی جگہ کا رہنے والا ہے اس نے کہا میں اہل عراق سے ہوں تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عراقی مچھر کے مارنے کے متعلق تو فتویٰ پوچھتا ہے اور تمہاری قوم نے رسول خدا ﷺ کے نواسہ کو ذبح کر دیا اور میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے رسول خدا ﷺ فرماتے تھے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ باغ دنیا سے میرے پھول ہیں نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل عراق سے ایک شخص نے احرام کی حالت میں مکھی کے مارنے کے متعلق سوال کیا کہ گناہ ہے یا کہ نہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اہل عراق تم نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور میں نے رسول خدا ﷺ سے اس کے بارہ میں سنا

ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہر دو میرے پھول ہیں باغ دنیا سے اور اہل بہشت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور تہذیب التہذیب میں عبداللہ بن عثمان بن حثیم سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دعوت میں تشریف لے گئے تو آنحضرت ﷺ تمام آدمیوں سے ایک سو ہو گئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھے تو رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑیں مگر حسین رضی اللہ عنہ لڑکپن کیوجہ سے ایک طرف سے دوسری طرف چلے جاتے تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو پکڑا تو آنحضرت ﷺ نے ایک ہاتھ ان کی گردن کے نیچے اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور ان کا بوسہ لیا اور فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں اور خدائے تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے جو حسین رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے نیز اسی میں ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جب میں خوردسالہ تھا اور عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے تو میں منبر پر بیٹھا اور میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ میرے باپ کے منبر سے نیچے اتر جا اور اپنے باپ کے منبر پر جا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے باپ کا منبر نہیں ہے، یہ کہا اور مجھ کو اپنے پاس برابر بٹھا لیا تو جس وقت عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترے تو مجھ کو اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے پوچھا کہ تجھ کو یہ بات کس نے سکھائی تھی میں نے کہا قسم بخدا یہ بات مجھے کسی نے نہیں سکھائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اے شہزادے مجھ پر کیوں ناراض ہوئے تھے امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امیر المؤمنین کی خدمت میں گیا آپ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلوت گزیں تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر تھے تو عبداللہ بن عمر رضی

اللہ عنہ دروازے سے واپس چلے گئے تو میں بھی واپس چلا گیا تو چند روز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا میں نے چند روز سے تم کو نہیں دیکھا میں نے کہا اے امیر المؤمنین میں فلاں دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلوت گزیں تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دروازہ پر تھے وہ لوٹ گئے تو میں بھی واپس لوٹ گیا تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حسین رضی اللہ عنہ تمہارا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عالی مرتبہ ہے، تم کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور تم کو میں نبی ﷺ کے بعد مرتبہ میں سمجھتا ہوں یہ واقعہ ثابت کر رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسقدر اہل بیت سے محبت تھی مگر شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام اہلبیت کے دشمن تھے اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ سُوْءِ الْعَقِیْدَۃِ۔

فصل: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر مخصوص احادیث

ابن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارہ پر شہید ہو گا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا میرا لڑکا حسین رضی اللہ عنہ میری وفات کے بعد زمین طف میں شہید کیا جائے گا اور مجھ کو اس جگہ کی خاک دے دی گئی ہے اور وہ زمین اس کا مدفن ہو گی۔ جاننا چاہیے طف دریا کے کنارہ اور جنگل کی جانب کو کہتے ہیں اور کربلا اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دریائے فرات اور جنگل کے کنارہ واقع ہے ابن سعد نے طبقات میں اور طبرانی نے معجم

کبیر میں ام فضل بنت الحارث زوجہ حضرت عباس عم رسول اللہ ﷺ سے روایت کی میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک پریشان خواب دیکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیان کرو میں نے عرض کی کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جگر کا ٹکڑا جدا ہو کر میری گود میں آپڑا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے اچھا خواب دیکھا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکا پیدا ہوگا اور تیری بغل میں وہ پرورش پائے گا تو امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور میری گود میں رہے جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا تو ایک دن میں نے حسین رضی اللہ عنہ کو رسول خدا کی گود میں دیا جب میں نے رسول خدا ﷺ کی طرف دیکھا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ رسول خدا ﷺ رو رہے ہیں تو میں نے عرض کی اے نبی اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں رونیکا کیا سبب ہے تو آپ نے فرمایا جبرائیل آیا اور اس نے خبر دی کہ میری امت اس لڑکے کو شہید کرے گی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ایسا ہی ہوگا تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اس زمین کی سرخ مٹی مجھ کو دے دی ہے اور ابن سعد نے حضرت علی اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے اور امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ابویعلی نے حضرت علی اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابوامامہ باھلی سے اور انس رضی اللہ عنہم سے اور ابن عساکر نے ام سلمہ وام الفضل بنت الحارث سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس سے پہلے جبرئیل میرے پاس کھڑے تھے اور مجھ سے بیان کر رہے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے اگر آپ فرمائیں تو آپ کو اس جگہ کی خاک سونگھاؤں تو میں نے کہا ہاں سنگھاؤ تو جبرئیل نے اپنے ہاتھ کو لمبا کیا اور اس جگہ کی مٹی کی ایک مٹھی

مجھ کو دی اور اس وقت سے میں بے اختیار رو رہا ہوں اور ایک روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو جبرئیل نے خبر دی کہ میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ زمین عراق میں شہید کیا جائے گا تو میں نے جبرائیل سے کہا مجھے اس زمین کی مٹی دکھلا کہ جس میں حسین رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا تو جبرئیل اس جگہ کی مٹی لایا اور وہ یہ ہے اور طبرانی میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بایں طور پر روایت ہے کہ جبرئیل میرے گھر میں تھے تو انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کو دوست رکھتے ہیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں؟ دنیا میں دوست رکھتا ہوں تو جبرئیل نے کہا قریب ہے کہ آپ کی امت اس کو اس زمین میں قتل کرے گی کہ جس کو کربلا کہتے ہیں تو جبرائیل اس زمین کی خاک لائے اور مجھ کو دکھلائی اور ابن عساکر ایک اور روایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے لائے ہیں کہ جبرائیل نے وہ خاک کہ جس پر حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے جائیں گے رسول خدا ﷺ کو دکھائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا سخت غضب حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل پر ہوگا اور طبرانی معجم کبیر میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا میں تجھے ایک ایسی بات سناتا ہوں جس کو سن کر تجھے تعجب ہوگا کہ مجھ پر ایک فرشتہ نازل ہوا جو اس سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا اور اس نے کہا کہ آپ کا لڑکا حسین رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا اور کہا اگر آپ چاہیں تو میں اس کے مقتل کی خاک لا کر آپ کو دکھاؤں تو وہ فرشتہ وہاں کی خاک لایا اور مجھ کو وہ خاک سرخ دکھائی اور محدث خلیل نے اپنی کتاب ارشاد میں عائشہ صدیقہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما سے اس لفظ سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ میرا

لڑکا حسین رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا اور یہ مٹی اس کے قتل کی جگہ کی ہے اور دیلمی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قتل حسین کی مجھے خبر مل گئی ہے اور اس جگہ کی خاک مجھے دے دی گئی اور قاتل اس کا معلوم گیا اور بغوی نے اور ابن السکن نے اور ابن مندہ وابن عساکر نے انس بن حارث بن منبہ سے روایت کی اور انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا یقیناً میرا بیٹا حسین قتل کیا جائے گا زمین عراق میں کہ اس کو کربلا کہتے ہیں تو تم میں سے جو اس وقت حاضر ہو اس کی مدد کرنا اور حاکم نے امالیہ میں سند ضعیف سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے اہل نجران سے ایک غار کو کھودا تو اس میں سے ایک سونے کی تختی نکلی کہ اس پر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس شعر کو لکھا ہوا تھا۔

اَتَرْجُو اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا شفاعۃَ جَدِّہٖ یومَ الْحِسَاب

ترجمہ: کیا وہ گروہ جو حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا اس کے نانا جان کی شفاعت کی امید رکھتا ہے یعنی اس کی شفاعت نہیں ہوگی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن معنا صحیح ہے کہ دوسری حدیث میں قاتلین کے حق میں عدم شفاعت وارد ہے۔

تو اس تختی کو رسول خدا ﷺ کی خدمت میں لائے آپ نے اس کو پڑھا اور روئے اور فرمایا جو مجھے ایذا دے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور خطیب بغدادی نے ابن عباس اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میری ہجرت کے ساٹھ سال گزرنے کے بعد حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگا اور ابن عساکر حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

حضور ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں ابلق کتا میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈال رہا ہے اور طبرانی نے معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یزید کو برکت نہ دے حسین کے قتل کی خبر دی گئی اور اس کے مقتل کی خاک میرے پاس لائی گئی اور اس کے قاتل سے مجھے خبر دی گئی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حسین رضی اللہ عنہ اس قوم کے درمیان قتل کیا جائے گا کہ وہ اس کے قتل سے منع نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے سینوں اور دلوں میں خلاف کو پیدا کرے گا اور ان پر ان میں سے بدترین مسلط کرے گا جاننا چاہیے کہ ابلق کتے سے مراد شمر پلید ہے کہ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور اصرار کیا جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا اور ان میں سے بدترین کے مسلط ہونے سے شاید مروان ہو کہ بعد یزید کے بادشاہ ہو گیا تھا یا مختار مراد ہو کہ ان پر غالب ہو گیا تھا اور نبوۃ کا مدعی ہو گیا تھا جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا اور ابن عساکر نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے اس میں یزید کا نام مذکور ہے اور اس پر لعن وطعن کا ذکر اور ابو یعلی نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہمیشہ اس دین کی بنا پر ایک انداز پر رہے گی یہاں تک کہ اس میں بنی امیہ سے ایک شخص رخنہ اندازی کرے گا اور اس کو یزید کہتے ہیں اور یزید کا لفظ ایک دوسری روایت میں بھی آیا ہے کہ ابو یعلی اور حافظ ابو عبداللہ نعیم سے مروی ہے انہی الفاظ کے ساتھ اور ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی اور روحانی اور حافظ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیشاپوری اور بیہقی اور ابن عساکر اور ضیاء نے ابوذر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اول جو شخص میرے طریقہ میں تغیر پیدا کرے گا وہ بنی امیہ سے ایک شخص ہوگا اس کو یزید کہتے ہیں

اور ما ثبت بالسنہ اور مفتاح النبی وصواعقہ محرقہ میں روایت ہے کہ بارش کا فرشتہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آیا اور اس نے رسول خدا ﷺ کی زیارت کرنا چاہی تو حضور ﷺ نے اس کو بلایا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم باہر چلی جاؤ اور دروازہ کی نگہبانی کرو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا دروازہ پر چلی گئیں کہ ناگہاں حسین رضی اللہ عنہ آئے اور کود کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے آنحضرت ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کے منہ کو چومتے تھے کہ اس فرشتہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کو آپ دوست رکھتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ہاں فرشتہ نے کہا قریب ہے کہ آپ کی امت اس کو قتل کرے گی اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کو وہ زمین دکھلاؤں تو اس فرشتہ نے وہ زمین دکھلائی اور سرخ مٹی آنحضرت ﷺ کو دی اور نبی کریم ﷺ نے وہ مٹی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دی اور دیگر محدثین نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر اس میں فرشتہ کا نام جبرائیل ہے اور امام احمد کی روایت میں یوں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ خاک رسول خدا ﷺ نے مجھے دی اور فرمایا یہ خاک حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی ہے۔

جس وقت یہ خاک خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس خاک کو میں نے ایک شیشی میں محفوظ رکھا ہوا تھا میں کہا کرتی تھی کہ جس دن یہ خاک خون ہو جائے گی وہ دن از روئے حادثہ کے بہت بڑا ہوگا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اس خاک کو دیکھا کہ وہ سرخ ہو گئی تھی جس دن کہ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تھا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرشتہ کربلا سے سنگریزے اٹھا کر لایا تھا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیئے تھے وہ خون ہو گئے تھے نیز صواعق محرقہ وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس وقت

آپ جنگ صفین میں تشریف لے گئے تو جب آپ ایک جگہ پر پہنچے جو دریا فرات کے کنارہ پر ہے اور اس کو نینویٰ کہتے ہیں تو آپ نے اس جگہ کا نام دریافت فرمایا کہا گیا اس جگہ کا نام کربلا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے اتنا روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کے بعد فرمایا ایک دفعہ میں رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ رو رہے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں رونے کا کیا سبب ہے۔

تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھ کو خبر دی کہ میرا لڑکا حسین فرات کے کنارے کہ اس کو دشت کربلا کہتے ہیں شہید کیا جائے گا اور جبرئیل نے ایک مٹھی خاک کی مجھے سونگھائی اس وقت سے میں رو رہا ہوں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ایک مقام تھا ملاقات کے وقت جبرائیل علیہ السلام اس بالا خانہ میں تشریف لایا کرتے تھے ایک دن رسول خدا ﷺ بالا خانہ پر تشریف لے گئے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کوئی شخص مطلع ہو کہ میرے پاس نہ آئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کے بغیر اوپر چلے گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ کون ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے اور ان کو اپنی ران پر بٹھا لیا جبرئیل نے فرمایا عنقریب آپ کی امت ان کو قتل کرے گی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میری امت ان کو قتل کرے گی کہا ہاں میں خبر دوں آپ کو اس زمین سے پھر عراق کی طرف اشارہ کیا اور جبرئیل اس زمین سے سرخ مٹی اٹھائی اور رسول خدا ﷺ کو دکھائی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ اس کا مقتل ہے۔

ابن الاخضر اصبغ ابن یبانہ نے روایت کی انہوں نے کہا: جس جگہ اب حسین رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے وہاں پر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پہنچا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا یہ جگہ اہلبیت کے اونٹوں کے بیٹھنے کی ہے اور یہ محل اہلبیت کے اسباب رکھنے کا ہے اور اسی جگہ آل محمد ﷺ کے جوان شہید کیے جائیں گے اور ان پر زمین و آسمان روئیں گے اور تہذیب التہذیب میں عبداللہ بن یحییٰ سے روایت ہے کہ ان کا باپ یحییٰ کہتا تھا جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین کی طرف تشریف لے گئے میں ان کے ہمراہ تھا اور آپ کے وضو کا سامان میرے پاس تھا تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ موضع نینویٰ میں پہنچے فرمایا اے ابوعبداللہ کنارہ فرات پر صبر کرنا میں نے عرض کی حضور کون سے ابوعبداللہ کو آپ فرما رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں ایک روز نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ رو رہے تھے میں نے عرض کی حضور کیوں رو رہے ہو فرمایا تمہارے آنے سے پہلے میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے کہا حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے قتل کیے جائیں گے نیز تہذیب میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ سو رہے تھے پھر بیدار ہوئے تو آپ کا سانس تند و تیز تھا اس کے بعد پھر سو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد بیدار ہوئے تو آپ کا تنفس پہلے کی نسبت کم تھا پھر آپ سو گئے اور پھر بیدار ہوئے تو آپ کے دست مبارک میں سرخ مٹی تھی اور اس کو الٹ پلٹ کر رہے تھے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے فرمایا جبرائیل نے مجھے خبر دی کہ حسین رضی اللہ عنہ زمین عراق میں شہید کئے جائیں گے اور یہ خاک

اس جگہ کی ہے اسی طرح کی بہت سی نقول واحادیث ہیں اختصار کی بنا پر چھوڑ دیں گئی شَــواهِدُ النّــبُّوۃ میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی رات دیکھا کہ رسول خدا ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے ایک زمانہ کے بعد دروازہ سے واپس آئے تو آپ کے بال مبارک الجھے ہوئے اور گرد آلود تھے اور ایک چیز ہاتھ مبارک میں پکڑی ہوئی تھی میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا حالت ہے کہ میں دیکھ رہی ہوں فرمایا آج رات مجھ کو موضع عراق میں لے گئے کہ اس کو کربلا کہتے ہیں امام حسین رضی اللہ عنہ اور میرے فرزندوں کی قتل کی جگہ مجھے دکھائی ان کا خون میں نے اٹھایا اور یہ میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے ہاتھ کھولا اور فرمایا اس کو لے اور حفاظت سے رکھ۔

غنیۃ الطالبین میں ہے

کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے لکھا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ میرے حجرے میں تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے دیکھا رسول خدا ﷺ کو کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک پر کھیل رہے تھے اور رسول خدا ﷺ کے دست مبارک میں تھوڑی سی مٹی تھی اور اشک مبارک جاری تھے تو میں نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیا حالت ہے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں یہ کونسی مٹی ہے اور آپ کس لیے رو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں جس وقت خوش تھا کہ حسین میرے سینہ پر کھیل رہے تھے جبرئیل آیا اور اس نے مجھ کو مٹی دی اور کہا اس مٹی پر امام

حسین رضی اللہ عنہ کوقتل کیا جائے گا اس وجہ سے میں رو رہا ہوں۔

فصل : سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان عداوت۔

جاننا چاہیے جب ۴۱ھ میں امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہوئی اس سال کو سال اتفاق کہتے ہیں اس لیے کہ اس سال میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کا ایک خلیفہ پر اتفاق ہوا اور اس سال میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور ۴۳ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملک رے وغیرہ از بلاد سیستان وکوران اور سوڈان کو ولایت حبش سے فتح کیا اور ۵۰ھ میں بعد وفات امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی یہ پہلا امر ہے کہ اسلام میں اس کا وقوع ہوا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو لکھا کہ اہل مدینہ سے یزید کے لیے بیعت لو چنانچہ مروان نے خطبہ دیا اور کہا کہ امیر المومنین نے اس بات میں مصلحت دیکھی ہے۔

کہ تم پر اپنے بیٹے یزید کو طریقہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر خلیفہ مقرر کرے یہ بات سن کر عبدالرحمٰن بن ابی بکر اٹھے اور بولے نہیں نہیں بلکہ قیصر وکسریٰ کے طریقہ پر اپنے بیٹے کو خلیفہ بنایا کیونکہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا اور نہ ہی اپنے گھر والوں میں سے کسی کو خلیفہ بنایا تھا اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۵۱ھ میں حج کے ارادے اور اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لینے کے ارادے سے حجاز میں آئے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آئے تو

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ تم کہا کرتے تھے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں رات کو آرام کروں اور مجھ پر کوئی امیر نہ ہو یعنی کہا کرتا تھا اگر بادشاہ نہ ہوتا تو رات کو سونا پسند نہ کرتا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور میں ڈرتا ہوں کہ تو مسلمانوں کی نافرمانی کرے اور ان کے درمیان فساد برپا کرے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تم سے پہلے کئی خلیفہ گذرے ان کے لڑکے تھے جو تمہارے لڑکے سے بہتر تھے تو انہوں نے اپنے لڑکے کو خلیفہ نہیں بنایا اور انہوں نے خلافت کو مسلمانوں پر چھوڑا کہ مسلمان جس کسی کو خلافت کے لائق سمجھیں اس کو اپنا خلیفہ مقرر کرلیں اور تم مجھ کو ڈراتے ہو کہ میں مسلمانوں کی نافرمانی کروں گا اور ان کو مشقت میں ڈالوں گا تو میں ایسا نہیں کروں گا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں تو جب مسلمان کسی ایک امر پر قرار پکڑیں گے تو میں بھی انہی میں سے ہوں تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے خیر و برکت دے۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو طلب کیا اور اس امر کے بارہ میں کلام شروع کیا تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کلام قطع کر کے کہا اے معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو خلیفہ مت بناؤ اور اس امر کو مسلمانوں پر چھوڑ دو یہ کہہ کر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے کہا ٹھہرو ایسا نہ ہو کہ اہل شام تجھ کو قتل کریں یہاں تک کہ میں وہاں آؤں اور ان سے کہوں کہ انہوں نے بیعت کرلی ہے بعد از ان عبداللہ بن زبیر کو بلایا اور کہا اے ابن زبیر تو مثل لومڑی کے ہے ایک سوراخ سے نکلتا

ہے اور دوسرے میں داخل ہوتا ہے اور تو نے ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو ورغلایا ہے اور ان کو ان کی عقل کے خلاف صلاح دی ہے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تو یزید کو خلیفہ مقرر کرتا ہے تو آپ الگ ہو جا اور اپنے بیٹے کو لا تا کہ ہم اس سے بیعت کریں اگر ہم نے تمہاری بیعت کی ہے تو تمہارے لڑکے کی بیعت کرنے کو بھی تیار ہیں اور کسی شخص کے لیے تمہاری اطاعت نہ کریں خدا کی قسم تم دونوں کی بیعت قیامت تک درست نہ ہوگی اس کے بعد ابن زبیر چلے گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور نعت مصطفیٰ ﷺ کے بعد کہا میں نے لوگوں کی باتوں کو جھوٹ پایا میرا گمان تھا کہ ابن عمر و ابن ابی بکر اور ابن زبیر یزید کی بیعت نہ کریں گے لیکن وہ اس کے مطیع و منقاد ہیں اور انہوں نے اس کی بیعت کر لی ہے تو اہل شام نے کہا ہم راضی نہیں تاوقتیکہ وہ علانیہ بیعت نہ کریں ورنہ ہم ان کو قتل کریں گے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم کیسے لوگ ہو کہ قریش کے ساتھ شر و فساد کرنے پر آمادہ ہو قسم بخدا اس قسم کی گفتگو میں دوبارہ نہ سنوں گا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترے لوگوں نے ابن عمر اور ابن ابی بکر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے پوچھا انہوں نے کہا ہم نے بیعت نہیں کی نیز حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دو شخصوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کام خراب کیا ہے ایک عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ قرآن شریف کو نیزوں پر باندھیں دوسرے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ عامل کوفہ تھے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خط لکھا کہ اس خط کے پہنچتے ہی اپنے

آپ کو معزول سمجھ اور جلد میرے پاس پہنچ انہوں نے آنے میں توقف کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے توقف کا سبب دریافت کیا انہوں نے کہا میں ایک کام کا بندوبست کر رہا تھا اس لیے مجھے دیر لگی معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کیا کام تھا کہا آپ کے مرنے کے بعد میں لوگوں سے یزید کی بیعت لے رہا تھا قیصر و کسریٰ کے طریقہ پر جب وہ کوفہ واپس گئے لوگوں نے پوچھا امیر معاویہ کو کس طرح چھوڑا کہا کہ اس کا پاؤں میں نے گمراہی میں ڈال دیا ہے قیامت تک وہ اسی میں رہے گا۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام سے مشورہ کیا اہل شام نے قبول کیا اور یزید سے انہوں نے بیعت کر لی اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوسرے شہروں کی طرف خطوط لکھے اور لوگوں سے اپنے لڑکے کی بیعت چاہی اور مروان کو لکھا کہ لوگوں سے یزید کی بیعت لے مروان نے خطبہ پڑھا لوگوں کو جمع کیا لوگوں سے طریقہ ابوبکر و عمر پر بیعت کی استدعا کی تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جیسا کہ گزرا اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۵۱ھ میں حج کے لیے آئے اہل حجاز اور اہل حرمین سے اپنے بیٹے کے لیے بجبر و اکراہ بیعت لی مگر مدینہ والوں میں سے حسین بن علی و عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی اور اہل مکہ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی۔

الحاصل: ان پانچ شخصوں نے بیعت نہیں کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت انعام و اکرام دیئے سختی و نرمی کی مگر انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے جانا کہ یہ لوگ بزرگ صحابہ کرام میں سے ہیں اور اولاد صحابہ کرام جس طرح سے ہو سکے ان سے بیعت لینی چاہیے تا کہ کوئی شخص میرے بعد کسی اور کو خلیفہ نہ بنائے۔

لہٰذا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور بہت مال ان کو دیا اور کہا تم بیعت کرو انہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا اور کہا اے معاویہ تم رسول خدا ﷺ کا طریقہ اور ان کے خلفاء کا طریقہ اختیار کرو اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی کسی کو اپنے رشتہ داروں میں سے خلیفہ مقرر نہ کیا اس کام کو لوگوں کے مشورہ پر چھوڑا۔

تو مسلمانوں نے اپنے اتفاق سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس جہان فانی سے کوچ کیا اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ مقرر نہ کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہ اپنے زمانہ کے افضل تھے خلافت کے لیے ان کو مقرر کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آپ نے چھ شخصوں کے بارہ میں فرمایا ان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر لینا اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ بنانے کے لیے نہیں فرمایا تو لوگوں نے ان چھ شخصوں میں سے ایک کو خلیفہ منتخب کر لیا معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث میں علی و عثمان رضی اللہ عنہما کا اسم مبارک نہیں لیا اس لیے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا اس لیے ان کا اسم شریف عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ زبان پر نہیں لائے اور کہا لوگوں نے ان میں سے ایک شخص کو خلافت کے لیے اختیار کیا اور مختار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا اور کہا میں کل خطبہ دوں گا کوئی شخص قطع کلام نہ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اس مجمع میں تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے فضائل اور اس کی شجاعت و بہادری کا ذکر کیا اور اہل شام کے بیعت کرنیکا ذکر کیا اور اہل شام سے کہا انہوں نے بیعت کر لی ہے لوگوں کو اہل شام کے خوف سے

جواب دینے کی طاقت نہ تھی ناگاہ یہ بزرگوار اٹھے اور انہوں نے کہا ہم نے یزید کی بیعت نہیں کی اور بعض آدمی اسبات کی تصدیق نہیں کرتے تھے اور ترجمہ طبری میں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن زیاد کو اطراف ممالک میں لوگوں سے یزید کی بیعت کے لیے بھیجا تھا مگر پانچ اشخاص مذکورہ نے بیعت نہ کی جیسا کہ ابھی مذکور ہوا ہے جب معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے آئے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو بہت مال و متاع دیا اور کہا۔ یزید کی بیعت کرلو انہوں نے کہا اگر عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیعت کرلیں گے تو میں بھی کرلوں گا یہ بات یزید کے لیے ان تمام حضرات کی طرف سے باعث رنج و عداوت تھی اور سوائے اس کے بھی ایک وجہ یزید کے رنج کی یہ تھی جس کا ذکر مختصر طبری میں ہے اور وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی عورت کو طلاق دی ہوئی تھی تو یزید نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اس عورت کے پاس اپنا پیغام نکاح دینے کے لیے بھیجا راستے میں قثم بن عباس رضی اللہ عنہ ان سے ملے انہوں نے دریافت کیا اے ابوموسیٰ کہاں جاتے ہو انہوں نے کہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی کو یزید کی خواستگاری کا پیغام دینے جارہا ہوں قثم بن عباس نے کہا اگر ہو سکے تو میری طرف سے بھی نکاح کا پیغام دے دینا اتفاق سے حسین رضی اللہ عنہ نے بھی کسی کو بھیج کر اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس عورت کے پاس آئے تو انہوں نے یزید اور قثم کا پیغام دیا اور نکاح کرنے کی بابت سنایا اس عورت نے کہا مجھے حسین بن علی رضی اللہ عنہ بھی چاہتے ہیں تو آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر دنیا چاہتی ہے تو یزید

کو اختیار کر اگر خوبصورتی چاہتی ہے تو قثم کو قبول کر اور اگر آخرت چاہتی ہے اور نسب بھی تو حسین رضی اللہ عنہ کو اختیار کر تو اس عورت نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پسند کیا یزید پلید اس بات سے بہت ناراض ہوا اور اس نے قسم کھائی اگر حسین رضی اللہ عنہ پر میں نے قدرت پائی تو ضرور اس کو قتل کروں گا نیز ایک دوسری وجہ۔

تہذیب التھذیب سے معلوم ہوتی ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خروج پر تحضیض و ترغیب دلائی تھی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تھا اور جب کوفیوں سے استدعا کی خبر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کی اے ابو عبداللہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کے شیعہ آپ کو خراج کے لیے ابھار رہے ہیں تو آپ ہرگز معاویہ رضی اللہ عنہ پر خروج نہ کرنا اس لیے کہ میں نے آپ کے باپ سے سنا ہے کہ وہ کوفہ میں فرماتے کہ میں کوفہ کا حاکم ہوا ہوں لیکن وہ مجھے دشمن سمجھتے ہیں اور ہرگز میں نے ان سے وفا نہیں دیکھی اور ان سے مجھے سوائے نیزہ مارنے کے اور زخم پہنچانے کے کوئی فائدہ نظر نہ آیا خدا کی قسم نہ ان کو ثبات ہے اور نہ ہی ان کا عزم درست ہے اور ان کو نیزہ کھانے کی طاقت نہیں ہے اور اسی میں ہے کہ بعد وفات امام حسن رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جامع مسجد میں طلب کیا اور کہا ہم کو حسن کی رائے اور آپ کی رائے معلوم ہوئی یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کو ترک کر دیا لیکن تم دوبارہ خروج نہ کرو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں خدا سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے خروج سے باز رہنے کی محبت عطا فرمائے یا ظالموں سے جہاد کرنے کی قوت عطا فرمادے جب مروان کو اس معاملہ کی خبر ہوئی اس نے امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کو لکھا میں امام حسین رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہوں کہ وہ تم پر خروج کرے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ عہد و پیمان کی دوستی عطا فرماتا ہے اس کو لائق ہے کہ وہ وفائے عہد کرے اور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تمہاری قوم تم کو خروج کی دعوت دیتی ہے اور تم خوب جانتے ہو کہ اہل عراق نے تمہارے باپ اور بھائی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے لہٰذا تم خدا سے ڈرو اور عہد کی حفاظت کرو تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں تحریر کیا کہ خط آپ کا پہنچا میرے خروج کا ارادہ کسی نے آپ سے غلط کہا ہے اور اس کا یہ کام اچھا نہیں ہے اور میرا ارادہ آپ سے جنگ کرنے کا نہیں ہے، اور آپ کو میری مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور نہ مجھ کو آپ کی مخالفت کرنی چاہیے جب یہ خط امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملا کہا میں نے ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بہتر پایا۔

تاریخ الخلفآء وغیرہ میں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ملک شام میں گئے عتبہ بن قیس کہتا ہے کہ ایک روز انہوں نے خطبہ پڑھا جس کا یہ مضمون ہے بار خدایا میں نے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا ہے اس جہت سے میں نے اس کو بزرگ پایا ہے تو تو اس کو اس فضلیت پر پہنچا جس کا میں نے اس کے بارہ میں خیال کیا ہے اور اگر میں نے اس کو حب وشفقت پدری کی وجہ سے والی امر بنایا ہے تو اس کو اس مرتبہ پر پہنچنے سے پہلے ہمارے درمیان سے اٹھا لے آخر کار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا جانشین بنایا اور تہذیب التہذیب اور ترجمہ طبری میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو وصیت کی کہ مرتبہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو نگاہ میں رکھنا اس لیے کہ تمام لوگ بوجہ قرابت رسول اللہ ﷺ دوست رکھتے ہیں اس لیے تو ان کے ساتھ سلوک رکھو اور ان

کی خاطر و تواضع میں کمی نہ کرو اور ترجمہ طبری میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا اے میرے لڑکے جو کچھ چاہئے تھا وہ میں نے کر دیا جہاں کے جنگجوؤں اور شجاعان عرب کو میں نے شکست دے دی اور تیرے لیے اپنی زندگی میں بیعت لے لی مگر پانچ شخصوں نے بیعت نہیں کی میں ان کے بارہ میں جو کہوں تجھ سے وہ کرنا اول عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ایک آرام طلب آدمی ہے اس کو جو چیز چاہیے وہ دے دینا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبادت میں مشغول ہے وہ سلطنت نہیں چاہے گا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے غافل نہ رہنا یہاں تک کہ وہ بیعت کرے ورنہ اس کو قتل کر دینا اور اگر حسین بن علی رضی اللہ عنہما تجھ سے بیعت کرے تو بہتر ورنہ اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور اہل مکہ و مدینہ کو اچھا سمجھنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ہمسایہ ہیں اور جلوۃ السعداء میں بھی اسی طرح مرقوم ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم ۶۰ھ میں ماہ رجب کی بائیسویں تاریخ دمشق میں فوت ہوئے اور آپ کی نماز جنازہ ابن قیس نے پڑھائی اور بعض کہتے ہیں اس کے لڑکے یزید نے پڑھائی اندرون دمشق دروازہ صغیر پر متصل دارالامارۃ علیحدہ مدفون ہوئے اہل تشیع اعتراض کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو کیوں اپنا ولی عہد بنایا اگر وہ اس کو اپنا ولی عہد نہ بناتے اپنی زندگی میں تو امام حسین رضی اللہ عنہ کو وہ شہید نہ کر سکتا یہ جو کچھ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا لہٰذا وہ بھی اس جرم کے ذمہ دار ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی اولاد کے لیے بہتری چاہتا ہے چنانچہ لوگ اپنی اولاد کے لیے جائداد بنا جاتے ہیں بینکوں میں روپیہ جمع کرا دیتے ہیں اور ہر طرح سے اپنی اولاد کی فلاح و بہبود چاہتے ہیں اندریں صورت اگر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو ولی عہد اپنی

زندگی میں بنا دیا تو کیا گناہ کیا جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے نیک سلوک کرنے کے بارہ میں اس کو انہوں نے ہدایت بھی کر دی تھی اور واقعہ شہادت رونما ہونے سے قبل وہ نیک بھی تھا اسی لیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگی ہے یا اللہ میں نے اس کو اس لیے اپنا ولیعہد بنایا ہے کہ میرے خیال میں بزرگ ہے تو اس کو فضیلت پر پہنچا کہ جس کا مجھے گمان ہے ان کو ہرگز یہ پتہ نہ تھا کہ یزید پلید اہلبیت پر ایسا ظلم وستم برپا کرے گا اور پہلے یہ نیک بھی تھا چنانچہ یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ اس نے صدی ہجری کے وسط میں حج بھی اور فتح قسطنطنیہ میں بھی وہ کافروں سے جہاد کرنے میں شریک تھا کہ جس لشکر کے بارہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا جو لشکر قسطنطنیہ کو فتح کرے گا وہ مغفور ہے اور بخاری شریف کی شرح میں مذکور ہے کہ یزید اس لشکر میں تھا اسی بناء پر بعض لوگ اپنی غلط فہمی میں مبتلا ہیں اس کو جنتی سمجھتے ہیں نیز کہتے ہیں اس نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مغفور کا ذکر آیا ہے نہ کہ اہل جنت کا کہ جس سے اس کو جنتی سمجھا جائے بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس لشکر والوں کے سابقہ گناہ بخشے گئے اس کے بعد اگر کوئی کفر وشرک کرے اور گناہ وظلم اور تعدی اور کسی کا حق تلف کرے گا تو مؤاخذہ ہوگا جیسا کہ حضور ﷺ نے ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والوں اور تراویح پڑھنے والوں کے حق میں فرمایا ہے:

مَنْ صَامَ فِيْهِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مَنْ قَامَ فِيْهِ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

ترجمہ: جس نے ماہ رمضان میں ایمان سے اور ثواب کی امید پر روزہ رکھا

اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے اور جس نے ماہ رمضان میں ایمان سے اور نماز تراویح کو پڑھا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے یا جیسا آپ نے حج کرنے والوں کے متعلق کے فرمایا ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی حج کرنے اور ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد کسی کو ناحق قتل کر دے یا معاذ اللہ کفر و شرک کر بیٹھے تو کیا اس سے پھر مؤاخذہ نہ ہوگا یقیناً ضرور ہوگا تو اسی طرح اگر یزید کے فتح قسطنطنیہ میں شامل ہونے کی وجہ سے اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو گئے لیکن اس کے بعد جو اس نے اہل بیت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اور ناحق ان کو قتل کیا تو ضرور وہ مجرم ہے اگر اس فعل کو مباح سمجھ کر کیا ہے تب تو کافر ہے اور اس کے ظالم و فاسق و فاجر ہونے میں تو ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں دوسرے جن حدیثوں میں گناہوں کی بخشش کا ذکر ہوتا ہے علماء ان حدیثوں کو صغیرہ کے بخشے جانے پر محمول کرتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ بخشا نہیں جاتا جیسا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (الفرقان:٧٠)

ترجمہ: مگر جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کیا اس نے اچھا۔

اس لیے شارحین حدیث جب اس قسم کی حدیثوں کی شرح کرتے ہیں تو فرماتے صغیرہ گناہ بخش دئے جائیں اور کبیرہ گناہوں کے بخشنے کی امید ہے قطعی طور پر نہیں فرماتے کہ صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے تو فتح قسطنطنیہ والی حدیث سے یزید جیسے ظالم و فاسق کو جنتی سمجھ لینا نہایت ہی بیوقوفی ہے اور انصاف کا خون کرنا ہے بلکہ تاریخ سے یہ بات بھی ثابت کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت نہ کرنے کا

سبب صرف یہی ہے کہ وہ فاسق و فاجر تھا اس لیے اس کے زمانہ حکومت میں لوگ اپنی سوتیلی ماؤں اور بہنوں سے نکاح کرتے تھے اور اس کا ایک شعر بھی اس مضمون کا کتب تاریخ میں ملتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بنی ہاشم نے ایک کھیل کھیلا ہے نہ وحی آئی اور نہ ہی کوئی فرشتہ اترا جس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے مثل مشہور ہے کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوکِھِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوا کرتے ہیں چونکہ وہ خود فاسق و فاجر تھا اس لیے لوگ اس کے زمانہ میں خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتے تھے اسی لیے بعض اکابر اہلسنت والجماعت اس کے کافر ہونے پر اور اس پر لعن کرنے کے قائل ہیں اس کے متعلق ہم آئندہ صفحات میں وضاحت کریں گے نیز ایک۔

اعتراض: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو اپنی زندگی میں کیوں ولی عہد بنایا جبکہ کسی خلیفہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کو یا رشتہ دار کو اپنا جانشین نہیں بنایا) ہم کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے فرمان کے موجب خلافت علی منہاج النبوۃ ختم ہو چکی تھی کہ مسلمان کسی کو کثرت رائے سے منتخب کریں اب امارۃ اور ملوکیت ہو گئی تھی اسی لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ اول بادشاہ اسلام ہیں جب کہ یہ سلطنت ملوکیت میں تبدیل ہو چکی

تھی لہذا اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا درست ہوا۔

چنانچہ وہ حدیث یہ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْخِلَافَةُ مِنْ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلُوْکًا عُضُوْضًا

ترجمہ: خلافت راشدہ میرے بعد تیس برس تک ہوگی بعد میں کاٹنے والے بادشاہ ہوں گے چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کو جب چھ مہینے گزرے تو وہ تیس برس خلافت علی منہاج النبوۃ کے ختم ہو گئے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اسی لیے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی تا کہ انکا شمار بادشاہوں میں نہ ہو اور یہ بھی واضح رہے کہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ منافق ہوتے تو امام حسن رضی اللہ عنہ ان کو نبی علیہ السلام کی خلافت کیوں سپرد کرتے منافق سے لڑنے کا حکم ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بنا بر خطا اجتہادی کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نزاع واقع ہوا چونکہ بوجہ اجتہادی غلطی کے تھا اس لیے گناہ نہیں کیونکہ **اَلْمُجْتَهِدُ قَدْ یُخْطِیءُ وَیُصِیْبُ** مجتہد کبھی خطا کرتا ہے کبھی صواب کو پہنچتا ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا اے معاویہ رضی اللہ عنہ جب تم حاکم ہو گئے تو نرمی اختیار کرنا اس بنا پر آپ سمجھتے تھے کہ خلافت کا مستحق میں ہوں چونکہ خلیفہ کا قریشی ہونا شرط خلافت ہے اور آپ بھی قریشی تھے اور اس حدیث مذکورہ کی بنا پر آپ یہ سمجھتے تھے کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری حکومت کا وقت کب آئے گا اسی بنا پر آپ امام حسن رضی اللہ عنہ سے لڑنے لگے تھے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے سپرد کر دی

تھی اور یہ امر کہ آپ مجتہد تھے صحیح بخاری سے ثابت ہے کسی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا ان کو چھوڑو وہ مجتہد ہیں نیز کتب حدیث میں آپ سے روایت ہیں اور آپ کی شان میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّمَھْدِیًّا اے اللہ اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت کیا ہوا بنا اور کاتب وحی ہونا بھی آپ کا پایہ ثبوت کو پہنچا ہے اور کاتب وہی اس کو بنایا جاتا ہے جو معتبر آدمی ہو اور کامل الایمان ہو تو آپ کا ایمان لانا رسول خدا ﷺ پر امر یقینی ہے اور جو واقعات آپ کی مذمت و برائی میں کتب تاریخ سے ملتے ہیں وہ ظنی ہیں اور ظنی یقینی کا مقابل نہیں ہوسکتا اس لیے آپ کو برائی اور طعن تشنیع سے یاد نہیں کرنا چاہیے اور آپ صحابی بھی ہیں اور صحابہ کرام کے بارے میں سید دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ میرے صحابہ کرام کو برا نہ کہنا اگر بالفرض آپ غلط ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ و جدل کرنے کو گناہ بھی سمجھیں تب بھی باتفاق شیعہ و سنی مرتکب کبیرہ مومن ہے اس پر لعنت نہیں کر سکتے جیسا کہ آجکل سینکڑوں مسلمان نماز کے تارک ہیں داڑھیاں منڈواتے شراب پیتے ہیں مگر کوئی مسلمان ان کو کافر نہیں کہتا بلکہ فاسق و فاجر ہیں نیز امام برحق کے باغی کو کافر نہیں کہہ سکتے نہ اس پر لعنت بھیج سکتے ہیں۔اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت بھی خطائے اجتہادی کی بنا پر تھی اس لیے گنہگار بھی نہیں اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اعوان انصار کے حق میں فرمایا:

فَاِنَّھُمْ اِخْوَانُنَا بَغُوْا عَلَیْنَا

ترجمہ: بلاشبہ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے اور علاوہ ازیں آپ خود نادم و شرمندہ ہوئے ہیں کہ میں نے ناحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی چنانچہ مَدارِجُ النُّبُوَّۃ میں شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کاش میں ایک معمولی غریب مسلمان ہوتا حاکم اور امیر نہ ہوتا گویا اپنی غلطی کا اعتراف کرتے تھے اور غلطی کا اعتراف کرنے والوں کے حق میں پروردگار عالم نے فرمایا: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ (التوبہ: ۱۰۲) اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور ملا دیا اچھے عمل کو برے عملوں سے یہی لوگ ہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے علاوہ ازیں حدیث میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل میں گزرا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بسبب اس فرزند کے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا تو معاویہ رضی اللہ عنہ فرقہ ثانی کے امیر تھے اور فرقہ ثانی بموجب حدیث شریف مسلمان تھے تو معاویہ رضی اللہ عنہ امیر گروہ ثانی تھے اور مسلمان تھے اگر وہ مسلمان نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ یہ نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزند کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا بالجملہ جو شخص مشائخ اہلسنت و جماعت کی پیروی کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ زبان طعن و لعن کو معاویہ و مغیرہ و عمرو بن العاص و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم سے باز رکھے چنانچہ قدوۃ العلماء و زبدۃ الفضلا مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے کہ نزدیک اہل سنت و

جماعت کے کسی مرتکب کبیرہ پر لعن جائز نہیں ہے تو جو شخص بوجوہ اجتہادی غلطی کے خلیفہ برحق سے بغاوت کرے اس پر بھلا کس طرح لعن کر سکتے ہیں اور متمسک اہل سنت وجماعت کے نزدیک کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ ہے قرآن شریف میں ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالمؤمِنَات (محمد: ١٩) ترجمہ: اے نبی آپ بخشش طلب کریں اپنی امت کے گناہوں کی اور مومنوں کے گناہوں کی خواہ وہ مرد یا عورت برموقف جمہور اہل سنت حَسَنَاتُ الابرار سَيِّئَاتُ المقرّبين: نیکوں کی نیکیاں مقربین بارگاہ الٰہی کے گناہ ہیں یہ آیت صریح نص قرآن دلالت اس امر پر کرتی ہے کہ جو شخص ایماندار ہے اس کے حق میں مطلوب استغفار ہے اور کسی شیء کے کرنے کا حکم فرمانا اس کے خلاف سے منع کرنا ہے تو موافق قاعدہ اصولیہ امامیہ بھی استغفار کا امر فرمانا لعن سے نہی فرمانا اور ہر مرتکب کبیرہ باجماع شیعہ وسنی مومن ہے بوجہ اللہ تعالیٰ فرمان کے وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (الحجرات: ٩) ترجمہ: اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو اس کے درمیان صلح کرا دو ہاں لعن بالوصف اہل کبائر کے حق میں وارد ہوا ہے اَلَا لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ خبردار ظالموں پر لعنت ہے۔ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ ترجمہ: پس ڈالیں ہم لعنت اللہ کی جھوٹوں پر۔

حقیقت میں یہ لعن صفت کی ہے یعنی کذب وظلم پر لعن ہے نہ کہ صاحب صفت پر لعن ہے (یعنی ظالم یا کاذب پر) اگر بالفرض صاحب صفت پر ہی لعن ہو تو

وجود ایمان لعن کرنے سے مانع ہے اور وجود ایمان اور لعن کو جائز سمجھنا اس کے لیے شیعہ امامیہ کا اصول ہے کہ جب مبیح ومحرم ہر دو جمع ہو جائیں تو محرم غالب رہتا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(الحشر:۱۰)

ترجمہ: اور جو مومن ایماندار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد آئیں گے وہ کہیں گے اے رب ہمارے تو ہمیں بخش دے اور جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں ان کو بھی بخش دے اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ بلاشبہ تو مہربان رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں رب تعالیٰ نے طلب مغفرت اور ترک عداوت کو محض ایمان پر بلا قید عمل صالح کے مرتب فرمایا ہے تو یہ دونوں معاملے ترک عداوت وبغض اور لعن سے احتراز کہ طلب مغفرت کو لازم ہے ہر شخص ایمان دار کے لئے ضروری ہے یعنی جو شخص مومن ہے دوسرا مومن نہ اس سے بغض وعداوت رکھے اور نہ ہی اس پر لعنت کرے نیز اہلسنت و جماعت کا مسلک کہ جس کا کفر یقین اور قطعی نہیں اس کا نام لیکر لعنت کرنا روا نہیں بلکہ مطلقا کہہ دیا جائے جیسا کہ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کافروں پر

لعنت ظالموں پر لعنت جھوٹوں پر لعنت اسی طرح سے لعنت کرے اور کسی کا کفر قطعی و یقینی جب ہوتا ہے کہ اللہ و رسول ﷺ اس کے کفر کے متعلق فرمائیں جیسا فرعون، نمرود اور شیطان کا کفر اللہ تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے یا جیسا کہ دجال کا کافر ہونا نبی ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے جو قیامت کے نزدیک نکلے گا اور خدائی دعویٰ کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے صیغہ امر سے مومنوں کو حکم بھی نہیں دیا کہ تم لعنت کیا کرو اور زیادہ سے زیادہ مجوزین لعن کے لیے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ لعن کرنا مباح ہے اور مباح کام میں ثواب نہیں ہے بلکہ اتنی دیر نبی کریم ﷺ اور آپ کی آل پر درود شریف بھیجے کیونکہ درود شریف پڑھنے میں ثواب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے علاوہ ازیں حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے اگر وہ شخص لعنت کے قابل ہے نہیں تو وہ لعنت زمین و آسمان اور سب جگہ گھومتی پھرتی ہے جب کوئی جگہ اپنے اترنے کی نہیں پاتی تب لعنت کرنے والے پر آتی ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے تاوقتیکہ کسی کا کفر اللہ جل جلالہ اور رسول خدا ﷺ کے فرمان سے ثابت نہ ہو اس پر لعنت نہ کی جائے۔

فصل: سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوفہ روانگی اور شہادت

جاننا چاہیے جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے یزید بادشاہ ہوا تمام اہل شام نے یزید کی بیعت کی اور یزید نے اپنی بیعت لینے کے متعلق شہروں کے امراء واعیان کو خطوط لکھے چنانچہ ایک خط حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کی طرف بھیجا کہ اہل مدینہ

سے بیعت لے ولید بن عتبہ نے حسین رضی اللہ عنہ وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یزید کا خط دکھایا تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ:

مضمون یزید کے خط کا یہ تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندۂ تھے سو وہ گزر گئے اور میں اپنی بیعت اور فرمانبرداری جلدی چاہتا ہوں لوگوں کو چاہیے کہ وہ میری بیعت میں جلدی کریں تاخیر کی اجازت نہیں ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان چار شخصوں کی بیعت کا بہت فکر تھا اس لیے تم ان سب سے بیعت لو جب یزید کا خط ولید بن عتبہ کو ملا اس نے مروان کو بلایا اور اس سے مشورہ لیا مروان نے کہا تو حکم امیر المومنین یزید کا جلد ان لوگوں سے منوا ان چار شخصوں کو بلا اور ان سے یزید کی بیعت لے اگر وہ بیعت کرنے میں دیر کریں تو ان کو قتل کر ولید نے کہا سبحان اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے حق میں ایسا مت کہہ ان کو قتل نہیں کرنا چاہیے تو ولید نے حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا حسین رضی اللہ عنہ نے جان لیا کہ ولید ان کو کس کام کے لیے بلاتا ہے تو آپ نے پچاس آدمی مسلح اپنے ہمراہ لیے اور ان سے کہا کہ تم دروازہ پر بیٹھو اور میری باتوں کو سنتے رہو اگر میں تم کو بلانے کے لیے آواز دوں تو فوراً میرے پاس چلے آؤ چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ ولید کے پاس گئے ولید آپ کی تعظیم بجالایا اور آپ کو یزید کا خط دکھلایا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ چار شخصوں کے نام پر آیا ہے اس لیے تمام کو بلا تا کہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو کر بیعت کریں ولید نے کہا بہتر حسین رضی اللہ عنہ اُٹھے مروان نے کہا اے ولید ان کو یہیں قتل کر و ورنہ پھر تو ان پر قابو نہ پا سکے گا حسین رضی اللہ عنہ نے سنا اور فرمایا اے مروان تو مجھ کو قتل نہیں کر سکتا اس جگہ

آپ رات کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ شریف تشریف لے گئے جاننا چاہیے اس روایت میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بلانے کا ذکر نہیں ہے، قرطبی اور ابو حاکم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب ولید نے حسین وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا انہوں نے کہا یہ شام کا وقت ہے کل سب لوگوں کے روبرو بیعت کریں گے تا کہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے اس کے بعد حسین رضی اللہ عنہ اپنے دولت کدہ میں تشریف لائے اور آپ نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا انہوں نے عرض کی آپ کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپی تھی اب چونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے ہیں تو ہم آپ کی بیعت کریں گے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت لی اور اسی رات کہ اٹھائیسویں رات ماہ رجب کی تھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ شریف روانہ ہوئے جب آپ مکہ شریف پہنچے تو شیعان کوفہ نے آپ کو بلانے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر مبارک باد کے خطوط روانہ کیے اور اپنے جان و مال سے حاضر ہونے کے بارہ میں ڈیڑھ صد خطوط قبیلوں کے سرداروں کے آپ کے پاس پہنچے اور سب سے پچھلا خط یہ تھا کہ اہل کوفہ نے معتبر قاصدوں کے ذریعہ سے آنجناب کو بھیجا تھا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ
مِنْ شِيْعَتِهٖ وَشِيْعَةِ اَبِيْهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ يَنْتَظِرُوْنَكَ وَلَا
رَأْيَ لَهُمْ فِيْ غَيْرِهٖ اَلْعَجَلَ يَاابْنَ رَسُوْلِ اللهِ اَلْعَجَلَ

تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کا جواب لکھا اور مسلم بن عقیل کو
قاصدوں کے ہمراہ روانہ کیا تہذیب التہذیب میں ہے کہ حسین علیہ السلام نے امام
مسلم کو فرمایا تم کوفہ جاؤ اگر کوفہ والے تمہاری اطاعت کرلیں تو اس وقت مجھ کو خبر دی
اور ترجمہ طبری میں ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے خطوط عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہ کو دکھلائے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا اول کسی شخص کو اپنی
طرف سے بھیج دو اور تم یہیں رہو تاکہ وہ شخص معلوم کرے کہ کوفیوں کا کیا حال ہے وہ
کس ارادے پر ہیں اس لیے کہ کوفی لا یوفی یعنی بے وفا لوگ ہیں کیا آپ کو یہ پتہ نہیں
کہ آپ کے والد کے ساتھ کیا کیا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بارہ ہزار شیعہ مردوں
نے ہم سے بیعت کی ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے حسین رضی اللہ عنہ
بن علی آپ ان کی بیعت کرنے کی وجہ سے دھوکہ نہ کھائیں بلکہ آپ کسی اپنے آدمی کو
بھیج کر آزمائیں اگر آپ کے بھیجے ہوئے آدمی کی اطاعت کریں اس وقت آپ کوفہ
جانے کا ارادہ کریں حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی یہ بات بالکل درست ہے
لیکن کسی دوسری کتاب میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مشورہ دینا دیکھا نہیں گیا
بہرحال امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیج دیا۔ آپ
کوفہ جاکر پوشیدہ بیٹھ گئے مگر کوفہ میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ
آگئے اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے لوگوں سے بیعت چاہتے ہیں اور حسین رضی اللہ
عنہ بھی کوفہ کی طرف آرہے ہیں خلق امام مسلم رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئی اور بارہ
ہزار آدمیوں نے بیعت کی امام مسلم رضی اللہ عنہ نے اپنا خط اور سرداران کوفہ کا خط مثل
سلیمان بن شرط و میتب بن رفاعیہ ورفاعہ بن شداد وحبیب ابن مظاہر و ہانی بن عروہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا حسین رضی للہ عنہ خوش ہوئے اور خطوں کا جواب لکھا کہ میں جلدی آ رہا ہوں آپ نے دوسرے روز قاصدوں کو رخصت کیا اور جو شیعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بصرہ میں تھے آپ نے ان کے پاس اپنے آزاد کردہ غلام کو بھیجا اور بصرہ کے سرداروں کو پیغام بھجوایا جو ہمارا شیعہ ہے وہ کوفہ میں چلا آئے اسمائے سرداران بصرہ یہ ہیں احنف بن قیس و مالک بن شریح وسعید بن عمر اور حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تہذیب التہذیب اور ترجمہ طبری میں ہے کہ ایک شخص یزید کے دوستوں سے کہ نام اس کا عبداللہ بن مسلم تھا امیر کوفہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا دس روز ہو گئے ہیں کہ امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے ہوئے ہیں اور وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اور وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ سے بلوائیں گے تو آپ مسلم رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے یزید کے پاس بھیج دیں یہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے دوستوں میں سے تھے انہوں نے عبداللہ کو جواب دیا اگر امام مسلم حسین علیہ السلام کی بیعت کو پوشیدہ رکھ رہے ہیں تو میں اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا اور اگر وہ میرے ساتھ لڑنا بھی چاہیں تو میں ان کے ساتھ نہ لڑوں گا چنانچہ عبداللہ بن مسلم نے یزید کو خط لکھا اور اس کو امام مسلم رضی اللہ عنہ کے آنے سے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی سے مطلع کیا اور جو سوال و جواب اس کے درمیان اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئے تھے اس کی خبر دی اور لکھا کہ کوفہ کا امیر کوئی اور مقرر کر دو اور تاریخ ابی حاتم میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سفر کا سامان درست کرنے میں مصروف ہوئے اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا امام

مسلم رضی اللہ عنہ منزلیں طے کرنے کے بعد مختار ابن عبیدہ کے گھر میں اُترے اس کے بعد ہانی بن عروہ کے گھر میں تشریف لے گئے ہانی بن عروہ کے گھر میں ایک روایت میں اٹھارہ ہزار اور ایک روایت میں تیس ہزار اور ایک روایت میں چالیس ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی جب یزید کے پاس ان کی اطلاع پہنچی وہ بہت حیران ہوا اور ترجمہ طبری میں ہے کہ جب یزید نے خط پڑھا جو امام مسلم کے کوفہ میں آنے کا تھا یزید نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے جس نے یزید کو پرورش کیا تھا کہا حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ آ رہا ہے اگر وہ کوفہ میں آ گیا تو عراق ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا میں کس کو بھیجوں جو اس کے اعوان وانصار کو قتل کرے اور اس فساد کو دفع کرے اس نے کہا یہ کام عبیداللہ بن زیاد کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا یزید نے امارت کوفہ اور عراق کی عبیداللہ بن زیاد کے سپرد کر دی اور کہا اپنے بھائی کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کر کے خود کوفہ میں پہنچ جا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اور جن لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب کو قتل کر اگر حسین رضی اللہ عنہ کو پائے اگر وہ بیعت کرے تو بہتر ورنہ اس کو بھی قتل کر اور اس کا سر میرے پاس بھیج فصول المہمہ وغیرہ میں کہ یزید ان دنوں عبیداللہ بن زیاد سے ناخوش تھا قریب تھا کہ اس کو بصرہ سے معزول کر دے عبیداللہ کو لکھا تجھ کو میں نے کوفہ کی حکومت بھی عطا کی اور بصرہ کا بھی بدستور تو حاکم ہے ترجمہ طبری وغیرہ میں لکھا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد اس بات سے خوش ہوا اور اپنے بھائی عثمان کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کر کے خود کوفہ جانے کا ارادہ کیا اس رات مسلم بن جار عبیداللہ بن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ حسین رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا ہے۔ شیعان علی اور سرداران بصرہ نے اس کو چھپایا ہوا ہے جب تو کوفہ جائے گا تو اس

کو ظاہر کریں گے ابن زیاد نے اس رات کو حسین رضی اللہ عنہ کے غلام کو طلب کیا اور مار پیٹ کر اس سے اقرار کرایا کہ یہ خط حسین رضی اللہ عنہ کا فلاں شخص کے پاس آیا ہے ابن زیاد نے دوسرے دن بصرہ کے آدمیوں کو جمع کیا اور کہا مجھ کو معلوم ہو گیا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کا قاصد تمہارے پاس آیا ہوا ہے اور خط لایا ہے میں نے اس کے قاصد کو پکڑ لیا ہے اور اس سے منوالیا ہے اور تم مجھ کو جانتے ہو کہ میں کس قدر سفاک ہوں اور اب میں کوفہ جا رہا ہوں مسلم بن عقیل اور اس کے تابعین کو قتل کروں گا اب تم ہوشیار ہو جاؤ چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ کے قاصد کو کہ سلیمان نام تھا قتل کرا دیا اور کہا جس کی طرف حسین رضی اللہ عنہ کا خط آیا ہے اس کو بھی قتل کراؤں گا اس کے بعد ابن زیاد بن بدنہاد بہت سی فوج کے ہمراہ کوفہ کو روانہ ہوا جب قادسیہ میں پہنچا فوج کو وہی چھوڑا اور خود اونٹ پر سوار ہو کر عمامہ باندھ کر مغرب و عشاء کے درمیان دس سواروں کے ہمراہ کوفہ پہنچ گیا۔ نیز اسی کتاب میں اور دیگر کتب میں مذکور ہے کہ کوفی شب و روز امام حسین رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے چنانچہ ابن زیاد اس راستہ سے کہ جس سے حجاز کے قافلے آتے ہیں آیا لوگوں نے سمجھا حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں سب آدمیوں نے اس کو سلام کیا اور مرحبا کہا اور کہا اے ابن رسول اللہ ﷺ خیر سے تشریف لائے اور روبرو جا کر عرض کرنے لگے ہمارے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائیں لیکن وہ چلتا جاتا تھا جواب کچھ نہیں دیتا تھا اور اپنے دل میں سمجھتا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے حسین سمجھا ہے اس لیے وہ خوش ہیں چنانچہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دارالامارت میں چلا گیا اور ترجمہ طبری میں ہے کہ جب ابن زیاد دارالامارت میں پہنچا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے دارالامارت کے دروازہ کو بند کر دیا اور چھت پر چڑھ کر کہا اے

ابن رسول اللہ ﷺ اس جگہ سے چلے جاؤ تمہارا یہاں آنا مناسب نہیں تو ابن زیاد کے ہمراہیوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینی شروع کیں اور چاہا کہ دروازہ کو توڑ ڈالیں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں دروازہ نہیں کھولوں گا میں نہیں چاہتا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ میرے کوٹھے کی چھت پر شہید ہوں عبید اللہ بن زیاد نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو دروازہ کھول یہ بات سن کر لوگوں نے اس کو پہچان لیا اور بھاگ گئے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا اور ابن زیاد اندر داخل ہوا تو جس وقت صبح ہوئی۔ عبید اللہ بن زیاد نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اپنی سرداری کا حکم نامہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور لوگوں کو یزید کی مخالفت اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کی موافقت سے ڈرایا اور بعض لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور لوگوں کو یزید کی مخالفت اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کی موافقت سے ڈرایا اور بعض لوگوں کو باوجود قلت سپاہ کے امام مسلم رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے والوں سے قتل کیا اس کے بعد ہانی بن عروہ کے گھر میں امام مسلم رضی اللہ عنہ کے قیام سے خبر دار ہوا ہانی بن عروہ کو بلا کر امام مسلم رضی اللہ عنہ کی بابت دریافت کیا اس نے اقرار کیا کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ میرے گھر میں تشریف فرما ہیں تو ہانی بن عروہ کو قتل کیا لیکن ترجمہ طبری میں ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بلایا اور دریافت کیا کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ تیرے گھر میں ہیں اس نے کہا میرے گھر میں نہیں ابن زیاد نے کہا قسم کھا اس نے قسم کھائی ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو اپنے پاس ہی رکھا اور کسی شخص کو اس کے گھر میں بھیج کر دریافت کیا تو ابن زیاد کو امام مسلم رضی اللہ عنہ کے قیام کا پتہ چل گیا امام مسلم رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے بلا لیا گیا ابن زیاد نے امام مسلم رضی اللہ عنہ کو ہانی بن عروہ کے ساتھ حراست میں لے لیا لوگوں کو جب اس کا علم ہوا تو

پچاس ہزار سے زیادہ لوگ جمع ہوئے تو ابن زیاد نے امام مسلم رضی اللہ عنہ اور ہانی بن عروہ کے متعلق سرکاری آدمیوں کو کہا کہ ان دونوں کو کمرے کی چھت پر لیجا کر قتل کر دو اور ان کی گردنوں کو لوگوں کے روبرو پھینک دو۔

تاریخ ابی حاتم وغیرہ میں ہانی بن عروہ کا امام مسلم رضی اللہ عنہ سے پہلے قتل کرنا مذکور ہے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے اور اس واقعہ کا تتمہ یہ ہے کہ جب امام مسلم رضی اللہ عنہ کو ہانی بن عروہ کے قتل کی خبر ہوئی تو مسلم رضی اللہ عنہ اسی ہزار آدمیوں کو لیکر ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لیے پہنچے ابن زیاد لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر بہت متفکر ہوا کہ کیا تدبیر کرے کہ باوجود قلت سپاہ کے وہ محفوظ رہے تو ابن زیاد قلعہ بند ہو گیا جب امام مسلم رضی اللہ عنہ ابن زیاد ملعون کے محل کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام آدمی بھاگ گئے مگر صرف تین سو آدمی باقی رہے امام مسلم رضی اللہ عنہ یہ حال دیکھ کر بڑے حیران ہوئے آپ دائیں بائیں دیکھ رہے تھے کہ ان کے شیعہ بھاگے جا رہے ہیں یہاں تک کہ صرف دس بارہ آدمی باقی رہ گئے تو آپ نے فرمایا اے لوگوں تم نے متواتر خطوط بھیج کر ہم کو بلوایا اور اب ہمیں دشمنوں کے حوالے کر کے خود بھاگ گئے جب آپ دو قدم اور آگے چلے دیکھا کہ آپ کے ساتھ کوئی آدمی نہیں ہے اور ابن زیاد معلون اپنی کھڑکی سے جو اس کے محل میں تھی یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا اسی اثناء میں رات کی تاریکی نے اپنی صفیں بچھانی شروع کر دیں اور امام مسلم رضی اللہ عنہ ابن زیاد معلون کے محل کے دروازہ پر تنہا کھڑے تھے اور ایک عورت اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑی تھی اس کو دیکھ کر امام مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلا دو اور اگر اجازت ہو تو میں اس جگہ رات گزار لوں اس عورت نے اس بات کو قبول کر لیا امام مسلم رضی اللہ عنہ

کو اپنے گھر میں لے گئی اور پانی پلایا اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں محفوظ رک
صبح ہوتے ہی اس عورت کے لڑکے نے ابن زیاد معلون کے پاس جا کر امام مسلم رض
اللہ عنہ کا حال بیان کر دیا کہ وہ گھر میں محفوظ ہے ابن زیاد ملعون نے موجود محمد بن
اشعث کو ساٹھ آدمی دے کر امام مسلم رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا انہوں نے
آ کر اس عورت کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو امام مسلم رضی اللہ عنہ نے تن تنہا ان سے لڑ
شروع کر دیا تو محمد بن اشعث اور اس کے ساتھیوں نے جب دیکھا کہ ہم ان کا مقابل
نہیں کر سکتے ان سے امان کی درخواست کی آپ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا او
ان کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس روانہ ہو گئے امام مسلم رضی اللہ عنہ ابن زیاد معلون کے
روبرو گئے تسبیح اور تھلیل میں مشغول ہو گئے اور آپ پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ احْکُمْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا دَعَوْنَا وَکَذَّبُوْنَا حَتّٰی وَقَعْنَا اِلٰی مَا وَقَعْنَا ثُمَّ خَرَبُوْنَا

ترجمہ: اے اللہ تو حکم فرما ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان انہوں
نے ہمیں بلایا ہے اور ہمیں جھٹلایا ہے یہاں تک کہ پڑے ہم جس تکلیف میں پڑے
پھر انہوں نے ہمیں خراب کیا پھر دیوار کے کنارہ امام مسلم رضی اللہ عنہ کے سر کو تن
اقدس سے جدا کیا اور ہانی بن عروہ کو بھی قتل کیا اور دونوں کے سروں کو ہانی بن صیہ اور
زبیر بن ارواح کی معیت میں یزید پلید کے پاس روانہ کیا اور دونوں حضرات کے
سروں کو کوفہ کے گلی کوچوں میں مثل باغیوں کے سروں کے پھرایا گیا جس کی وجہ سے
کوفیان نابکار کے دلوں میں ہیبت اور دہشت پیدا ہو گئی اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کے

ہمراہ ان کے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم کو بھی شہید کر دیا گیا اور یہ واقعہ سوم ذی الحجہ ۶۱ھ کو پیش آیا اور بعض کتب تواریخ میں یہی تاریخ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ سے خروج کی ہے۔

فصل: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عراق روانگی اور کربلا میں پہنچنا

جاننا چاہیے جب اہل کوفہ کے اکثر لوگوں نے امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو امام مسلم رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ جانے کی تیاری کا آغاز کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ کوفہ نہ جائیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دنیا اور آخرت کے لیے مخیّر کیا تھا لیکن آپ نے دنیا کو اختیار نہ فرمایا تو چونکہ آپ بھی رسول خدا ﷺ کے جگر گوشہ ہیں۔ لہٰذا آپ بھی دنیا کو اختیار نہ کریں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگا کر روتے ہوئے وداع کیا اور اسی طرح حضرت جابر و ابوسعید خدری و ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہم نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی لیکن آپ نے کسی کی بات کو قبول نہ کیا ترجمہ طبری میں مذکور ہے کہ جس وقت حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے باہر تشریف فرما ہوئے جس کسی نے آپ کو دیکھا اس نے کہا آپ کا مکہ سے جانا مصلحت نہیں ہے اور کوفہ کے آدمیوں پر اعتماد کرنا درست نہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی حرم مکہ سے کہ خانہ کعبہ ہے آپ نہ جائیں نیز التجاء کرتے ہوئے

عرض کی اے حسین رضی اللہ عنہ آپ کوفیوں کی باتوں سے دھوکہ میں نہ آئیں کیا آپ کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ کے باپ اور بھائی سے کیا کیا اور آپ کا جانا ناگزیر ہے تو آپ ان عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کیونکہ آپ امر سے نہیں جان سکتے کہ انجام کار کیا ہے اور اگر کوفی آپ کے واقعی دوستدار ہوتے تو یزید کے عامل کو کوفہ سے نکال دیتے اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ شہید کر دیئے جائیں گے اور آپ کے بچے آپ کی حالت کو دیکھیں کے لیکن حسین رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت کو قبول نہ کیا اور نیز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جس وقت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اپنی عورتوں اور لڑکیوں میں قتل کیئے جاؤ گے لیکن حسین رضی اللہ عنہ نے قبول نہ کیا جس کی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ جانے کا مشورہ دیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں بددعا کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ جب کبھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ان سے کہتے کہ تیری مراد پوری ہو گئی یعنی حسین رضی اللہ عنہ چلے گئے اور ملک حجاز تیرے لیے خالی رہ گیا اور ترجمہ طبری میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں امیر تھے اور کھلم کھلا لوگوں سے بیعت لیتے تھے اس بنا پر وہ چاہتے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے چلے جائیں اور شہر مکہ ان کے لیے بلا شرکت غیرے رہ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی منع کیا تو حسین رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ میرے باپ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ مکہ شریف میں ایک مینڈھا ذبح

کیا جاوے گا اس کی وجہ سے مکہ شریف کی بے حرمتی ہوگئی اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں یعنی حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص کو مکہ میں قتل کیا جائے گا غرض کہ جو شخص مکہ میں تھا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانے کی بنا پر غمناک ہوا صواعق محرقہ میں روایت ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ جانے کی خبر آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو جو مدینہ میں تھے پہنچی تو وہ اتنا روئے کہ ان کے وضو کرنے کا طشت آنسوؤں سے بھر گیا ترجمہ طبری میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے کوفہ جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو مسلمانوں کے شہر میں پہنچاؤں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے حسین رضی اللہ عنہ تمہاری شہادت کا وقت قریب آ گیا ہے اس لیے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ تم سے خوش تھے جبکہ تم صغیر یعنی چھوٹے تھے اور تم رسول خدا ﷺ کی گود میں تھے کہ اچانک جبرئیل حاضر ہوئے اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کی امت اس کو مثل قصاب کے ذبح کرے گی یہ خبر سن کر آنحضرت ﷺ غمگین ہوئے اور جبرئیل نے دشت کربلا کی خاک آنحضرت ﷺ کو دی اور کہا جس وقت یہ خاک سرخ ہو جائے گی شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا وقت نزدیک ہوگا آنحضرت ﷺ نے وہ خاک مجھے دی اور فرمایا اس خاک کو شیشی میں محفوظ رکھوائے حسین رضی اللہ عنہ میں نے اس خاک کو محفوظ رکھا ہوا اب میں نے دیکھا ہے کہ وہ خاک سرخ ہوتی جا رہی ہے حسین رضی اللہ عنہ نے کہا رضینا بقضا اللہ تعالیٰ۔ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہوئے اور ترجمہ صواعق محرق میں بھی ہے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسین رضی اللہ عنہ بھی روئے اور کہا: اُفَوِّضُ اِلَی اللّٰہ ۔ میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی روئے اور حسین رضی اللہ عنہ کے منہ کو بوسہ دیا اور کہا میں آپ کو خدا کے حوالے کرتا ہوں اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ آئے ہوئے تھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف چلے گئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دو منزل سفر کر کے حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور جانے سے روکا نیز تہذیب التہذیب میں روایت کیا کہ بزرگان مذکورین نے حسین رضی اللہ عنہ کوفہ جانے سے روکا جیسا کہ مفصلاً مذکور ہوا اور بعد میں کتاب مذکور میں بیان کیا کہ جب حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے ہمارا منع کرنا قبول نہ کیا زبردستی خروج کیا حالانکہ وہ جانتے تھے جو سلوک کوفیوں نے ان کے باپ اور بھائی کے ساتھ کیے تھے ان کو مناسب نہ تھا کہ مکہ شریف سے جاتے ان کو لازم تھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں رہتے نیز اسی میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوچ کرنے کے وقت فرمایا تھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں میں تمہارے جانے سے ناخوش ہوں آپ اس جماعت میں جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو شہید کیا ہے اور آپ کے بھائی کو زخمی کیا آپ کو خدا کی قسم ہے، آپ یہیں رہیں اور اسی میں ہے کہ مسورہ بن مخرمہ نے حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا جس کا یہ مضمون تھا کہ آپ ہرگز اہل کوفہ کے فریب میں نہ آئیں اور عراق نہ جائیں اسی طرح بہت سے آپ کے چاہنے والوں نے آپ کو

خطوط لکھے جو کہ کوفہ نہ جانے کی مخالفت پر مشتمل تھے نیز اسی کتاب میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جب آپ کو کوفہ جانے سے روکا تو حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ تم بوڑھے ہو گئے۔ جو اس قسم کی باتیں کرتے ہو مجھے دوسری جگہ قتل ہونا بہتر ہے کہ میں مکہ میں قتل کیا جاؤں اور میری وجہ سے مکہ کی بے حرمتی ہو غرضیکہ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جس نے آپ کو کوفہ جانے سے نہ روکا ہو چونکہ تقدیر الٰہی اسی طرح تھی اس لیے آپ نے کسی کی بات نہ مانی اور آپ بروز منگل بتاریخ ۸ ذی الحجہ اور بعضوں کے نزدیک اسی مہینہ کی تیسری تاریخ آپ نے بیاسی (۸۲) اہل بیت و شیعہ اور محبین کے ساتھ جانب کوفہ روانہ ہوئے اور ترجمہ متعارف طبری میں ہے کہ آپ اپنے تمام اہلبیت کے ساتھ کہ چالیس (۴۰) سوار اور نو (۹) پیادہ تھے راہی کوفہ ہوئے راستہ میں ایک گروہ شتر سواروں کا کہ یمن سے خراج لا رہا تھا ملا حسین رضی اللہ عنہ نے اس گروہ سے وہ خراج لے لیا اور کہا امام میں ہوں اور یزید سے زیادہ لائق اس امر کا ہوں اور جو کچھ حق مسلمانوں کا تھا وہ واپس دیا اور جو بیت المال کا حق تھا وہ لے لیا جب آپ جانب کوفہ نصف منزل پر پہنچے تو راستہ میں فرزدق شاعر اور ہمان بن غالب کی ملاقات ہوئی کہ وہ کوفہ سے آ رہے تھے اور کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کے تقرر سے لاعلم تھے حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کوفہ میں میری بابت کیا حالات ہیں انہوں نے کہا اہل کوفہ کے دل تمہارے ساتھ ہیں لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ قضا ایزدی کیا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا قضاء الٰہی کو کوئی واپس نہیں کر سکتا لیکن دراصل کتاب یعنی تاریخ طبری عربی میں اور فصول المہمہ وغیرہ میں یوں ہے کہ جب راستے میں فرزدق شاعر نے حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور سلام کہا اور حسین رضی

اللہ عنہ کے دست مبارک چومے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا اے
ابافراس کہاں سے آرہے ہو کہا میں کوفہ سے آرہا ہوں تو آپ نے فرمایا اہل کوفہ کو کس
حال میں چھوڑ کر آرہے ہو اس نے کہا دل ان کے آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں ان
کی بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور قضا وقدر آسمان سے نازل ہو رہی ہے اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ
مَا یَشَآءُ (الحج ۱۸) اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے کرتا ہے اور ایک روایت میں
یوں ہے کہ دل ان کے تمہارے ساتھ ہیں اور تلواریں ان کی آپ کے لیے ہیں خلاصہ
ہر دو کلام کا یہ ہے کہ اہل کوفہ باطن سے تمہارے ساتھ ہیں اور ظاہر میں بنی امیہ کے
ساتھ ہیں اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے باہر جب
پوشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ فرزدق سے ملاقات کی اور کوفہ کے احوال پوچھے
فرزدق نے کہا میری مرضی نہ تھی کہ اسبارہ میں کلام کروں لہٰذا میں اشارۃ کہتا ہوں
آپ کوفہ نہ جائیں بلکہ مکہ واپس چلے جائیں۔ اور صواعق محرقہ میں ہے کہ راستے میں
حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور ان
کی جماعت متفرق کر دی گئی تو آپ نے مکہ واپس جانے کا ارادہ کیا تو امام مسلم رضی
اللہ عنہ کے بھائیوں میں سے ایک نے کہا خدا کی قسم ہم واپس نہ جائیں گے جب تک
اپنے بھائی کے خون کا عوض نہ لے لیں یا ہم بھی قتل کر دیئے جائیں تو امام حسین رضی
اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے بعد زندگی میں مزہ نہیں یہاں تک کہ آپ میدان کربلا میں
پہنچے اور بعض روایتوں میں ہے کہ مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے قتل کا
پتہ آپ کو مکہ میں چل گیا تھا جب آپ نے مکہ سے کوفہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو

جب کوفہ سے دو منزل چلے کہ حر بن یزید الریاحی نے ابن زیاد کے ایک ہزار مسلح سپاہیوں کے ساتھ ملاقات کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا مجھ کو میرے سردار ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ آپ کو حراست میں رکھوں تا کہ آپ کو اس کے روبرو پیش کروں اور قسم خدا کی میں اس امر سے کراہت کرتا ہوں لیکن چونکہ میں نے یزید کی بیعت کی ہوئی ہے اس لیے میں آپ کو چھوڑ بھی نہیں سکتا امام حسین رضی اللہ نے فرمایا میں اپنی مرضی سے اس طرف نہیں آیا بلکہ اہل کوفہ کے خط بھیجنے اور قاصدوں کے آنے پر اس طرف آیا ہوں اور تم بھی اہل کوفہ سے ہو اگر تم اپنے بیعت پر اور ان اقوال پر جو تم نے خطوط لکھے ہیں قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں داخل ہونے کو تیار ہوں ورنہ میں واپس چلا جاتا ہوں حر بن یزید نے کہا خدا کی قسم مجھے خطوط اور قاصدوں کی خبر نہیں اور میرا کوفہ جانا بھی ممکن نہیں اور نہ ہی آپ کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ ہی آپ کو ابن زیاد کے روبرو لے جانے کو دل چاہتا ہے یہاں تک کہ حسین رضی اللہ عنہ اور حر بن یزید کے درمیان طویل مکالمہ رہا اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل واصحاب کے ساتھ کوچ کیا اور کربلا میں پہنچ گئے۔

محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ تھی امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مقام کربلا ہے۔ یہ ہمارے اسباب کے رکھنے کی جگہ ہے اور یہی جگہ ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی ہے اور ہمارے آدمیوں کے شہید ہونے کی بھی یہی جگہ ہے یہ بات سن کر آپ کے ہمراہی سواریوں پر سے اتر پڑے اور اپنے بوجھ اتار کر نیچے رکھ دیئے حر بن یزید ریاحی بھی اپنے لشکر سمیت آپ کے مقابل میدان کربلا میں اتر پڑا اور فصل المہمہ وغیرہ میں ہے کہ کوفہ ایک دو منزل رہ گیا تھا کہ حر بن یزید نے مع اپنی فوج کے امام حسین رضی اللہ

عنہ سے ملاقات کی اور کہا ہم کو ابن زیاد نے آپ سے جنگ کرنے کے لیے یا زندہ گرفتار کر کے اپنے رو برو پیش کرنے کے لیے بھیجا ہے، لیکن میں نہیں چاہتا کہ ان دونوں کاموں میں کسی ایک کو کروں تا کہ وبال ابدی میں گرفتار ہوں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ آپ کو چھوڑوں کہ یہ کام میری شامت حال کا موجب ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ تم دوسری راہ سے چلے جاؤ اور میں کسی دوسری راہ سے چلا جاتا ہوں اور ابن زیاد سے جا کر میں کہہ دوں گا مجھے حسین رضی اللہ عنہ راستے میں نہیں ملے چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی تمام رات چلے جب صبح ہوئی حر بن یزید نے آ کر عرض کی کہ ابن زیاد کا خط رات کو اس مضمون کا آیا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے اور قید کرنے میں قصور نہ کر ورنہ اپنے آپ کو یزید کے مخالفوں سے تصور کر واب مجھے چھوڑنے کی مجال نہیں اس لیے کہ اس کے تعین کردہ اشخاص میرے ساتھ ہیں تو حسین رضی اللہ عنہ کو وہاں سے کوچ کرایا اور آپ بتاریخ ۲ محرم ۶۱ھ میں میدان کربلا میں پہنچے اور تاریخ طبری میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سات شبانہ روز چلے مگر صبح کو اسی جگہ ہوتے جب لوگوں سے امام نے اس جگہ کا دریافت کیا تو لوگوں نے کہا اس کو کربلا کہتے ہیں ہر روز آپ کوچ فرماتے تھے اور پھر اپنے آپ کو اسی زمین میں دیکھتے تھے اور جگہ سے اونٹ نہیں چلتے تھے ہر چند کہ ان کو مارتے تھے اور ہانکتے تھے تو بضرورت حسین رضی اللہ عنہ اس جگہ اتر پڑے جب خادم خیمہ لگانے کے لیے میخ گاڑتے یا درخت سے لکڑیاں توڑتے تو زمین اور درخت سے خون نکلتا جس کی وجہ سے آپ جان گئے کہ حکم الٰہی اسی طرح ہے کہ میں اس جگہ سے نہ جاؤں اور ترجمہ طبری میں ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کی خبر یزید کو پہنچی اور ابھی آپ کوفہ کی طرف نہیں

آئے تھے تو یزید کا خط ابن زیاد کی طرف آیا کہ حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے آرہا ہے تو راستے میں فوج کو چھوڑ ابن زیاد نے فوج کو مکہ کی راہ میں چھوڑا نیز عمرو بن سعد کو بلایا وہ حسب الطلب غرہ محرم میں چار ہزار آدمیوں کے ساتھ آیا اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے قادسیہ سے تین کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کیا تھا کہ عمرو بن سعد نے حر بن یزید مذکور کو بھیجا کہ کنوؤں اور منزل کو درست کرے اور حر بن یزید شیعان علی میں سے تھا اس نے حسین رضی اللہ عنہ ملاقات کی دیکھا کہ آپ تمام اہل وعیال اور اعوان وانصار کے ہمراہ تشریف لائے ہوئے ہیں حر نے کہا آپ یہاں سے تشریف لے جائیں اس جگہ اور لشکر پہنچ رہا ہے حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اہل وعیال سمیت کس طرح یہاں سے جاؤں حر بن یزید نے کہا آپ اُٹھیں اور ایک طرف کو نکل جائیں تو حسین رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا تو ایک منزل پر پہنچے کہ اس کو کربلا کہتے ہیں جب حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں پہنچے تو ابن زیاد نے یزید سے بیعت کرنے کے مطالبہ پر ایک خط بھیجا حسین رضی اللہ عنہ اس خط کو پڑھ کر قاصد سے کہا اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں قاصد نے جا کر حقیقت حال کا بیان ابن زیاد سے کیا ابن زیاد بہت ناراض ہوا اور جوش میں آیا۔

پھر لشکر کو جمع کیا اور کربلا کی طرف روانہ کیا اور عمرو بن سعد کہ عامل رے کا تھا اس کو حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے بلایا عمرو بن سعد نے اس امر سے استعفیٰ چاہا ابن زیاد نے جواب میں کہلایا تو حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جا یا حکومت رے کی سند مسترد کر اور گھر میں بیٹھ تو ابن سعد نے رَے کی حکومت اختیار کی اور حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا ہمیشہ ابن زیاد لشکر بھیجتا تھا یہاں تک نوبت پہنچی کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا اور

اکثر ان میں وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے خطوط روانہ کیے تھے اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی چنانچہ اس لشکر نے نہر فرات پر آ کر قبضہ کیا نہر اور حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو گئے فصول المہمہ میں اس طرح ہے نیز اس میں یہ بھی اول جو شخص عمرو بن سعد سے ملا شمر ذی الجوشن تھا جاننا چاہیے کہ روایت مفتاح النجا اور روایت طبری میں اختلاف ہے، مفتاح النجا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو رے سے حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا میں پہنچنے کے بعد طلب کیا تھا اور روایت طبری سے معلوم ہوتا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا میں پہنچنے سے پہلے عمرو بن سعد کو طلب کیا ہے ترجمہ طبری میں ہے کہ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا تھا کہ پانی کو حسین رضی اللہ عنہ پر اور آپ کے لشکر پر بند کرے اس لیے ابن زیاد نے دریائے فرات پر پہرے نصب کر دیئے تھے اول امام حسین رضی اللہ عنہ نے چاہا تھا کہ پانی پر خود قبضہ کریں مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ابن زیاد کی فوج نے پانی پر قبضہ کر لیا جب عمرو بن سعد نے ابن زیاد کے لکھنے کے مطابق حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا تو آپ پر اور آپ کے لشکر پر سخت تشنگی غالب ہوئی تو حسین رضی اللہ عنہ کے یاروں سے ایک شخص جس کو یزید ہمدانی کہتے تھے اس نے حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی اگر اجازت ہو تو میں عمرو بن سعد سے پانی دینے کی بات گفتگو کروں تو حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے تو یزید ہمدانی ابن سعد کے پاس گیا لیکن سلام نہ کیا ابن سعد نے کہا اے برادر ہمدانی تم نے مجھے سلام کس لیے نہیں کیا کیا میں مسلمان نہیں ہوں اور خدا اور رسول کو پہچانتا نہیں ہوں یزید ہمدانی نے کہا اگر تو مسلمان ہوتا جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے تو ابن رسول اللہ ﷺ اور

اس کی اولاد پر خروج نہ کرتا اوران کے قتل کا ارادہ نہ کرتا اور آب فرات کہ جس کو جنگل کے کتے اور گدھے اور سور پیتے ہیں حسین رضی اللہ عنہ اوران کے بھائیوں اوران کی عورتوں پر بند نہ کرتا اور باوجود اس کے پھر تو اس گمان میں ہے کہ میں خدا اور رسول کو پہچانتا ہوں تو عمرو بن سعد نے اعتراف کیا کہ اے بھائی ہمدانی میں بھی جانتا ہوں کہ وہ اہل بیت ہیں لیکن میرا نفس رے کی حکومت چھوڑنا گوارہ نہیں کرتا تو یزید ہمدانی حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی اے ابن رسول اللہ عمرو بن سعد آپ کے قتل پر راضی ہے مگر رے کی حکومت چھوڑنے پر راضی نہیں اور ابن الاخضر نے یحییٰ بن ابی بکر سے اور بعض اپنے مشائخ سے روایت کیا ہے کہ راوی نے حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ جب لشکر یزید پلید آپ کے مقابل ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ان سے فرمایا اے لوگوں تم میرا نسب بیان کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں کیا میں تمہارے نبی کا بیٹا نہیں ہوں اور تمہارے رسول کے چچا کے بیٹے کا بیٹا نہیں ہوں اور یہ سب آدمیوں سے میں بہتر اور خدا پر سب سے اول ایمان لانے والا نہیں ہوں اور کیا حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں ہیں اور تم اپنے دلوں میں سوچو اور غور کرو کہ تمہارا مجھ کو قتل کرنا اور میری ہتک کرنا تمہارے لیے درست ہے یا نہیں اور کیا تمہیں میرے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فرمان اور میرے بھائی کے بارہ میں **سَیِّدُ الشَّبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃ** نہیں پہنچا ہے۔ اور کیا یہ حدیث تم کو میرے قتل سے نہیں روکتی۔ لوگوں نے جواب دیا ہم

نہیں سمجھتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کوفہ میں ایک ایسا شخص ہے اگر تم اس سے دریافت کرو گے وہ ضرور تم کو خبر دے گا کہ اس نے حدیث مذکور کو میرے اور میرے بھائی کے حق میں رسول خدا سے سنا ہے اور کوفہ میں زید بن ثابت اور براء بن عاذب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کہ اصحاب پیغمبر ﷺ ہیں ان سے دریافت کرو کیا انہوں نے اس حدیث کو میرے اور میرے بھائی کے حق میں سنا ہے یا نہیں اور گر تم کو اس میں شک ہے تو تم کو میرے نواسہ رسول ﷺ ہونے میں بھی شک ہے اور قسم بخدا جس روز سے میں نے اللہ و رسول کو پہچانا ہے جب سے کبھی دانستہ میں نے جھوٹ نہیں بولا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے پر ناراض ہوتا ہے قسم خدا کی تمہارے نبی کا نواسہ مشرق و مغرب کے درمیان میرے سوا کوئی نہیں نہ تم میں نہ کسی اور میں اور یقیناً میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں اور مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے کس کے عوض میں قتل کرنا چاہتے ہو کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تم میرے قتل کے درپے ہو یا میں نے تم میں سے کسی کا مال لیا ہے، جس کے عوض میں تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو یا کہ تم مجھ سے اپنے زخم کا قصاص طلب کرتے ہو تو لوگ آپ کی یہ تقریر سن کر خاموش ہو گئے کتاب کے مصنف نے کہا کہ یہ گفتگو امام حسین رضی اللہ عنہ کی از روے عاجزی کے نہ تھی اس لیے کہ آپ میدان جنگ کے شہسوار تھے اور نبی ﷺ کے فرمانے کی وجہ سے آپ احوال شہادت سے باخبر تھے بلکہ آپ کا یہ فرمانا اعداء پر حجت قائم کرنے کے لیے تھا تا کہ کل قیامت کے روز آپ کے دشمنوں کو عذر کی گنجائش نہ رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ**

رَسُوْلًا(بنی اسرائیل ۱۵) جب تک ہم رسول نہ بھیجیں کسی قوم پر عذاب نہیں کرتے تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد کو لکھا کہ تین امور میں سے ایک امر کو اختیار کر یا تو مجھے حجاز واپس جانے کی اجازت دے یا مجھے یزید کے پاس بھیج دے اگر ان دو امروں سے کوئی نہیں مانتا تو مجھ کو ترکستان جانے دے تاکہ میں وہاں جاؤ اور کفار ترکوں سے جنگ کر کے شہید ہو جاؤں تو عمرو بن سعد نے یہ پیغام ابن زیاد کے پاس پہنچایا لیکن ابن زیاد ان سہ امور مذکورہ پر راضی نہ ہوا اور شمر ذی الجوشن نے ابن زیاد سے کہا حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے پاس نہ جانے دے جب تک تیرے حکم پر راضی اور مطیع نہ ہو بعدہٗ ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو لکھا کہ بغیر میرے پاس آئے یزید کے پاس جانے کی اجازت نہیں خط کا یہی مضمون عمرو بن سعد نے حسین رضی اللہ عنہ کو سنا دیا کہ بغیر ابن زیاد کے پاس جانے کے یزید کے پاس نہیں جا سکتے حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ابن زیاد کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا عمرو بن سعد نے جنگ کرنے میں تغافل کرتا تھا تو شمر نے عمرو بن سعد سے کہا اگر تو جنگ کے لیے جاتا ہے تو بہتر ورنہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا اس جگہ تیس آدمی اہل کوفہ سے بیٹھے تھے انہوں نے عمرو بن سعد سے کہا نواسہ رسول خدا ﷺ تم سے تین باتیں کہتا ہے تم کس لیے قبول نہیں کرتے اور وہ تیس آدمی عمرو بن سعد کے لشکر سے الگ ہو کر حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ گئے اور انہوں نے آپ کی معیت میں اعداء سے قتال کیا ترجمہ طبری میں ہے کہ جب عمرو بن سعد نے میدان کی طرف کوچ کیا اور اس نے معلوم کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں تشریف لے آئے ہیں تو عمرو بن سعد وہاں گیا جب حسین

رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد کی سپاہ کو دیکھا تو آپ بھی چالیس سوار اور ایک سو پیادہ فوج کیساتھ جنگ کی تیاری کرتے ہوئے صف بستہ عمرو بن سعد کے روبرو ہوئے عمرو بن سعد فوج کے درمیان سے آ کر اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور عرض کی کہ ہر چند آپ امر خلافت کے لیے زیادہ حقدار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ یہ کام آپ سے درست ہو اور جتنا قتال وقتل آپ کے والد نے کیا ہے اتنا آپ سے نہیں ہو سکتا مگر باوجود کہ یہ امر خلافت ان کو نہ پہنچا اور انہوں نے زندگی بے مزہ گزاری اور آخر کار شہید ہوئے اور آپ کے بھائی نے جانا کہ یہ کام درست نہیں آئے گا خلافت کو ترک کیا اور بیعت کی تاکہ پریشانی سے چھٹکارا پائے تو آپ بھی اس کام سے الگ رہیں حسین رضی اللہ عنہ کہ تین کاموں میں سے ایک کام میرے ساتھ کرو۔ مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں مکہ میں جاؤں اور دوبارہ اس امر کے گروہ نہ پھروں گا یا میں کسی شہر میں چلا جاؤں اور وہاں الگ تھلگ جا بیٹھوں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو عمرو بن سعد نے کہا آپ درست فرماتے ہیں اب آپ صبر کریں میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس خط لکھتا ہوں چنانچہ عمرو سعد نے اپنے لشکر میں آ کر ابن زیاد کو خط لکھا ابن زیاد کی طرف سے جواب آیا کہ اول حسین رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تاکہ میں ان کو یزید کے پاس بھیجوں حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں خود ابن زیاد کے پاس نہیں جاتا غرضیکہ تین بار عمرو بن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا مگر ابن زیاد بدنہاد نے قبول نہ کیا اور کہا بار بار لکھا کوئی فائدہ نہیں رکھتا جب تک حسین رضی اللہ عنہ میرے پاس نہ آئے اور بیعت کے لیے میرے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھے تین باتوں میں سے کوئی بات بھی قابل قبول نہیں اسی اثناء میں کئی روز گزر گئے تو ابن زیاد نے ایک شخص کو عمرو بن سعد کے پاس بھیجا کہ میں

نے تجھ کو جنگ کرنے کے لیے بھیجا ہے اگر جنگ کرے تو بہتر ورنہ کسی اور کی تیری جگہ مقرر کرتا ہوں تا کہ وہ جنگ کرے عمرو بن سعد نے اسی وقت جنگ کے لیے صفیں آراستہ کیں اور آواز دی اے حسین رضی اللہ عنہ میں نے بہت کوشش کی کہ آپ مکہ چلے جائیں اور میں آپ کے خون میں گرفتار نہ ہوں لیکن یہ کام سرانجام نہ ہوا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا آج کی مجھے فرصت دے عمرو بن سعد نے اس روز امان دی ابن زیاد نے شمر کو بلایا اور کہا عمرو بن سعد ہمارے ساتھ منافقت کر رہا ہے اور دل اس کا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ہے تو جا اگر وہ لڑے تو بہتر ورنہ اس کا عہدہ اس سے چھین لے سپہ سالاری تیرے لیے ہے حسین رضی اللہ عنہ کو یا اس کے سر کو میرے پاس بھیج جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک روز کی مہلت طلب کی ہوئی تھی شمر نماز عصر کے وقت پہنچا اور کہنے لگا میں ایک گھنٹے کی بھی مہلت یا امان نہیں دیتا عمرو بن سعد حسین رضی اللہ عنہ کی طرف فوج لے گیا اور کہا ابن زیاد نے کسی دوسرے کو مقرر کر دیا ہے حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا رات نزدیک ہے ایک رات ہمیں امان دے تو شمر نے بھی (ایک رات کی) امان دی حسین رضی اللہ عنہ نے تمام رات ہتھیاروں کو درست کیا کہ ناگہاں آدھی رات کو ابن زیاد کا قاصد آیا اور اس نے پیغام سنایا کہ حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کردو اور جنگ شروع کرو تا کہ پیاسے مریں اور جب حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر چکو تو اس کے بدن پر گھوڑے دوڑاؤ عمرو بن سعد نے اسی وقت عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ دریائے فرات پر بھیج کر پانی بند کرایا تو لشکر حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پانی نہ تھا اور حسین رضی اللہ عنہ اس رات نہیں سوئے اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیمار سو رہے تھے حسین رضی اللہ عنہ شعر پڑھتے تھے انہوں نے سنا اور رونے

لگے اور عورتوں نے سنا وہ بھی رونے لگیں اسی اثنا میں عورتوں کی آواز بلند ہونے لگی
آپ نے فرمایا چپ ہو جاؤ۔ تاکہ دشمن خوش نہ ہوں اور ترجمہ طبری مختصر میں ہے ک
جب حسین رضی اللہ عنہ کا نزول زمین کربلا پر ہوا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے آپ نے
جب سر سجدہ میں رکھا تو آپ کی آنکھ لگ گئی تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ رسول
خدا ﷺ فرشتوں کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہوئے ہیں اور حسین رضی اللہ
عنہ کو بغل میں لیا اور فرمایا اے فرزند میں جانتا ہوں کہ دشمنوں نے تمہارے قتل کا ارادہ
کیا ہوا ہے اور وہ قیامت کے روز میری شفاعت سے محروم رہیں گے اور قریب ہے کہ
تم درجہ شہادت کو پہنچوں اور بہشت کو تمہارے لیے آراستہ کیا ہوا ہے اور میں اور
تمہارے ماں باپ تمہارے آنے کے منتظر ہیں اے فرزند! جب تک تم شہید نہ ہو اس
مقام پر پہنچ نہیں سکتے اور آنحضرت ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا
اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ الْحُسَيْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت
خواب سے بیدار ہوئے اور آپ نے اپنے اہل بیت کو یہ خواب سنایا تمام زار و زار
رونے لگے اور ابن زیاد نے آپ پر پانی بند کرایا اور رسالہ عبہری میں ہے کہ عمرو بن
سعد نے دریائے فرات کو پس پشت کر کے فوجی پہرے نصب کیے اور حسین رضی اللہ
عنہ نے ریگستان میں نزول فرمایا اور آپ سے پانی تین کوس دور تھا آپ نے اپنے
ساتھیوں سے فرمایا کہ کنواں کھودو ساتھیوں نے ستر ہاتھ کنواں کھودا لیکن پانی نہ نکلا
تمام لوگ پیاس سے بے تاب تھے اور حلق ہر ایک کا خشک تھا اور کسی کو بات کرنے کی
طاقت نہ تھی اشاروں سے باتیں کرتے تھے اور بچے پیاس سے بلبلاتے تھے تین روز

تک رسول اللہ ﷺ کے اہلبیت نے تیمم سے نمازیں پڑھیں حسین رضی اللہ عنہ نے بتیس (۳۲) آدمیوں کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کر کے رات کو پانی لانے کے لیے روانہ کیا حضرت زخمی ہو کر لوٹے اور بائیس آدمی شہید ہو گئے تہذیب التہذیب میں ہے کہ جعفر بن سلیمان بن زید نے مجھ سے حدیث بیان کی اس نے کہا میں نے دیکھا حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کا خیمہ صحراء میں تھا تو میں آپ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کس وجہ سے یہاں تشریف لائے ہیں تو آپ نے فرمایا اہل کوفہ نے مجھے خطوط لکھے ہیں اور اس وقت میرے قتل پر آمادہ ہیں جس وقت مجھے یہ قتل کریں گے خداوند تعالیٰ ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو ان کو ذلیل کرے گا یہاں تک کہ یہ لوگ سب لوگوں سے زیادہ ذلیل ہوں گے اور ترجمہ صواعق محرقہ میں روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ پر لشکر یزید نے اسقدر سختی کی تو آپ کو اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی نصیحت یاد آئی کہ جوانہوں نے وفات کے وقت آپ سے بیان فرمائی تھی کہ سفہائے کوفہ اور ان کے بہکانے سے پرہیز کرنا اور ان کے کہنے سے خروج نہ کرنا کہ تمہاری خفت اور پریشانی کا موجب ہوگا۔

فصل: (سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت)

جاننا چاہیے کہ اہل اخبار نے فرمایا ہے کہ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ نابکار قوم میرے قتل کے درپے ہے تو آپ نے اپنے دوستوں سے فرمایا کہ خیمہ کہ گرد ایک خندق کھودیں اور اس کا دروازہ ایک رکھیں اور اس طرف سے قتال شروع کیا جائے گا

چنانچہ ابن سعد کا لشکر آیا اور اس نے حسین رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا اور جنگ شروع کی اور یاران حسین رضی اللہ عنہ سے ایک ایک جاتا تھا اور شہید ہوتا تھا یہاں تک کہ حسین رضی اللہ عنہ کے پچاس ساتھی شہید ہو گئے اس وقت حسین رضی اللہ عنہ نے پکارا کوئی ہے جو مدد کرے اور فریاد کو پہنچے اور برائے خدا مدد کرے اور رسول اللہ ﷺ کے اہل بیعت سے مصیبت کو دور کرے تو ناگہاں حر بن یزید الریاحی نے جس کا ذکر پہلے گزرا ہے سوار ہو کر حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آیا اور کہا اے ابن رسول اللہ میں اول شخص ہوں جس نے آپ پر خروج کیا تھا اور اب میں آپ کے گروہ میں ہوں تو آپ فرمائیں کہ میں اول آپ کی مدد کرتے ہوئے قتل کیا جاؤں اور جنت میں پہنچوں اور قیامت کے روز آپ کے نانا جان ﷺ کی شفاعت سے بہرہ یاب ہوں اس طرح حر بن یزید نے لشکر ابن سعد پر حملہ کیا اور ان سے جنگ کی اور شہید ہوا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی اور بیٹا اور غلام بھی شہید ہوئے چنانچہ آتش جنگ تیز ہوئی یہاں تک کہ تمام ساتھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے اور بیٹے بھائی اور چچا کے بیٹے اور بھانجے شہید ہو گئے اور خود تن تنہا باقی رہ گئے اور آپ بنفس نفیس قتال کرنے لگے اور شمشیر برہنہ آپ کے ساتھ تھی اور آپ یہ شعر بطور رجز کے پڑھتے تھے

انا ابن علی الخیر من الهاشم

کفانی بهذا مفخر حین افخر

وجدی رسول الله اکرم من مشی

ونحن سراج الله فی الارض ازهر

وفاطمة امی من سلالة احمد

وعمی ذوالجناحین جعفر

وفینا کتاب الله انزل صادقا

وفینا الهدی والوحی والخیر یذکر

وشیعتنا فی الناس اکرم شیعة

ومبغضنا یوم القیامة یخسر

ترجمہ: میں علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں جو ال ہاشم میں بہتر ہیں کافی ہے مجھ کو اس کے ساتھ فخر کرنا جس وقت بھی میں فخر کروں اور میرے نانا جان اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو تمام کائنات میں سے بہتر ہیں اور بہت بزرگ ہیں۔ اور ہم زمین میں اللہ تعالیٰ کے چمکتے ہوئے چراغ ہیں۔ اور میری والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے جو احمد ﷺ کی بیٹی ہے۔ اور میرا چچا جعفر ہے جو دو پروں والا ہے اور ہم میں اللہ کی سچی کتاب اتری ہے۔ اور ہم میں ہدایت اور وحی ہے اور بھلائی قابل ذکر ہے اور ہم اہلبیت کا گروہ تمام لوگوں میں بزرگ گروہ ہے اور ہم سے بغض رکھنے والا قیامت کے روز نقصان اٹھانے والا ہے چنانچہ آپ ہاشمی تلوار کا جوہر دکھاتے تھے اور جو آپ کے روبرو آتا تھا وہ بوجہ خوف کے واپس جاتا تھا اور مخالفین میں سے بہت لوگ مارے گئے یہاں تک کہ آپ کو زخموں اور نیزوں کے واروں نے جو ہر طرف سے آتے تھے سست کر دیا اور آپ بہت زخمی ہو گئے اور شمر ذی الجوشن الشکوفی اپنی فوج کے ایک گروہ کو لیکر آپ کے اور آپ کے حرم محترم کے درمیان حائل ہو گیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک نعرہ مارا اے شیطان کے گروہ اگر تمہارا کوئی دین نہیں اور تمہیں روز قیامت کا خوف نہیں لیکن تم

احرار ہو اپنے نسب کی طرف رجوع کرو میں تمہارے ساتھ جنگ کر رہا ہوں اپنے کمین اور ناداں لوگوں کو میرے حرم کی تعرض سے منع کرو اس لیے کہ عورتیں تم سے جنگ نہیں کرتیں چنانچہ شمر نے یہ گفتگو سن کر اپنے ساتھیوں کو منع کیا اور کہا تم پر افسوس ہے کہ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو حالانکہ اس وقت حسین رضی اللہ عنہ کو بہت زخم لگے ہوئے ہین پھر تم اس پر قابو نہیں پا سکتے یہ بات سننے کے بعد لوگوں نے پے در پے نیزے اور تیر مارنے شروع کیے اور آپ گھوڑے پر سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے تو عمرو بن سعد نے اپنے ساتھیوں سے کہا اپنے گھوڑوں سے اترو اور حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو تن سے جدا کر دو تو نصر بن خدشہ گھوڑے سے نیچے اترا اور حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹنے لگا تو عمرو بن سعد غضب میں اور ایک شخص اس کی دائیں طرف تھا اس کو عمرو بن سعد نے سر کاٹنے کا حکم دیا تو خولی بن یزید الاصحی نے سر مبارک حسین رضی اللہ عنہ کو تن اقدس سے جدا کیا اور اپنے ہمراہ لے گئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچوں اور کنبہ والوں اور عورتوں اور بہنوں کو جن کی کل تعداد بارہ تھی قید کر کے اپنے ہمراہ لے گئے اور عمرو بن سعد نے چند سواروں کو حکم دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے بدن مبارک پر گھوڑے دوڑائیں **استغفراللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ** اور ترجمہ طبری میں یوں ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو رونے سے منع کیا جیسا کہ پہلے گزرا ہے تو حسین رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف نظر کی اور کہا اے خداوند تو جانتا ہے کہ اس قوم نے میرے سے بیعت کی اور عہد کو توڑا تو میرا انصاف ان سے لے اور جو لوگ آپ کے ساتھی اور ہمراہی تھے ان کو آپ نے جمع کیا اور کہا جو کچھ تم پر مناسب تھا وہ تم نے کیا اور میں تم کو جنگ کی طرف لایا ہوں ہم تھوڑے ہیں اور وہ زیادہ ہیں اور میں

اپنی جان سے ناامید ہو گیا ہوں اور تم کو میں نے اپنی بیعت سے الگ کیا تم چلے جاؤ انہوں نے کہا قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے روبرو ہم کیا کہیں گے اور کیا حجت پیش کریں گے اور آپ کے نانا جان کے روبرو کیا عذر پیش کریں گے کہ اس کے فرزند کو دشمنوں کے ہاتھوں میں سپرد کر دیا ہے اپنی جانیں آپ پر فدا کریں گے تو حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو ترتیب دی تو اس نواح میں طرباخ نامی ایک شخص شیعان علی میں تھا وہ اپنی سواری پر آیا اور اس نے حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی آپ میری سواری پر بیٹھ جائیں میں آپ کو آپ کے قبیلہ میں پہنچادوں گا اور آپ دشمنوں کے ہاتھوں سے نجات پائیں گے حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا زن و فرزند کو چھوڑنا عار ہے یہ سن کر وہ واپس چلا گیا اس کے بعد آپ نے خواب دیکھا ہے جیسا کہ سابقاً گزرا ہے جب دن ہوا وہ دن جمعہ کا تھا اور روز شورہ تھا تو آپ نے صبح کی نماز پڑھی عمرو بن سعد نے اپنی فوج کو صف بستہ کیا حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے اور اونٹنی پر سوار ہوئے اور روبرو اس صف بستہ فوج کے آئے تا کہ تمام اہل فوج آپ کو دیکھ لیں اور پھر آپ نے تقریر کی جیسا کہ سابقاً گذرا ہے اور اس خطبہ مذکورہ سے زائد باتیں جو آپ نے کی ہیں وہ یہ ہیں اے لوگوں دیکھو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے سم کی کیسی تعظیم کرتے ہیں اور یہودی موسیٰ علیہ السلام کی اگر کوئی چیز پاتے ہیں وہ بھی اس چیز کی تعظیم کرتے ہیں اور ہر دین پر اپنے دین کو برتر سمجھتے ہیں۔

میں تمہارے پیغمبر کی بیٹی کا پسر ہوں تم میرے قتل کے درپے ہو اور میں مدینہ میں اپنے نانا جان ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھا تھا تم نے مجھے وہاں نہ چھوڑا مکہ میں آیا اس جگہ سے تم نے مجھے بلایا اور قاصدوں کو بھیجا اور جب میں تمہارے پاس آ گیا تو

میرے قتل پر کمر بستہ ہو کر آ گئے ہو اور میرے ساتھ عذر کر رہے ہو اس قسم کی آپ نے
ان سے گفتگو کی مگر انہوں نے کچھ جواب نہ دیا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلْحَمْدُلِلّٰہ
کہ حجت خدا تم پر قائم ہو گئی اور تمہاری محبت مجھ پر نہیں اور حسین رضی اللہ عنہ نے ہر
ایک کو نام بنام پکارا کہ تم نے میرے پاس خطوط لکھے اور اب میرے قتل پر امادہ ہو
انہوں نے جواب دیا کہ ہم تمہاری بیعت سے بیزار ہیں حسین رضی اللہ عنہ نے کہا
اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ تم کو خدا پر کوئی حجت نہیں اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اللھم انت ثقتی فی کل کربة و عن کل شدة

وقوتی عند کل مستمد وجاری فی کل حالة

وانت ولی فی کل نعمة و منتهی فی کل غابة

اکفنی یا ارحمن الراحمن

ترجمہ: اے اللہ تو میرا معتمد ہے ہر سختی میں اور تو میرا سامان ہے ہر شدت میں اور تو میری قوت ہے نزدیک ہر مدد طلب کرنے کے اور تو مجھے پناہ دینے والا ہے ہر حالت میں اور تو میرا دوست ہے ہر نعمت میں اور تو انتہا کو پہنچانے والا ہے ہر غایت میں تو کفایت کرا اے بہترین رحم کرنے والا۔

اس کے بعد آپ اونٹنی پر سے اترے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور صفوں کو درست کیا اور تھوڑا سا توقف کیا تا کہ ابتداء اُن کی طرف سے ہو تو ناگہاں ایک آدمی عمرو بن سعد کے لشکر سے اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا نکلا جس کا نام عبداللہ تھا اس نے حسین رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے گرد آگ کو دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے

عیال اور اطفال کی حفاظت کے لیے روشن کی ہوئی تھی تا کہ عورتوں اور بچوں کی طرف کوئی شخص نہ جا سکے اس عبداللہ نامی شخص نے کہا اے حسین رضی اللہ عنہ تجھے آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ بشارت ہو امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا یا اللہ اس کو ہلاک کر جب عبداللہ نے یہ بات سُنی تو اس کے گھوڑے کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑا اور گھوڑے نے اس کو اس آگ کی خندق میں ڈال دیا وہ لعین اس آگ میں جل گیا ترجمہ طبری میں اس کے بعد حر بن یزید کے آنے کا قصہ لکھا ہے اور بعد ازاں لکھا ہے کہ شمر نے عمرو بن سعد کو کہا تو کب تک حسین رضی اللہ عنہ کو جنگ کی مہلت دے گا چنانچہ شمر نزدیک آیا اور اس نے تیر کمان میں رکھا اور کہا تم گواہ رہو اول تیر میں نے چلایا ہے اس کے بعد دو شخص عمرو بن سعد کے لشکر سے نکلے جو ابن زیاد کے غلام تھے انہوں نے مبارز کو طلب کیا تو لشکر حسین رضی اللہ عنہ سے دو شخص نکلے حیدر بن مظہر و یزید بن الحسین رضی اللہ عنہ انہوں نے ان دونوں غلاموں کو قتل کر دیا اس کے بعد عمرو بن سعد کے لشکر سے معقل بن یزید نکلا اور حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے یزید بن الحسین رضی اللہ عنہ نکلا اور معقل کو قتل کر دیا ایک دوسرا شخص آیا اس کو بھی قتل کر دیا۔

اس کے بعد عمرو بن سعد کے لشکر سے مزاحم بن حرب نامی نکلا اور لشکر حسین رضی اللہ عنہ سے نافع بن باطل نکلا اور نافع نے اس کو قتل کر دیا یہاں تک کہ دھوپ کی تیزی شروع ہوئی اور حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی شدت پیاس سے بیتاب ہوئے ابن سعد کے لشکرے میمنہ پر عمرو بن الحاج مقرر تھے اس نے کہا اے لوگوں؟ حسین رضی اللہ عنہ نے تو مرنے پر دل رکھا ہوا ہے کوئی ان پر غالب نہیں آ سکتا ہم کو یکبارگی حملہ کرنا چاہیے عمر بن سعد نے کہا بہتر تب تیر اندازوں کو انہوں نے تمام فوج سے مقدم کیا

تا کہ تیروں کی بارش کریں کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی زخمی ہوں چنانچہ بیس (۲۰) آدمی لشکر حسین رضی اللہ عنہ سے شہید ہوئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ خود جنگ کے لیے تشریف لے جائیں حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے عرض کی اے ابن رسول اللہ جب تک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہے آپ کو جنگ کے لیے نہ جانے دیں گے تو حسین رضی اللہ عنہ نے چشم پرآب کر کے فرمایا اَحْسَنَ اللہُ جَزاکُمْ ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی جزادے غرض کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی ایک ایک کر کے میدان جنگ میں جاتے تھے اور شہید ہوتے تھے جو میدان جنگ میں جاتا تھا دوسرا اس سے کہتا تھا میں تیرے بعد آرہا ہوں اسی طرح حسین رضی اللہ عنہ کے جتنے ساتھی تھے سب شہید ہو گئے حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی باقی رہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میری باری ہے آپ کے بھائیوں نے کہا جب تک ہم میں سے ایک بھی زندہ رہا آپ کو میدان جنگ میں نہ جانے دیں گے تو اول جس شخص نے یزیدیوں پر حملہ کیا حسین رضی اللہ عنہ کا بیٹا علی اکبر رضی اللہ عنہ تھا اور اس نے دس حملے کیئے اور ہر حملہ میں دو تین آدمی کو جہنم رسید کیا یہاں تک کہ آپ پر تشنگی نے غلبہ کیا اور زبان آپ کی خشک ہو گئی باپ کی طرف آئے اور کہا ابا جان مجھے پیاس بہت لگی ہے باپ نے کہا اے بیٹا؟ میری جان تم پر فدا ہو کیا تدبیر کروں تو اپنی زبان علی اکبر رضی اللہ عنہ کے منہ میں رکھی دوبارہ علی اکبر رضی اللہ عنہ لشکر اعداء کی طرف لوٹے اور حملہ کیا اور ایک آدمی جس کا نام قرہ بن سعد تھا علی اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے سے آیا اس نے تلوار کا وار کیا جس کی وجہ سے آپ گر پڑے اتنے میں اور لوگ دوڑ کر آئے اور آپ کو

شہید کیا اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ روئے اور آپ کی آواز بلند ہوگئی اور زبیدہ خیمہ سے باہر آئی اور اس نے اپنے آپ کو علی اکبر رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا اور رونے لگی علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیل نکلے اچانک ایک صبیح نامی شخص نے ایک تیر مارا وہ آپ کے ہاتھوں میں لگا اور جب آپ واپس لوٹے تو اُسی آدمی نے دوسرا تیر آپ کی پشت پر مارا جو پیٹ سے باہر نکل گیا اس کے بعد جعفر بن عقیل لڑنے کے لیے نکلے تو ایک دوسرے آدمی نے آپ کو بھی شہید کر دیا اب حسین رضی اللہ عنہ اپنے پانچ بھائیوں سمیت رہے جن کے نام یہ ہیں (۱) عبداللہ (۲) عباس (۳) جعفر (۴) عثمان (۵) محمد۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان مذکورہ بھائیوں میں محمد بن حنفیہ ان دنوں بیمار تھے اور ایک دوسرے بھائی عمرو بن علی بھی اس معرکہ میں حاضر نہ تھے غرضیکہ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن علی رضی اللہ عنہ معرکہ کربلا میں موجود نہ تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے قاسم نام حاضر تھے اور چھوٹے علی کہ ان کو زین العابدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بیمار تھے اسی بنا پر وہ خیمہ کے اندر تھے قاسم بن حسین رضی اللہ عنہ انیس (۱۹) برس کے جوان لڑکے تھے وہ لڑنے کے ارادے سے خیمہ سے باہر آئے حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جنگ میں مت جاؤ ابھی تم لڑکے ہو انہوں نے کہا۔

اے چچا! بحق پیغمبر تم مجھ سے ہاتھ اٹھالو مجھے میدان جنگ میں جانے دو

آپ میدان جنگ میں گئے تھے کہ اچانک دشمن کے لشکر میں سے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا اور تلوار ماری اور آپ کو شہید کر دیا امام حسین رضی اللہ عنہ اسی اثنا میں اپنے گھوڑے پر سوار تھے تو ایک آدمی کا تیر آپ کے گھوڑے کے لگا گھوڑا گرا اور آپ پیادہ ہوگئے آپ بھوک اور پیاس کی وجہ سے سست ہو چکے تھے کہ وقت ظہر کا ہوگیا اور امام

حسین رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے پھر جو شخص آپ کو قتل کرنے کے لیے آتا تو وہ سوچتا کہ اگر ان کا قتل کرے گا تو خون اس کی گردن پر ہوگا اس وجہ سے واپس چلا جاتا حسین رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا تھا جس کی ایک سال عمر تھی آپ نے اس کی آواز سنی آپ کا دل جلا تو آپ اس کو بغل لیکر رونے لگے لشکر اعداء میں سے ایک شخص نے تیر چلایا بچہ کے کان کے پاس لگا اور وہ بھی شہید ہو گیا حسین رضی اللہ عنہ نے بچہ کو گود میں سے نیچے رکھا اور آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور کہا یا رب مجھے صبر عطا فرما اور آپ پر بھوک و پیاس کا غلبہ تھا آپ اٹھے اور دریائے فرات کے کنارے گئے اور چاہتے کہ پانی پئیں شمر نے کہا حسین رضی اللہ عنہ کو پانی نہ پینے دو اگر اس نے پانی پی لیا تو دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ اب تو بوجہ پیاس کے ست ہے حسین رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سا پانی آبِ فرات کا منہ میں لیا اسی وقت ایک شخص نے آپ کے منہ مبارک پر تیر مارا پانی منہ سے پھینک دیا اور تیر کو منہ سے نکالا اور واپس لوٹ گئے اور آپ کے منہ سے خون جاری تھا اور آپ اپنے خیمہ کے پاس کھڑے ہوئے عمرو بن سعد آپ کے قتل کا ارادہ کرتا تھا آپ کے نزدیک آیا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو مجھے قتل کرنے آیا ہے یہ سنتے ہی عمرو بن سعد مارے شرم کے واپس لوٹ گیا اور اپنے پیادوں سے کہا تم کس لیے سستی کرتے ہو اس کا محاصرہ کیوں نہیں کرتے پیادے حسین رضی اللہ عنہ کے اردگرد جمع ہوئے حسین علیہ السلام ان پر حملہ کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے شمر اور ابن سعد دور سے دیکھتے تھے عمرو بن سعد نے کہا شمر سے کہ تو نے حسین رضی اللہ عنہ کا مثل کوئی آدمی دیکھا ہے کہ تمام اہلبیت اس کے شہید ہو گئے اور وہ خود بھی زخمی ہے اور کتنے سپاہی اس کے مقابل ہیں لیکن سب کے ساتھ جنگ کر رہا ہے تو امام حسین رضی

اللہ عنہ ان پیادوں سے لڑ رہے تھے یہاں تک کہ چار سوار اور دس پیادے آپ نے قتل کر دیئے اور چونتیس زخم آپ کے بدن پر لگے ہوئے تھے تیس زخم تلوار کے اور تین نیزے کے زخم اور ایک زخم تیر کا تھا جب خون آپ کے بدن سے بہت نکلا اور تشنگی نے غلبہ کیا تو شمر نے اپنے چھ خاص آدمیوں کو لیکر آپ کا قصد کیا حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرر ہے تھے ایک پیادے نے جس کا نام زرعد تھا آپ کو ایک تلوار ماری آپ نے اس کے وار کو ہاتھ پر روکا جس کی وجہ آپ کا ہاتھ مبارک کندھے سے جدا ہو گیا تب حسین رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ نے اس پیادے کا قصد کیا اور پھر گر پڑے اس پیادے نے سمجھا کہ آپ کا کام تمام ہو چکا ہے پھر وہ لوٹا تا کہ آپ کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کر لے آپ پھر کھڑے ہو گئے اور آپ نے ارادہ کیا کہ اپنے خیمہ میں آئیں پیادہ آپ کے ساتھ اندر آیا اور اس نے آپ کی پیٹھ پر وار کیا اور اس کے وار کا نیزہ آپ کے سینے مبارک سے باہر نکل آیا جس کی وجہ سے آپ گر پڑے اور شہید ہو گئے۔

تب شمر آیا اور اس نے آپ کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کیا اور قیس بن اشعث نے آپ کے بدن پر سے کرتا اتارا اور حبیب ابن بدیل نے آپ کی شمشیر لی پھر شمر نے خیموں کا ارادہ کیا اور لوٹ مار کی اور عورتوں کے سروں پر سے دوپٹے اتار لیے تمام عورتیں رونے لگیں عمرو بن سعد شور سن کر آیا دیکھا کہ شمر تلوار کھینچے ہوئے ہے علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیمار پڑے ہوئے کو قتل کرنا چاہتا ہے عمرو بن سعد نے کہا اے شمر تجھے شرم نہیں آتی ایک لڑکا زندہ بچا ہے اس کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے شمر نے کہا مجھے امیر عبید اللہ نے حکم دیا ہے کہ اولاد نرینہ سے کوئی زندہ مت چھوڑ عمرو بن سعد نے کہا مسلمان کافروں کے بچوں کو قتل نہیں کرتے یہ تو مسلمانوں کا فرزند ہے اس کو امیر کے

پاس لے چل جو وہ چاہے کرے عمر واور شمر نے پیادوں کو پھر واپس لوٹایا اور شمر نے عمر
بن سعد کو کہا مجھے امیر نے حکم دیا ہے کہ حسین کے بدن پر گھوڑے دوڑانا چنانچہ بیس گھوڑ
سواروں کو حکم دیا گیا کہ حسین آپ کی لاش کو پامال کریں اور انہوں نے آپ کی لاش کو
پامال کیا جس کی وجہ سے تن مبارک ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اسرات لشکر ابن زیاد نے
وہی بسیرا کیا جاننا چاہیے کہ ترجمہ مختصر طبری میں لکھا ہوا ہے کہ علی اصغر رضی اللہ عنہ کہ اس
کو زین العابدین کہتے ہیں بیمار تھا وہ بعد شہادت علی اکبر امیر المومنین حسین رضی اللہ
عنہ کے پاس آیا اور عرض کی اے امیر آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں دشمنوں سے
جنگ کروں اور آپ کے روبرو شہادت حاصل کروں اور آپ کے نانا جان کے پاس
پہنچوں امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹا اگر تو شہید ہو گیا تو میری نسل منقطع ہو
جائے گی اور میں رسول خدا ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا تو میری یادگار ہے لہٰذا میں تمہیں
جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دیتا تو ام کلثوم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ میں لے گئی
اس کے بعد حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیعت کو وداع کیا اور رسول خدا ﷺ کا
لباس پہنا اور علی اصغر زین العابدین کو گود میں لیا اور ان کو خدا تعالیٰ کے سپرد کیا اور فرمایا
اے فرزند میری شہادت کے بعد دشمنوں سے جنگ نہ کرنا علی اصغر نے قبول کیا اور
حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہلبیت سے جدا ہوئے اور آپ نے ہتھیار لگائے اور دشمنوں
سے جنگ کرنے میں مشغول ہوئے اہلبیت کی طرف سے ایک شور اٹھا اور انہوں نے
کہا رسول اللہ ﷺ کی یہی ایک یادگار تھی سو یہ بھی گئی آخر کار حسین رضی اللہ عنہ نے
جنگ شروع کی میمنہ کو میسرہ پر دے مارا اور بہت لوگوں کو قتل کیا اور شہید ہوئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اور آپ کا گھوڑا بھاگ کر خیمہ میں آ گیا اس کتاب میں طویل قصہ اور نئی نئی باتیں رلانے کے لیے ہیں۔ الْقِصَّہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اعوان انصار اور رشتہ دار شہید ہو گئے تب عمرو بن سعد نے ان کے اہل وعیال کو اسیر کر کے آپ کے سر اور آپ کے یاروں کے سروں کو بشیر بن مالک نامی کی ہمراہی میں کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیجا تو حسین رضی اللہ عنہ مظلوم کے سر اور آپ کے اصحاب کے سروں کو ابن زیاد کے روبرو رکھا اور جناب امام کے قاتل نے یہ شعر پڑھے۔

اَمْلَاءُ رِکَابِی فِضَّۃً وَّذَہَبَا...... فَقَدْ قَتَلْتُ السَّیِّد الْمحبّا

میری اونٹنی چاندی اور سونے سے بھر دے بلاشبہ میں نے ایک سردار کو قتل کیا ہے وَمَنْ یُّصَلِّی الْقِبْلَتَیْنِ فی القُباء وخیرکم...... اِذَا یُذْکَرُوْنَ النَّسَبَا۔ جو مسجد قبا میں دو قبلوں کی طرف منہ کئے نماز پڑھتا تھا اور تم میں بہتر ہے جبکہ نسب کا ذکر کیا جائے ان اشعار کو سن کر ابن زیاد نہایت غضب میں آیا اور کہا اگر تو اس کو ان فضیلتوں والا جانتا تھا تو اس کو تو نے کس لیے قتل کیا تجھ کو میں قتل کے عوض میں کچھ نہ دوں گا اور تجھے اسی کے پاس بھیجوں گا پھر اس کو قتل کرا دیا اسی طرح فصول الائمہ فی مناقب الائمہ میں بھی ہے جاننا چاہیے کہ آپ کے قاتل کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں شمر ذی الجوشن تھا اور بعض کہتے ہیں سنان بن انس النخعی تھا اور بعض کہتے ہیں خولی بن یزید الاصحی تھا اور بعض کہتے ہیں شمر پلید نے آپ کے چہرہ مبارک پر تلوار کا زخم لگایا اور سنان بن انس النخعی نے آپ کو نیزے کا زخم لگایا جس کی وجہ سے آپ

گھوڑے سے نیچے گرے اور خولی ابن یزید نے اپنے گھوڑے سے اتر کر آپ کا
مبارک تن اقدس سے جدا کیا لیکن اس وقت اس کا ہاتھ کانپنے لگا تو اس کا بھائی ش
ابن یزید آیا اور اس نے سر کاٹ کر اپنے بھائی خولی بن یزید کو دیا واللہ اعلم
بالصواب کربلا میں حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے اہلبیت سے عباس ا
عثمان محمد اور عبداللہ و جعفر تھے جو کہ آپ کے بھائی تھے یعنی باپ کی طرف سے
حضرات آپ کے بھائی ہیں قاسم و عبداللہ اور عمر اور کہا گیا ابوبکر یہ آپ کے بھتیجے حس
بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں علی اور عبداللہ یہ حسین رضی اللہ عنہ ک
بیٹے ہیں محمد اور عون یہ آپ کے بھانجے عبداللہ بن جعفر کے بیٹے ہیں عبداللہ ا
عبدالرحمٰن اور جعفر یہ امام مسلم کے بھائی اور حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں
عقیل بن ابی طالب کے بیٹے ہیں ان سب حضرات نے آپ کی ہمراہی میں شربت
شہادت نوش فرمایا ابن عبداللہ نے استیعاب میں محمد بن حنفیہ سے روایت کی کہ حسین
رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک دن میں سترہ نفر اولا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شہید ہوئے او
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حسین علیہ السلام کے ساتھ ۱۶ نفر اہلبیت
سے کہ مثل انکا روئے زمین میں نہ تھا شہید ہوئے تاریخ ابو حاتم میں بھی اسی طرح ذکر
کیا لیکن چند آدمیوں کے دوسرے نام بتلائے چنانچہ سلمان اور سلیح امام حسن رضی اللہ
عنہ کے غلام اور محمد بن سعید بن عقیل بن ابی طالب اور دوسرے لوگ مہاجرین اور
انصار سے شہید ہوئے اور نیز علی رضاعی بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہوئے اور
بعض نے کہا ہے اس کو کوفہ میں قید کر کے لے گئے اس کے بعد اس کو محل سے نیچے گرادیا

جس کی وجہ سے آپ کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں مگر باوجود اس کے پھر بھی انہوں نے ایک کوفی کو قتل کر دیا اور عثمان بن علی اور اسد بن جعفر اور عمرو بن حسن بھی اس روز شہید ہوئے تاریخ مذکور میں لکھا ہے کہ عباس بن علی سقہ کہتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ حسین رضی اللہ عنہ کے لیے پانی لائے اور آپ کو دیا کہ آپ پانی پئیں کہ ایک شخص نے آپ کے گلے میں تیر مارا جس کی وجہ سے آپ پانی پی نہ سکے مخالفین کے مقتولوں کی تعداد میں بھی اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔

ترجمہ طبری میں اٹھاسی (۸۸) نفر لکھے ہیں اور ترجمہ مختصر طبری میں سے پتہ چلتا ہے کہ سینکڑوں مارے گئے جیسا کہ لکھا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے حملہ میں سینکڑوں کو قتل کیا اور حر بن یزید نے بھی اول حملہ میں چالیس آدمیوں کو قتل کیا واللہ اعلم بالصواب۔

فصل: متفرق ذکر میں

طبری نے روایت کی ہے کہ عمرو بن سعد کربلا میں ایک دن ٹھہرا کہ اپنے آدمیوں کو دفن کرے اور اہلبیت کی لاشیں اسی طرح پڑی تھیں زنان امام حسین رضی اللہ عنہ کو اونٹوں پر جن کے پالان پھٹے ہوئے تھے سر برہنہ سوار کیا علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کو جو کہ بیمار تھے ان کو بھی اونٹ پر سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ کیا کہتے ہیں جب وہ روانہ ہوئے تو آواز رونے کی سنی لیکن دکھائی کوئی نہ دیتا تھا نیز اس شعر کے پڑھنے کی آواز آتی تھی۔ اَیُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جُهْلَاءُ حُسَیْنًا اَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْكِیْلِ اے حسین کے جاہل قاتلو! عذاب کی خوشخبری حاصل کرو۔ قَدْ لُعِنْتُمْ

عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ۔ وَمُوْسٰی وَحَامِلِ الْاِنْجِیْلُ۔ بلاشبہ تم داؤد علیہ السلام کی زبان پر لعنت کئے گئے ہو اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام صاحب انجیل کی زبان پر بھی تمہیں لعنت کی گئی ہے تیسرے روز تک حسین رضی اللہ عنہ شہیدوں کے ساتھ پڑے ہوئے تھے کسی نے آپ کو دفن نہ کیا لب فرات پر عامریہ ایک گاؤں ہے وہاں کے لوگ آئے اور انہوں نے کہا اے مسلمانوں ان مقتولوں کو شیر اور چیتے کھاتے ہیں خدا سے ڈرو اور ان کو دفن کرو تو تمام لوگ جمع ہوئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک قبر میں دفن کیا اور شہیدوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جو شخص آپ کے اہلبیت سے تھا اس کو آپ کے برابر قبر میں دفن کیا خولی حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے گیا اور دسرے روز عمرو بن سعد اہلبیت کی عورتوں کو جو کہ بے پردہ اور کپڑے پھٹے ہوئے اونٹوں پر سوار تھیں ان کو لیکر کوفہ میں آیا جب کوفیوں نے ان کو دیکھا تو روتے تھے ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا اے کوفہ والو! تم کیوں روتے ہو ہم کو تم نے قتل کیا اور پھر روتے ہو اور یہ تین شعر پڑھے۔ مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْقَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ خَیْرُالْاُمَمِ جب نبی علیہ السلام تم سے فرمائیں گے تم بہترین امت ہو تو کیا کہو گے۔

بِعِتْرَتِیْ وَبِاَھْلِیْ بَعْدَ مُعْتَقَدِیْ
مِنْھُمْ اُسَارٰی وَقَتْلٰی خُرِّجُوْا بِدَمٖ

میرے ماننے کے باوجود میرے خاندان اور اہلبیت میں سے بعض کو قید کیا اور بعض کو قتل کیا۔

ماکان جزآء اذ نصحت لکم

ان تخلفوا فی النبوۃ من ذوی رحم

کیا میرے نصیحت کرنے کی یہی جزا تھی کہ نبی کے ذی رحم رشتہ داروں کی مخالفت کرو۔ تو ابن زیاد نے محل میں فرش بچھوایا ہیبت اور وقار سے اس پر بیٹھا اور عمرو بن سعد کو بھی شان وشوکت سے بیٹھایا پھر حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو دیکھا کہ ایک تھال میں اس کے سامنے رکھا ہے اور عورتیں اور بچے اہلبیت نبوی قیدی کی حالت میں اس کے روبرو کھڑے ہیں عبید اللہ بن زیاد ان کا تماشا دیکھتا اور کہتا تھا سب تعریف اس خدا کو ہے جس نے ہمارے دشمنوں کو سختی پہنچائی۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا بِمُحَمَّدٍ وَّطَهَّرَنَا تَطْهِیْرًا سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے محمد ﷺ کے طفیل ہمیں مکرم کیا اور ہمیں گناہوں سے خوب پاک کیا پھر ابن زیاد نے کہا تم نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کس طرح پایا ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اکھٹا کرے گا اور انصاف فرمائے گا اس نے کہا ابھی تیرے کلام کرنے میں اتنی دلیری ہے اس نے چاہا تھا کہ سزا دے عمرو بن سعد نے کہا عورتوں کی باتوں کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے پھر ابن زیاد بد نہاد نے کہا یہ لڑکا کون ہے کہا یہ حسین رضی اللہ عنہ کا لڑکا ہے اس نے کہا اس کو بھی قتل کرو میں نہیں چاہتا کہ نسل فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد نرینہ باقی رہے چنانچہ کوتوال اٹھا کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے جا کر قتل کرے زینب نے اس کو اپنی بغل میں لیا اور کہا اگر اس لڑکے کو قتل کرتے ہو تو ہم کو

بھی قتل کرو میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گی تمام بچوں اور عورتوں میں آل محمد ﷺ سے
یہی ایک لڑکا محرم باقی رہا ہے جب اس کو قتل کرو گے ہم سب عورتیں بغیر محرم کے رہیں
گی ابن زیاد نے کہا میں نے تمہاری وجہ سے اس کی جان بخشی کی اس کے بعد ابن زیاد
نے سر حسین رضی اللہ عنہ کو وحیہ بن قیس کے ہاتھ مع عورتوں اور بچوں کے اونٹوں پر
سوار کر کے یزید کی طرف بھیج دیا یزید نے محلوں میں فرش کو بچھوایا اور تمام فوج کو بلوایا
اور لوگوں نے سر حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے سامنے رکھا اور آپ کی عورتوں اور بچوں کو
سامنے کھڑا کیا پھر یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کی طرف دیکھ کر کہا اللہ تعالیٰ
تجھ پر رحم کرے اے ابو عبداللہ ہم اہل عراق سے بغیر تیرے قتل کرنے کے راضی تھے
لیکن تو نے قطع رحم کیا اور جماعت سے ایک طرف رہا یزید کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس
کو حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں پر مارتا تھا ابو بدرۃ الاشلجی اس جگہ موجود تھا اس نے کہا
اے یزید چھڑی کو حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں سے دور رکھ میں نے اکثر اوقات دیکھا
کہ پیغمبر علیہ السلام ان کے لبوں پر بوسہ دیا کرتے تھے پھر یزید نے علی بن الحسین رضی
اللہ عنہ سے کہا اے علی رضی اللہ عنہ تیرے باپ نے قطع رحم کیا اور میرا حق نہ پہچانا اور
اس نے چاہا تھا کہ یہ سلطنت خدا داد میرے ہاتھ سے چھین لے لیکن خدا نے ایسا نہ کیا
علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ
اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (الحدید۔ ۲۲)

ترجمہ: نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں مگر کتاب
میں ہے اس سے پہلے کہ ہم پیدا کریں۔

اس کو پھر یزید نے اہل بیت کے قیدیوں کے متعلق کہا کہ ان کو گھر میں رکھو چنانچہ وہ دس روز رہے پھر ان کو مدینہ شریف بھیج دیا یہ مضمون ترجمہ متعارف طبری میں ہے جاننا چاہیے یہ جو کچھ یزید نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اے ابا عبداللہ اس سے مراد ترحم نہیں بلکہ خیانت و گناہ کو ثابت کرنا ہے کیونکہ یہ کلمہ اور اس کی مثال محاورات استعمال میں خاطی و مجرم کے حق میں کہا کرتے ہیں چنانچہ یزید کا یہ کہنا کہ تو نے قطع رحم کیا ہے اس پر دلالت کرتا ہے اور صاحب کتاب بھی اسی طرح لایا ہے کہ اہل اخبار کا اتفاق ہے کہ جس وقت اشقیاء نے سر حسین رضی اللہ عنہ کو تن اقدس سے جدا کیا اور آپ کے اہلبیت کو قیدیوں کی طرح ابن زیاد کی طرف روانہ کیا جیسا کہ ترجمہ میں گزرا بعد میں لکھا ہے کہ:

ابن زیاد قصر امارت میں بیٹھا اور آدمیوں کے آنے کی عام اجازت ہو گئی جب آدمی حاضر ہو گئے تو سر مبارک کو ابن زیاد کے روبرو رکھا تو وہ دیکھتا تھا اور مسکراتا تھا اور ایک چھڑی کو جو اس کے ہاتھ میں تھی آپ کے دندان مبارک پر مارتا تھا بخاری اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابن زیاد کے پاس سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کو لایا گیا تو طشت میں رکھا ہوا تھا تو وہ آپ کے لب و دندان پر چھڑی مارتا تھا اور آپ کے حسن میں نقائص بیان کرتا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم امام حسین رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور وسمہ سے آپ کے بالوں کو خضاب کیا ہوا تھا تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے مگر چند بال داڑھی کے سفید تھے ان پر خضاب کیا ہوا تھا ابن ابی الدنیا نے زید بن ارقم

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ زید بن ارقم نے ابن زیاد سے کہا اپنی لکڑی کو اٹھا خدا کی قسم میں نے رسول خدا ﷺ کو بہت مرتبہ دیکھا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں لبوں کے درمیان آپ بوسہ دیا کرتے تھے اس کے بعد زید بن ارقم رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا اے ابن زیاد خدائے تعالیٰ تجھ کو رلائے یہ سن کر ابن زیاد نے کہا اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو تجھ کو میں قتل کر دیتا تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرماتے تھے اے لوگو! آج تم غلام ہو گئے اور تم نے فرزند رسول کو قتل کیا اور ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد کو اپنا امیر بنایا اور خدا کی قسم وہ تم میں سے بہتر آدمیوں کو قتل کرے گا اور تم میں سے جو لوگ شریر ہیں ان کی فرمانبرداری کرائے گا تو افسوس ہے اس شخص پر جو ذلت و عار پر راضی ہو اس کے بعد زید بن ارقم نے کہا اے ابن زیاد تجھے میں ایک حدیث سناتا ہوں جو سابق حدیثوں میں سے زیادہ تجھے غصے میں مبتلا کرنے والی ہے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہ انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو داہنی ران پر بٹھایا اور حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں ران پر بٹھایا پھر اپنے دست مبارک کو ان کے سروں پر رکھا اور بعد میں فرمایا بار خدایا میں ان کو تیرے اور نیک مومنوں کے پاس بطور امانت سپرد کرتا ہوں تو اے ابن زیاد! پیغمبر خدا ﷺ کی امانت تیرے روبرو کیا ہوئی یعنی رسول خدا ﷺ نے صالح مومنین کو امانت سپرد کی تھی اور تو نے رسول خدا ﷺ کی امانت کو ضائع کر دیا اور اس طرح خوار کیا اس کے بعد ابن زیاد مجلس سے اٹھا اور منبر پر کھڑا ہوا اور تقریر کی جس کا ترجمہ یہ ہے شکر ہے خُدا کا جس نے حق کو ظاہر کیا اور اہل حق کو غلبہ و فتح دی اور امیر المومنین یزید اور اُس کے لشکر کو غالب کیا اور کاذب ابن کاذب اور اس کے اہل کو شکست دی یہ بات سن کر عبداللہ بن عفیف اٹھے اور ابن زیاد کی طرف گئے اور کہا اے

دشمن خدا! تو جھوٹا ہے اور تیرا باپ جھوٹا ہے اور جس نے تجھے امیر بنایا وہ جھوٹا ہے تو نے اولاد پیغمبر کو ذبح کیا اور منبر پر جو کہ صدیقوں کا مقام تھا کھڑا ہوا ابن زیاد نے حکم دیا عبداللہ بن عفیف کو پکڑ و تو ابن زیاد کے سپاہیوں نے اسے پکڑا عبداللہ نے اپنی قوم کو پکارا تو سات آدمی اس کی قوم کے جمع ہوئے انہوں نے عبداللہ بن عفیف کو سپاہیوں سے چھڑایا تو جس وقت رات ہوئی ابن زیاد نے ایک شخص کو بھیجا کہ عبداللہ بن عفیف کو گھر سے پکڑ کر لائے اور میدان میں اس کو سولی دے۔

اس کے بعد صبح ہوئی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا جائے چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی زید بن ارقم سے روایت ہے آپ نے فرمایا جب سر مبارک کو نیزے میں لگا کر پھرایا گیا۔ گلی کوچوں میں اس وقت وہ اپنے بالا خانے میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص سورۃ کہف کی اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا (الکھف: ۹) ترجمہ: اے مخاطب کیا تو نے گمان کیا ہے کہ غار کے رہنے والے اور تختی والے ہماری انوکھی نشانیوں میں سے تھے تو آپ کے سر مبارک نے بزبان فصیح کلام کیا اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا قَتْلِىْ وَحَمْلِىْ ترجمہ: اصحاب کہف سے زیادہ تعجب خیز میرا قتل کرنا اور میرے سر کا نیزے پر بلند کرنا ہے زید بن ارقم فرماتے ہیں یہ کلام سن کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے سر کو ندا دی خدا کی قسم اے ابن رسول اللہ ﷺ تیری حقیقت اور تیرا حال اصحاب کہف سے عجب تر ہے۔

ابن الاخضر نے عاصی بن زر سے روایت کی کہ اول سر جو اسلام میں نیزے پر بلند کیا گیا وہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا سر تھا اور آدمیوں کو رلانے والا اس دن سے زیادہ میں نے کوئی دن نہیں دیکھا اور نیز فتاویٰ قرطبی میں ہے کہ کوفہ کے لوگ دیکھتے تھے کہ قیدیوں میں علی بن الحسین رضی اللہ عنہ تھے کہ ہاتھ ان کے گردن پر باندھے ہوئے تھے۔ زینب و کلثوم و فاطمہ و سکینہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں تھیں جن کو ظالم کوفی لے جا رہے تھے پھر حسین رضی اللہ عنہ کے سر اور آپ کے یاروں کے سروں کو اہلبیت قیدیوں کے ساتھ شمر ذی الجوشن کے ہمراہ یزید پلید کی طرف روانہ کیا تذکرۂ قرطبی میں لکھا ہے۔ ابن زیاد نے زنان اہلبیت کو اونٹوں پر بٹھا کر ساتھ ہی امام مظلوم کے سر کو یزید کی طرف روانہ کیا اور ہر شہر اور گاؤں میں سروں کو نیزوں پر بلند کیے جاتے تھے تاکہ اس شہر اور گاؤں میں جو لوگ ہیں وہ دیکھیں جب سفر کر رہے تھے تو راستہ میں ایک گرجا آیا جب وہاں پہنچے تو دوپہر کو آرام کرنے کے لیے وہاں ٹھہرے تو اس گرجا گھر کی دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا۔

أَتَرْجُوْا أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا

شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

ترجمہ: کیا جس گروہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا قیامت کے روز اس کے نانا جان کی شفاعت کا امیدوار ہے۔ تو یزیدیوں نے اس گرجا گھر کے پادری سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے پادری نے کہا یہ شعر تمہارے نبی ﷺ کے مبعوث ہونے سے پانچ سو برس پہلے کا اس جگہ لکھا ہوا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس گرجا

گھر کی دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک ہاتھ نکلا اور اس ہاتھ پر خون سے یہ شعر مذکورہ لکھا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ نابکار لوگ اس منزل میں اترے اور سر مبارک کو نیزے پر نصب کیا ہوا تھا اور اس کی حفاظت کرتے تھے تو اس گرجا کے راہب نے اس سر کو دیکھا اور اس کا حال پوچھا ان ظالموں نے حال بیان کیا تو راہب نے ان سے کہا تم بہت بری قوم ہو اس کے بعد ان سے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو تم مجھ سے دس ہزار درہم لو اور ایک رات کے لیے اس سر کو میرے پاس رہنے دو سر کی حفاظت کرنے والوں نے اس بات کو قبول کیا۔

تو راہب نے اس سر کو لیا اور غسل دیا اور خوشبو لگائی اور اپنی ران پر سر کو رکھا اور صبح تک روتا رہا اس کے بعد مسلمان ہو گیا اس وجہ سے کہ اس نے سر مبارک سے لے کر آسمان تک ایک نور دیکھا تھا اس کے بعد وہ اس گرجا سے نکلا اور ہمیشہ اہلبیت کا خادم بنا رہا اور جو دس ہزار درہم اس راہب نے یزیدیوں کو دیئے تھے انہوں نے ایک تھیلی میں ان کو رکھا ہوا تھا جب ان کو تھیلی میں سے نکال کر آپس میں تقسیم کرنے لگے تو دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہوا تھا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (ابراھیم: ۴۲) ترجمہ: جو ظالم کام کر رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کو غافل مت گمان کر۔ اور اس کی دوسری طرف لکھا ہوا تھا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ (الشعراء: ۲۲۷)
ترجمہ: عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کونسی پھرنے کی جگہ وہ پھرے جاتے ہیں۔

صواعق محرقہ کے ترجمہ میں ہے وہ جماعت جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر

کی حفاظت پر متعین تھی انہوں نے درہموں کو اس لیے تقسیم کیا تھا تاکہ ان سے یزید نہ لے لے الْقِصَّة یزیدی امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر اور ان کے اہل بیت کو لیکر دمشق میں آئے اور یزید کے پاس پہنچے اور حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے روبرو رکھا اور شمر ذی الجوشن نے جنگ کا قصہ بیان کرنا شروع کیا اور کہا اے امیر المومنین! حسین رضی اللہ عنہ ہم پر اپنے اہلبیت کے بارہ نفر اور اپنے شیعہ کے ۶۰ نفر کے ساتھ ہمارے مقابل آیا تو ہم بھی ان کی طرف گئے اور ہمنے ان سے ابن زیاد کی اطاعت کا سوال کیا یا جنگ اختیار کرنے کا تو انہوں نے جنگ کو اختیار کیا تو ہم سورج نکلنے کے وقت ان پر حملہ آور ہوئے اور ہم نے ہر طرف سے ان کا محاصرہ کیا تو جس وقت ہماری تلواریں ان کے جسموں پر پڑیں تو وہ پناہ تلاش کرتے تھے جیسے کبوتر باز کے حملہ سے پناہ تلاش کرتا ہے تو ان کے ساتھ جنگ اتنی دیر رہی ہے جتنی دیر میں قصاب بکری کو ذبح کرتا ہے یا اتنی دیر ہماری ان کی جنگ رہی جتنی دیر دن میں سوتے ہیں یہاں تک کہ ہم نے ان سب کو قتل کر دیا اور ان کے بدن برہنہ جنگل میں پڑے ہیں اور گرد و غبار سے ان کے چہرے آلودہ ہیں بعض روایات میں ہے جس وقت یزید نے شمر کی یہ گفتگو سنی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا تمہاری خرابی ہو میں بغیر قتل کے حسین رضی اللہ عنہ کے تمہاری اطاعت سے خوش تھا اور آگاہ ہو جاؤ قسم خدا کی اگر میں اس کے مقابل ہوتا تو میں اس سے تجاوز نہ کرتا اور یزید نے ابن زیاد کو برا کہا اور اس پر لعنت کی اور کہا ابن مرجانہ نے میری طرف سے ہر نیک و بد کے دل میں برائی کا بیج بو دیا اس کے بعد کہا اے حسین رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ تجھ پر رحم کرے بیشک تجھے ایسے شخص نے

قتل کیا جس نے رشتہ داری کا حق نہ پہچانا۔ بعدازاں امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کو اوران کے سر کو علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف پہنچا دیا اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جب ہم دمشق میں آئے تو میرے سے ایک شخص نے ملاقات کی تو میں اس کے گھر میں گیا اور وہیں سویا جب میں نے گھوڑوں کے سموں کی آواز سنی تو میں جاگا پھر ہم کو یزید کے روبرو پیش کیا گیا تو وہ ہمارے حالات دیکھ کر رویا جو ہم نے مانگا اس نے دیا اور ہم کو اس نے نصیحت کی کہ تمہاری قوم کے درمیان جھگڑے ہوں گے تم پر لازم ہے کہ کسی طرف سے حصہ نہ لینا جیسا کہ جنگ حرہ مسرف کی طرفسے واقع ہوگی جس کا ذکر آئندہ آئے گا چنانچہ واقع حرہ ہوا تو یزید نے مسرف کو لکھا تھا کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو رنجیدہ نہ کرنا اور اس کے ساتھ نیکی کرنا اور اگر مدینہ کو فتح کرے تو اس کو امن دینا نیز اس میں ہے کہ محمد بن حسن مخزومی سے روایت ہے کہ جب سر حسین رضی اللہ عنہ یزید کے روبرو رکھا گیا تو وہ رویا اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب فاطمہ اور علی اور سکینہ کو یزید کے پاس بھیجا تو سکینہ کو یزید نے اپنے تخت کے پیچھے کھڑا کیا تا کہ وہ اپنے باپ کا سر نہ دیکھے اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ طوق پہنے ہوئے یزید کے روبرو کھڑے تھے اور یزید حسین رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک پر چھڑیاں مارتا تھا اور کہتا تھا میرا گمان نہ تھا کہ ابوعبداللہ حسین رضی اللہ عنہ اس عمر تک پہنچے گا اور اس کا سر اور اس کی داڑھی کو خضاب کیا جائے گا اور تہذیب التہذیب میں یہ بھی روایت کہ محضر بن ثعلبہ العابدی حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے پاس لایا تھا اور اس نے کہا تھا اے امیر المؤمنین میں عرب کے احمق کا سر لایا

زینب تو کھائے گی زینب چند روز سے بھوکی تھی اس نے کہا ہاں کھاؤں گی تو یزید نے سر حسین رضی اللہ عنہ کو کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا منگوایا اور اوپر سے کپڑا اٹھایا زینب نے جب اس سر مبارک کو دیکھا اور پہچانا تو رونا شروع کیا یزید پلید دندان حسین رضی اللہ عنہ پر لکڑی مارتا تھا اور کھانا کھاتا تھا یزید کا غلام جس کا نام مقبول تھا وہ کھڑا تھا اس نے کہا اے یزید خدا سے ڈر یہ شخص محمد ﷺ کی اولاد کا سردار ہے میرے سامنے اس کے دندان مبارک پر لکڑی مت مار کہ سرور کائنات ﷺ نے کئی مرتبہ ان کے منہ کو چوما ہے یزید نے کہا میں تجھے بھی ان دشمنوں سے شمار کرتا ہوں جب غلام نے یہ بات سنی تو اس نے تین مرتبہ یزید کے سر پر وار کیا مگر تقدیر الٰہی سے تلوار اس کے لگی نہیں اور شور مچ گیا چالیس آدمیوں کو قتل کیا اور ایک گھنٹہ تک اس نے جنگ کی اور آخر خود شہید ہوا علی اصغر رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہا نے اس کو بہشت کا وعدہ دیا۔

جاننا چاہیے سر مبارک کے دفن میں اختلاف ہے فتاویٰ قرطبی میں ہے کہ یزید نے سر مبارک کو مدینہ میں بھیجا اس کو کفن دے کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قریب دفن کیا گیا اور یہی صحیح ہے سید سمہودی نور الملۃ والدین علی بن عبداللہ الحسینی المدنی نے خلاصۃ الوفا میں روایت کی کہ جسد مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں ہے اور سر مبارک آپ کا مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہے۔

اور شیعہ امامیہ کہتے ہیں کہ آپ کے سر مبارک کو شہادت سے چالیس دن بعد آپ کے تن مبارک کے ساتھ دفن کیا گیا اور یہ دن ان میں مشہور ہے اور اس دن کو وہ زیارت اربعین کا دن کہتے ہیں اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ عسقلان یا قاہرہ میں

دفن ہے باطل ہے اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ آپ کا سر مبارک یزید کے خزانہ میں تھا تو سلیمان بن عبدالملک کی خلافت کا زمانہ آیا تو لوگوں نے اس کو خبر دی کہ سر حسین رضی اللہ عنہ شاہی خزانہ میں ہے تو اس نے اس سر کو منگایا اور دیکھا تو سفید ہڈیاں باقی ہیں تو اس کو خوشبو لگا کر اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جب عباسیوں کی حکومت کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس کو اکھیڑا اور خدا جانے کیا کیا نیز اسی میں روایت ہے راوی کہتا ہے میں اس قوم میں تھا جنہوں نے ولید بن یزید پر ڈاکہ ڈالا تھا اور اس کے خزانہ کو دمشق میں لوٹا تھا تو اس میں ایک صندوقچی کو دیکھا میں سمجھا کہ اس میں مال غنیمت ہے میں اس کو لیکر وہاں سے روانہ ہو گیا تو جب میں نے اس کو کھولا دیکھا ریشمی کپڑے میں سر لپٹا ہوا ہے اور اس ریشمی کپڑے پر لکھا ہوا تھا یہ سر حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا ہے تو میں نے تلوار سے ایک گڑھا کھودا اور اس سر کو اس میں دفن کر دیا۔

احمد بن محمد بن یحییٰ بن حمزہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے راوی وہ کہتا تھا خبر دی مجھ کو حمزہ بن حضرمی نے وہ کہتا تھا دیکھا میں نے ایک عورت کو کہ سب عورتوں سے زیادہ عقلمند اور نیک تھی نام اس کا ریا اور یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی خاص خدمت گار تھی اور اس کی عمر سو سال تھی اس نے نقل کیا کہ ایک شخص یزید کے پاس آیا۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین خدا نے آپ کو امام حسین رضی اللہ عنہ پر فتح دی اور اس کے سر کو تیرے پاس لایا اور وہ سر طشت میں رکھا ہوا تھا تو یزید نے اپنے غلام سے کہا سر کو کھول جب یزید نے سر مبارک کو دیکھا تو اس کا رنگ غصہ سے سرخ ہو گیا کیونکہ اس سر سے بہت اچھی خوشبو آتی تھی اور راوی کہتا تھا ہمارے بعض رشتہ داروں نے ہم سے بیان کیا کہ تین روز تک حسین رضی اللہ عنہ کا سر دمشق کے دروازہ پر آویزاں رہا صواعق

محرقہ کے ترجمہ میں ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ اس پر مہربانی فرما رہے ہیں سلیمان نے اس خواب کی تعبیر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی انہوں نے فرمایا شاید تیرے سے رسول خدا ﷺ کی آل پر کوئی احسان ہوا ہے سلیمان بن عبدالملک نے کہا میں نے سر حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے خزانہ سے پایا اس وقت اس کو کفن دے کر اور اس پر نماز پڑھ کر اس کو دفن کر دیا ہے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تیرا یہی کام رسول اکرم ﷺ کی رضا کا موجب ہے تو سلیمان بن عبدالملک نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب کی تعبیر کے عوض میں اچھا انعام دیا واقعہ کربلا کے بعد ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے تہتر فرقوں میں سے کوفہ کے رہنے والے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پھر وقت پر دھوکا دیا اور آپ کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا نہیں نہیں بلکہ خود قتل کیا یہ کس فرقہ کے لوگ تھے تو اس کا فیصلہ ہم اپنی طرف سے اور اپنی رائے سے نہیں کرتے بلکہ اس معاملہ میں ہم تاریخ سے پوچھتے ہیں کہ اس امر کا وہ فیصلہ کرے کہ وہ کس مذہب کے لوگ تھے تو اس بارہ میں شیعہ سنی کتب بانگ دھل پکار کر کہہ رہی ہیں کہ وہ شیعہ مذہب کے لوگ تھے علاوہ کتب تاریخ کے عقلی دلائل بھی اس کے متعلق موجود ہیں۔(۱) چونکہ کوفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا دارالخلافۃ اس وجہ سے بنایا تھا کہ زیادہ تر شیعہ حضرات جو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرتے تھے اور اپنے آپ کو شیعان علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے وہاں پر کثرت سے موجود تھے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ دارالخلافہ بنایا تھا تا کہ ان کی حکومت ان کی محبت کا دم بھرنے والوں کی وجہ سے مستحکم و مضبوط رہے۔(۲) جب یزید پلید برسر اقتدار آیا تو

اس کی بیعت کا انکار پانچ شخصوں نے کیا تھا جس پر تاریخ شاہد ہے (۱) حضرت حسین رضی اللہ عنہ (۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۳) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۴) عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ (۵) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو اہل کوفہ کا خصوصیت سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلانا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ وہ شیعہ مذہب کے لوگ تھے ورنہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یزید کی بیعت سے انکار کیا ہوا تھا ان کو خط بھیجتے اور بلاتے اور کہتے ہم تمہیں خلیفہ مانیں گے اور تم سے بیعت کریں گے یا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ یا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بلاتے اور ان سے بیعت کرنے کے متعلق کہتے جب ان حضرات میں سے کوفیوں نے کسی کو بھی نہ بلایا اور صرف حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا تو ثابت ہوا یہ شیعہ مذہب کے لوگ تھے (۳) جب حکومت وقت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف تھی ایسے وقت میں کوفہ کے لوگ حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاں بلاتے ہیں اگر وہ لوگ آپ کے معتمد علیہم نہ ہوتے یا آپ کو ان پر بالکلیہ اعتماد اور بھروسہ نہ ہوتا تو ہرگز آپ وہاں نہ جاتے کیونکہ ایسے وقت میں آپ ضرور یہ خیال کرتے چونکہ حکومت وقت میرے خلاف ہے ایسا نہ ہو جو لوگ مجھے بلا رہے ہیں وہ دھوکہ دے کر مجھے حکومت کے سپرد کر دیں تو معلوم ہوا آپ جانتے تھے کہ یہ میرے ماننے والے اور میرے والد رضی اللہ عنہ کے ماننے والے لوگ ہیں میرے شیعہ اور میرے والد رضی اللہ عنہ کے شیعہ ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے مشوروں میں اور اپنے خطوط میں ظاہر بھی کیا جس کا بیان شیعہ سنی کتب میں موجود ہے۔

(۱) مجالس المؤمنین میں قاضی نوراللہ شوستری لکھتے ہیں تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل اگرچہ ابوحنیفہ سنی باشد۔

ترجمہ: اہل کوفہ کے شیعہ ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور جو شخص کوفہ کا اصل رہنے والا ہے اس کا سنی ہونا اصل کے خلاف ہے اگر چہ ابو حنیفہ سنی ہو یعنی اس امر میں قاعدہ کلیہ یہ ہے جو شخص کوفہ کا اصلی باشندہ ہے وہ شیعہ ہے تو حوالہ سے معلوم ہوا کہ اسقدر شیعہ کوفہ میں رہتے تھے اور ان ہی کوفیوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا ہے۔ سر الشھادتین میں مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

اَكْثَرَ هُمُ الَّذِيْنَ كَاتَبُوْهُ وَبَايَعُوْهُ۔ ترجمہ: حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے اکثر وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے تھے اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی تاریخ طبری جلد چہارم ص ۶۱۸ میں ہے شیعان کوفہ کو علم ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کر مکہ میں آئے ہوئے ہیں تو انہوں نے آپ کو بلانے کے لیے خط لکھا اور قاصد بھیجے تو حسین رضی اللہ عنہ نے امام مسلم رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بھیجنے کے لیے بلایا پس حسین بن علی رضی اللہ عنہ امام مسلم بن عقیل را برخواند و گفت بکوفہ بباید شدن و آنجا نہاں مے باش تا شیعہ بر تو گرد انیدند (ترجمہ) تو حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کوفہ جانا چاہیے اور وہاں جا کر پوشیدہ رہ تا کہ شیعہ تیرے پاس اکٹھے ہو جائیں اور اسی صفحہ میں ہے مہتران شیعت روز آدینہ از پس خلیفہ یزید نماز نہ گزارند و ایشاں راخون خواستہ حلال نہ بینند۔ ترجمہ: آپ کے بزرگ شیعہ یزید کے خلیفہ کے پیچھے نماز جمعہ نہیں پڑھتے اور ان کے ذبیحہ کو حلال نہیں جانتے اور امامت کا حقدار آپ کو سمجھتے ہیں۔ اور اسی سے ملتا جلتا مضمون شیعہ کی مشہور کتاب جلاء العیون ص ۳۵۶ پر ہے

چوں ایں اخبار باہل کوفہ رسد شیعان کوفہ درخانہ سلیمان بن مرد خزاعی جمع شدند حمد و ثنائے حق تعالیٰ ادا کردند و در باب فوت معاویہ و بیعت یزید سخن گفتہ سلیمان گفتہ چوں معاویہ بجہنم واصل شد و حضرت امام حسین از بیعت یزید امتناع نمودہ ز بجانب مکہ معظمہ رفتہ است و شما شیعیاں او پدر بزرگوار اوئید اگرے دانید کہ او را یاری و با دشمناں او جہاد خوامید کرد و بجان و مال در نصرت او خوامید کوشید نامہ باد تو یسید واو راطلبید جب اہل کوفہ کو یہ خبر ہوئی کہ حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے انکار کر کے مدینہ چھوڑ کر مکہ معظمہ تشریف لے آئے ہیں تو کوفہ کے لوگ یعنی شیعہ سلیمان مرد خزاعی کے گھر میں اکٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ادا کی معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرنے کے بارہ میں اور یزید کی بیعت کے بارہ میں آپس میں باتیں کی سلیمان نے کہا جب معاویہ جہنم میں پہنچ گیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے مکہ معظمہ میں رہنا اختیار کیا ہوا ہے اور تم لوگ اس کے شیعہ ہو اور اس کے بزرگوار باپ کے شیعہ ہو اگر سمجھتے ہو کہ اس کی مدد اور اس کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرو گے اور جان و مال سے اس کی مدد میں کوشش کرو گے تو اس کو خط لکھو اور اس کو بلاؤ پھر خط اس مضمون کا لکھا این نامہ است بسوئے حسین بن علی رضی اللہ عنہ از جانب سلیمان بن مرد خزاعی و میتب بن بخیہ و رفاعہ بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر سائیر شیعان او از جانب مومنان و مسلمانان اہل کوفہ (ترجمہ) یہ خط سلیمان بن مرد خزاعی اور میتب بن بخیہ اور رفاعہ بن شداد بجلی اور حبیب بن مظاہر اور باقی اس کے شیعہ مومنوں اور کوفہ کے مسلمانوں کی طرف سے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف اور جب آپ کو راستہ میں پتہ چلا کہ کوفیوں نے بے وفائی کی اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں

سے فرمایا۔ پس حضرات صحابہ خود راجمع نمود و فرمود بجا خبر رسیدہ کہ مسلم بن عقیل وہانی بن عروہ وعبداللہ بن بقطر راشہید کردہ اند و شیعیان ما دست از یاری ما برداشتہ اند۔ ہر کہ خواہد از ما جدا شود جلاء العیون ص ۳۷۵ تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا ہمیں خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن بقطر رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا ہے اور ہمارے شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اٹھالیا ہے جو شخص چاہتا ہے، وہ چلا جائے اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم ص ۱۰ پر ہے وَاجْتَمَعَتْ الشِّيْعَةُ فِيْ مَنْزِلِ سُلَيْمَانَ بنِ مَرْدِ الْخُزَاعِيْ فَذَكَرُوْا مَسِيْرَ الْحُسَيْنِ اِلٰى مَكَّةَ وَكَتَبُوْا اِلَيْهِ عَنْ نَفَرٍ مِّنْهُمْ سُلَيْمَانَ بنُ مَرْدَ الْخُزَاعِي وَالْمُسَيِّبُ بنُ نَجِيَةَ وَرُفَاعَةَ بْن شَدَّادْ وَحُبَيْب بنِ مَظَاهِرٍ وَغَيْرُهُمْ بِسْمِ اللهِ الرحمٰن الرَّحِيم سلام عليك فَاِنَّنَا نَحْمَدُ اِلَيْكَ اللهَ الَّذِى لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ قَصَمَ عَدُوَّكَ الْجَبَّارَ الْعَنِيْدَ اَلَّذِىْ اِنْتَزَى عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ فابتذها امرها و غصب فيأها وتامر عليها بغير رضاها منها ثم قتل خيارها واستبقى شرارها وانه ليس علينا امام فاقبل لعل الله ان يجمعنابك على الحق (ترجمہ) سلیمان بن مرد خزاعی کے گھر میں شیعہ اکٹھے ہوئے تو ذکر کیا انہوں نے آقا حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ میں ان میں سے چند آدمیوں نے سلیمان بن مرد خزاعی اور مسیب بن نجیہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن

مظاہر وغیرہ نے حسین رضی اللہ عنہ کی طرف خطوط لکھے شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے آپ پر سلام ہو ہم بیشک حمد کرتے ہیں آپ کی طرف اس اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں حمد وصلوۃ کے بعد سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے آپ سے جبر کرنے والے دشمنی کرنے والے دشمن کو موت دی جو کہ پڑا تھا اس امت پر اور قبضہ میں کر لیا تھا امر اس کا اور چھین لیا تھا مال فیی اس کا اور امت کی رضا مندی کے بغیر اس کا امیر بن گیا تھا پھر اس نے امت کے نیکوں کو قتل کیا اور شریروں کو باقی چھوڑا بلا شک ہم پر کوئی امام نہیں سو آپ متوجہ ہوں شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے ہمیں حق پر اکھٹا کرے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پھر شیعوں نے توبہ بھی کی ہے چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر میں ص ۸۷ پر ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا خَذَلْنَا ابنَ بنتِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللہ علیہ وسلم فَاغْفِرْلَنَا ما مضٰی مِنَّا و تُبْ علینا (ترجمہ) اے اللہ ہم نے تیرے نبی کے نواسہ کی مدد نہیں کی تو ہمارے گزشتہ گناہ بخش دے اور ہماری توبہ قبول فرما اور اصول کافی وفروع کافی سے یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ شیعوں پر دو دفعہ ناراض ہوا۔

فصل: حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کے واقعات میں

امام وبیہقی نے دلائل النبوت میں ابن عباس سے راویت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا جیسا کہ سونے والا دیکھتا ہے اور یہ دن دو پہر کا واقعہ ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور چہرہ گرد آلودہ ہے اور

آپ کے ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے اور اس خون کو میں نے آج شیشی میں جمع کیا ہے تو میں نے اس وقت کو شمار کیا اور دریافت کیا تو اسی وقت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور ترمذی نے سلمیٰ نامی ایک انصاری عورت سے روایت کی اس نے کہا میں ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آئی تو آپ رو رہی تھیں میں نے کہا آپ کو کس چیز نے رلایا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی پر مٹی پڑی ہوئی تھی میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے آپ نے فرمایا میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی جگہ حاضر ہوا تھا اور روایت کی امام بن امام ابو عبد الرحمٰن بن احمد بن حنبل الشیبانی البغدادی نے اپنی مسند میں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے رسول خدا ﷺ نے ایک سرخ مٹی کی مٹھی دی اور فرمایا یہ مٹی حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی ہے تو جب یہ مٹی سرخ خون کی طرح ہو جائے گی تو سمجھ لینا کہ حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں رکھا اور میں کہتی تھی جس وقت یہ خاک سرخ ہو گی یعنی خون کی طرح ہو گی اس دن بڑا حادثہ واقع ہو گا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس وقت وہ خاک خون ہو گئی اس دن امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ایک روایت میں لفظ خاک کے عوض سنگریزہ کا لفظ ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جس رات حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میں نے سنا کوئی کہنے والا کہتا تھا لیکن نظر نہیں آتا تھا۔

اَیُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جُهلاءَ حُسینا۔ اَبْشِرُوْا بِالعَذاب وَالتنکیل ۔ قد لُعنتم عَلٰی لِسَانِ دَاؤدَ وَمُوْسٰی وَحَامِلِ الْاِنْجِیْل۔ اس کا ترجمہ پہلے ہو چکا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں رونے لگی اور میں نے شیشی کو کھولا تو دیکھا ان سنگریزوں سے خون جاری تھا اور اکثر روایات میں آیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن آسمان بہت تاریک ہو گیا تھا اور جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خالص خون پایا جاتا تھا ابن الخضر نے زہری سے روایت کی کہ زھری نے ہم سے بیان کیا مجھے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کہا تو یگانہ ہوگا اگر قتل حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی علامت بیان کرے میں نے کہا بیت المقدس میں جو بھی پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خالص خون پایا گیا عبدالملک نے کہا میں اور تو اس حدیث میں برابر ہیں حافظ ابوالحسن عثمان بن محمد بن ابی الشیبہ العبسی الکوفی جو ابوبکر حافظ کے بھائی ہیں عیسیٰ بن حارث الکندی سے روایت کرتے ہیں کہ ابن جوزی ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دنیا تین روز تک تاریک رہی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن آسمان کے کنارے سرخ ہونے لگے اور ثعلبی نے کہا آسمان ان پر رویا اور آسمان کا رونا سرخی ہے اور بعض نے کہا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد چھ مہینہ آسمان پر سرخی رہی اور ان کے قتل کے دن سے ہمیشہ آسمان کے کنارے سرخ رہنے لگے اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے کہا شفق کے ساتھ جو سرخی پائی جاتی ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے پہلے نہ تھی یہاں تک کہ آپ شہید ہوئے اور ابن جوزی نے کہا آسمان کے سرخ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ غصہ چہرہ کی سرخی اور

حرارت کا سبب ہوتا ہے اس لیے غصہ میں خون جوش مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ خون اور چہرہ اور جسمیت سے منزہ ہے تو اس نے اپنے غصہ کی نشانی آسمان کے کنارے سرخ کرنے سے ان لوگوں پر ظاہر کی جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے تا کہ گناہ کی بڑائی کا اظہار ہو ابن جوزیؒ نے کہا روز بدر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے رونے کی وجہ سے رسول خدا ﷺ رات کو نہ سوئے۔

تو حسین رضی اللہ عنہ کا رونا کیونکر بے آرامی و بے خوابی کا باعث نہ ہوا ہو گا اور مختصر قصہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ روز بدر ان کو دوسرے کافروں کیساتھ قید کر لیا گیا کیونکہ ان دنوں یہ کافر تھے رسول خدا ﷺ نے ان کے بازو بندھوا دیئے تھے یہ تمام رات روتے رہے رسول خدا ﷺ کو بسبب قرابت کے رات کو نیند نہ آئی پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے ابن جوزی نے کہا رسول خدا ﷺ اپنے چچا کے رونے سے تمام رات بے چین رہے تو اپنے جگر کے ٹکڑے کی شہادت سے کسقدر بے چین ہوئے ہوں گے جس وقت سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی ایمان لایا تو رسول خدا ﷺ نے اس کو فرمایا تو میرے روبرو آئے تو اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپا کہ مجھے اپنے دوستوں کے قاتل کا چہرہ دیکھنا اچھا نہیں لگتا ابن جوزی نے کہا آنحضرت ﷺ نے حضرت وحشی کے حق میں یہ کلمہ فرمایا حالانکہ وہ اسلام لے آیا تھا اور اسلام کفر اور گناہ ماقبل کو دور کر دیتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے دل کو دیکھنا چاہیے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے سے اور ان کے اہل کو بغیر پالان کے اونٹوں پر سر برہنہ سوار کرنا کسقدر قلق اور رنج ہوا ہو گا صواعق محرقہ کے ترجمہ میں ہے ایک قافلہ ورس (ایک قسم کا رنگدار اور قیمتی گھاس ہوتا ہے) سے بھرا ہوا یمن سے

عراق کی طرف جار ہا تھا جبکہ لشکر یزید بھی اسی طرف جا رہا تھا تو قافلہ نے اس لشکر سے مؤافقت کی جو اونٹ ورس سے بھرے ہوئے تھے تمام کے تمام مٹی ہو گئے اور جن لوگوں کا ورس مٹی ہوا تھا وہ راوی کی دادی سے روایت کرتے ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد آسمان رویا اور اس کا رونا اس مرتبہ تھا کہ آسمان کی سرخی سے دیواریں اور عمارتیں نارنجی رنگ کے مشابہ ہوگئی تھیں اور کواکب وثوابت آسمان سے اتنے حرکت میں آئے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑے تھے اور قتل حسین رضی اللہ عنہ کے دن آسمان سے خون برسا اور خون کی نشانی زمین میں باقی رہی اور ایک مدت کے بعد ناپید ہوئی اور ایک روایت میں ہے راوی نے کہا خراسان اور کوفہ کی سراؤں پر اور گھروں کی دیواروں پر خون کی طرح بارش ہوئی گویا کہ گھروں میں خون رواں تھا اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ جس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے آسمان خون سے رویا جب صبح ہوئی ہمارے تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے اور اسی طرح شواہد النبوت اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ مقتول ہوئے آفتاب گہن میں آ گیا اور دن میں ستارے نظر آنے لگے اور طبر بن بشیر نے جعفر بن سلیمان سے روایت کی اور انہوں نے کہا مجھ سے میری خالہ نے حدیث بیان کی کہ جب حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو خون کی طرح بارش ہوئی مہدی بن میمون نے کہا میں نے سنا مروان غلام بن الحصلیہ سے کہہ رہا تھا۔ اس نے کہا مجھ سے عبید اللہ بن زیاد کے دربان نے حدیث بیان کی کہ جس وقت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر دار الامارت میں لائے اور وہاں رکھا تو دیوار سے خون بہنے لگا۔

اور جریر بن عبداللہ نے یزید بن زیاد سے روایت کی اس نے کہا۔ جس وقت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس وقت میری عمر چودہ سال تھی ورس جو کہ قاتلوں کے لشکر میں تھا راکھ ہو گیا اور اونٹ کو انہوں نے حلال کیا اس گوشت میں سے آگ نکلتی تھی اور سفیان بن عینیہ نے اپنی دادی سے روایت کی کہ میں نے گوشت کو دیکھا اس میں آگ تھی نیز اسی میں روایت ہے کہ یزید کے لشکریوں نے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن ان کے لشکر میں سے اونٹنیوں کو لوٹا تھا تو ایک اونٹنی کو انہوں نے ذبح کیا تو اس کا گوشت اندرائن کی طرح کڑوا ہو گیا تھا۔

فصل: امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر انسانوں کا رونا اور جنات کا مرثیہ پڑھنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے جن کو سنا کہ وہ حسین رضی اللہ عنہ پر روتا تھا اور نوحہ کرتا تھا اور ابن الاخضر نے ابی حباب الکلبی نے راویت کی اس نے ایک شخص سے جو کہ قبیلہ بنی طے کا تھا ملاقات کی تو میں نے اس سے کہا مجھے خبر ملی ہے تم امام حسین رضی اللہ عنہ پر جنوں کا نوحہ سنتے ہو تو اس شخص نے کہا ہاں ہم جنوں کے نوحے سنتے ہیں اور تو ہماری قوم میں سے جس سے ملاقات کرے اور اس بات کے متعلق پوچھے تجھے وہ ضرور بتائے گا میں خود اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ جو تو نے جن سے سنا ہے مجھے بتا اس نے کہا میں نے جن سے یہ شعر سنے ہیں۔

مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِیْنَہٗ

فَلَہٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ

اَبَوَاہُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْش
وَجَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ

ترجمہ: نبی ﷺ نے اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا ہے۔اس کے رخساروں میں چمک ہے۔اس کے والدین قریش کے اعلیٰ خاندان سے ہیں۔اور اس کے نانا علیہ الصلوٰۃ والسلام سب ناناؤں سے بہتر ہیں نیز ابن الاخضر نے روایت کی ہے کہ ابو سعید نے کہا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے امام حسین رضی اللہ عنہ پر اتنی گریہ وزاری کی کہ بے ہوش ہو گئیں مرہ بن خالد نے کہا مجھے خبر دی عامر بن خالد بن عبدالواحد نے شہر بن حوشب سے کہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان کے رونے کی آواز سنی میں ان کے پاس گیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا امام حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے اللہ تعالیٰ ان کے قاتلوں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے پر کرے پھر آپ بے ہوش ہو گئیں اور حماد بن مسلم نے عمار بن ابی عمار سے اور وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ آپ نے فرمایا میں نے حسین رضی اللہ عنہ پر جن کے نوحہ کو سنا اور عمر بن حبیب بن ابی ثابت نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جس دن سے آنحضرت ﷺ کا انتقال ہوا تھا میں نے جن کا رونا نہ سنا تھا مگر جس رات امام حسین رضی اللہ عنہ مقتول ہوئے تو میں نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو میں نے اپنی لونڈی سے کہا جاؤ اور احوال دریافت کر تو کنیز باہر سے واپس آئی اور اس نے کہا حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے جن نوحہ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔

اَلَایَا عَیْنُ فَابْتَھِلِیْ بِجُھْدٍ
وَمَنْ یَّبْکِیْ عَلَی الشُّھَدَآءِ بَعْدِیْ

عَلٰی رَهْطٍ تَقُودُهُمُ الْمَنَایَا
اِلٰی مُتَجَبِّرٍ فِیْ مُلْكِ عَهْدِی

ترجمہ: اے آنکھ کوشش سے رو۔ اور کون روئے گا بعد میرے۔ ایک ایسی قوم پر جن کو موت کھینچ کر۔ میرے زمانہ کی سلطنت میں ایک ظالم بادشاہ کی طرف لے گئی۔ اور ابن الاخضر اپنی کتاب کی پندرہویں فصل میں لایا ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی تمام بنی امیہ خوش ہوئے اور جتنا غم و افسوس بنی ہاشم کے گھروں میں اس خبر سے ہوا وہ حد بیان سے باہر ہے جس وقت بعض غلام عبداللہ بن جعفر کے کربلا سے مدینہ میں آئے اور انہوں نے عبداللہ کے دونوں بیٹوں عون اور محمد کے شہید ہونے کی خبر سنائی تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ۔۱۵۶) کہا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے غلام ابوالسلائل نے یہ خبر سن کر کہا ان دونوں لڑکوں کا قتل حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہوا تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو جوتا اٹھا کر مارا اور کہا اے نالائق تو حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں ایسا کہتا ہے کہ اس نے میرے دو لڑکوں کو قتل کرا دیا قسم خدا اگر میں بھی ان کے پاس ہوتا تو میں اس بات کو پسند کرتا کہ اس سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں اور کہا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے مجھے اس مرتبہ سے شرف بخشا اگرچہ میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اپنے ہاتھ سے قتال نہیں کیا لیکن میرے دونوں بیٹوں نے اپنی جان کو ان پر نچھاور کیا اور بنت عقیل نے جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو اپنی بہنوں امہانی اور اسماء و رملہ اور زینب کے ساتھ آئی تو اپنے مقتولوں پر جو کربلا میں تھے رونے لگی اور غنیۃ الطالبین

میں ہے جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے اس دن ستر ہزار فرشتے امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر نازل ہوئے وہ اس دن سے قیامت تک آپ پر روتے رہیں گے اور نیز اسی میں ہے کہ ایک شخص حمزہ نامی روایت کرتا ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز پڑھتے تھے مخفی نہ رہے جو اشعار اور نوحے۔ ابھی اس کتاب میں مذکور ہوئے ہیں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں لیکن جھوٹے اشعار و اقوال وغیرہ الحان اور موسیقی میں اور گانے کی آواز میں پڑھنا ان کو رواج دینا مجالس و محافل میں پڑھنا جائز نہیں پس چاہیے کہ اس قسم کے افعال مرثیہ میں نہ کرے اور جو مرثیہ جھوٹ سے اور قواعد موسیقی سے خالی ہو اس کے پڑھنے میں حرج نہیں جیسا کہ فتاوٰی عزیزیہ میں ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں مرثیہ پڑھا جاتا تھا اور آپ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل حاضرین کو سنایا کرتے تھے اور پھر جو چیز از قسم تبرکات موجود ہوتی تھی اس پر مروجہ ختم کی پانچ آیتیں پڑھ کر حاضرین میں تقسیم فرماتے تھے تو مومن کو چاہیے ان ایام متبرکہ میں تلاوت قرآن و حدیث اور درود شریف اور مساکین کو کھانا کھلا کر اس کا ثواب روح پرفتوح۔

حضرت امام مظلوم کو بخش کر اللہ و رسول کو خوش کرے اور ارتکاب معاصی جیسے باجہ بجانا اور علم اُٹھانا اور تابوت بنانا اور اس کو سجدہ کرنا اور اپنے روپیہ کو ایسی چیزوں میں صرف کرنا جو شرعاً منع ہیں اجتناب کرے اور کتب معتبرہ سے احوال شریف دیکھ کر حزن و الم میں مشغول ہو اگر بے اختیاری میں گریہ و بکا غالب ہو تو باعث ثواب ہے اور جو طریقہ ہمارے شہروں میں متعارف ہے جیسے سینہ کوٹنا اور باجہ بجانا ڈھول اور تاشہ بجانا

اور بازار میں علم پھرانا اور اہلبیت کے نام کوچہ بکوچہ لینا اور ایسا مرثیہ پڑھنا جس سے ان کی بے صبری اور چیخنے چلانے اور پیٹنے کا اظہار ہو ایسی باتوں سے پرہیز کرے کہ یزیدوں کا شعار ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ایں قوم خوارج وروافض بخصال۔ بند ندز احوال شہیدان تمثال۔ آن کار کہ تا حشر برو لعنت بادیکسال۔ یزید کرد لہنہا ہر سال:۔ ترجمہ یہ رافضی اور خارجی خصلت والی قوم۔ شہیدوں کے حالات کی نقل اتارتی ہے۔ یزید پلید پر قیامت تک لعنت ہو۔ وہ کام اس نے ایک سال کیا۔ اور یہ ہر سال کرتے ہیں۔ اور شیخ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سفر السعادت اور رسالہ ماثبت بالسنۃ میں فرمایا کہ جو کچھ امام حسین رضی اللہ عنہ کو عاشورہ کے دن تکلیف ومصیبت پہنچی اور آپ کی شہادت ہوئی تو خداوند تعالیٰ کے نزدیک آپ کی سربلندی اور مراتب ومدارج کی رفعت ہوئی اور وہ دن آپ کا اللہ تعالیٰ سے ملنے کا اور درجات حاصل کرنے کا اور جنت میں دیگر اہلبیت کرام سے ملنے کا ہے تو جو شخص اس مصیبت کو یاد کرے اس کو سزاوار ہے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ ۱۵۶) کہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو اور صابرین کا مرتبہ حاصل ہو اور حصول مرتبہ صبر کا حسین رضی اللہ عنہ کو ان تکلیفوں پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقرر کی ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ثابت ہوا۔ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (البقرۃ: ۱۵۷) ترجمہ: یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے ان کے رب کی طرف سے رحمتیں اور مہربانی ہے اور صرف یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ اور چاہیے کہ اس دن نماز روزہ اور درود و نیکیوں میں مشغول ہو اور رافضیوں کی بدعات

رونے پیٹنے چیخنے چلانے منہ پر طمانچے مارنے سے پرہیز کرے کہ یہ چیزیں مومنوں کے اخلاق سے نہیں ہیں بلکہ خود شیعہ حضرات کی کتاب حلیۃ المتقین میں ہے کہ مصیبت کے وقت جزع فزع کرنا منافق کا کام ہے نیز یہ چیزیں مومنوں کے اخلاق سے ہوتیں تو لازم ہوتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رسول خدا ﷺ کی وفات پر یہ افعال مذکورہ کرتے اس لیے کہ وفات سرور کائنات ﷺ تمام مصیبتوں میں ایک بڑی مصیبت تھی۔

فصل: شہادت کی تاریخ اور آپ کی مدت عمر شریف کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ حسین رضی اللہ عنہ ۶۱ھ میں۔ شہید ہوئے اور آپ کی شہادت کا دن عاشورا تھا اور واقدی نے کہا کہ آپ ماہ صفر میں شہید ہوئے لیکن عاشورا زیادہ صحیح ہے اور یوم شہادت میں بھی اختلاف ہے بعض نے جمعہ کا دن کہا ہے اور بعض نے پیر کا اور بعض نے ہفتہ کا دن کہا ہے اور یہ قول شیخ شیعی کا ہے اور عمر شریف آپ کی چھپن برس اور پانچ مہینہ اور پانچ دن تھی۔ واللہ اعلم۔ اور آپ کی عمر کے متعلق دوسرے اقوال بھی شیعہ اور سنیوں کے ہیں اختصار کی بناء پر ترک کردیئے گئے۔

فصل: آپ کی اولاد شریف کے بارہ میں

ابن جوزی نے صفوۃ الصفوت میں فرمایا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے تین لڑکے تھے علی اکبر، علی اصغر، جعفر اور دو لڑکیاں تھیں فاطمہ، سکینہ اور ابن الاخضر نے

معالم العترۃ میں لکھا ہے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں اور ان پر عبداللہ کا اضافہ کیا اور حافظ ابو العباس محب الدین نے ذخائر العقبیٰ میں لکھا اولاد امام حسین رضی اللہ عنہ کی چھ لڑکے اور تین لڑکیاں دو نام لڑکوں کے اور بڑھائے علی اوسط اور محمد اور لڑکی کا نام زینب مزید بتایا اور اسی طرح ابن الحساب اور ابن طلحہ نے آپ کی اولاد کے بارہ میں تفصیل سے بیان کیا اور شیخ مفید شیعی ابن والاخضر کے موافق ہے اور کہا علی اصغر کی ماں شہر بانو فارس کے بادشاہ یزدجر بن شہر یار کی بیٹی ہے اور علی اکبر کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود الثقفیہ ہے اور جعفر کی ماں قضاعیہ قبیلہ سے ہے اور عبداللہ اور سکینہ کی ماں رباب بنت امرء القیس بن عدی الکلبیہ ہے اور فاطمہ کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ الیتمیہ تھی اور علی اکبر کربلا میں شہید ہوئے اور علی اوسط زین العابدین ہیں اس شخص کے قول پر جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند تین علی شمار کرتا ہے اور جو شخص قائل ہے کہ دو فرزندوں کا نام علی تھا وہ کہتا ہے۔ علی اصغر زین العابدین ہے، اور جو شخص زین العابدین کو علی اوسط کہتا ہے وہ کہتا ہے علی اصغر دوسرا لڑکا تھا جس کے حلق میں تیر لگا اور میدان کربلا میں وہ شہید ہو گیا لیکن عبداللہ کربلا کے دن اپنے باپ کے ہاتھ میں تھا کہ اس کو بھی تیر لگا اور شہید ہوا اور محمد و جعفر کا حال معلوم نہ ہو سکا گمان ہے کہ وہ بالغ ہونے سے قبل فوت ہوئے اور فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہ کی شادی حسن مثنیٰ کے ساتھ ہوئی اور اس سے اولاد ہوئی اور حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد اس کی شادی عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کے ساتھ ہوئی اور اس سے بھی اولاد پیدا ہوئی اور فاطمہ فاضلہ عورت تھی اس نے حدیثوں کی روایت اپنے باپ سے اور دوسرے لوگوں سے کی اور اس سے تابعین اور تبع تابعین نے روایت کی اور ان سے

ابوداؤداور ترمذی ونسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی اور فاطمہ رضی اللہ عنہ نے ۱۰۰ھ میں وفات پائی اور سن رسیدہ تھیں اور سکینہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری لڑکی ہے اس سے حسین رضی اللہ عنہ بہت محبت کرتے تھے اور اس کی ماں بھی آپ کو اپنی تمام عورتوں سے زیادہ محبوب تھی ان ماں بیٹی کے حق میں آپ کا یہ شعر ہے جو اس امر کی غمازی کرتا ہے۔

لَعُمْرُكَ إِنَّنِي لَأُحِبُّ أَرْضًا

تَحِلُّ بِهَا سَكِينَةُ وَالرَّبَابُ

ترجمہ: تیری جان کی قسم البتہ میں اس زمین کو پسند کرتا ہوں جس میں رباب اور سکینہ اتریں۔ اور سکینہ کی شادی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جس وقت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو عبدالملک بن مروان نے قتل کیا سکینہ کوفہ میں قید تھی تو کوفہ کے آدمی دیکھنے کے لیے آتے تھے تو سکینہ نے کہا اے اہل کوفہ تمہیں خدا تعالیٰ برکت نہ دے مجھے تم نے بچپن میں یتیم کیا اور جوانی میں بیوہ کیا اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ان سے عبداللہ بن عمر بن حکیم بن حزام نے نکاح کیا اور عبداللہ کے مرنے کے بعد ان سے عبدالعزیز بن مروان نے نکاح کیا اور بعد میں طلاق دی بعد ازاں زید بن عمر بن عثمان بن عفان نے ان سے نکاح کیا پھر سلیمان بن عبدالملک نے طلاق دلوائی اور ان کی زوجیت کی ترتیب میں دوسری روایات بھی ہیں اور سکینہ رضی اللہ عنہا نے ایک سو سترہ ہجری میں وفات پائی اور زینب دختر حسین رضی اللہ عنہ کا پتہ نہیں چلا اور ان کا حال معلوم نہ ہو سکا اولاد آنجناب کی اس زمانہ میں علی بن الحسین رضی اللہ عنہ اور فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہ سے شرق سے لیکر غرب تک

اور تمام روئے زمین پر ہے اور کوئی شہر اور قریہ نہیں کہ اس میں آپ کی اولاد سے ساکن نہ ہو اور یزید کی اولاد سے باوجودیکہ پندرہ لڑکے رکھتا تھا ایک متنفس بھی باقی نہیں جیسا کہ اصدق القائلین نے کتاب مجید میں فرمایا إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (الکوثر) ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو کثرت عطا کی اور بلاشبہ آپ کا دشمن ہی مقطوع النسل ہے تو بلاشک دشمن رسول خدا ﷺ کا لاولد ہے تو اولاد اس کی کیونکر باقی رہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے فقط امام زین العابدین رضی اللہ عنہ باقی رہے تھے اللہ تعالی نے آپ کی اولاد میں اسقدر برکت بخشی کہ تمام روئے زمین آپ کی اولاد سے پر ہے لہذا اگر اس کتاب میں اولاد حسین رضی اللہ عنہ کے اکابر اور افاضل جو صفت علم وفضل وکمال وشعر وادب اور وقار میں مشہور تھے حالات لکھے جائیں تو کتاب ضخیم ہو جائے لہذا ان کے بعض کے نام جو مشہور تھے ذکر کیے جائیں گے جاننا چاہیے علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کو زین العابدین بھی کہتے ہیں اور آپ بتاریخ پنجم ماہ شعبان ۳۸ھ اپنے دادا کی خلافت میں پیدا ہوئے اور آپ عابد وزاہد تھے اس بناء پر آپ کو زین العابدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور آپ مدینہ میں محرم کی آٹھویں تاریخ ۹۴ھ میں فوت ہوئے اور ایک قول میں آپ ۹۵ھ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہوئے اور قبہ عباس میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک دفن ہوئے اور شیعہ کہتے ہیں ولید بن عبدالملک نے ان کو زہر دیا اور عمر شریف آپ کی پچپن برس چھ ماہ تھی اور معلوم ہونا چاہیے آپ کی اولاد میں اختلاف ہے بعضوں نے آٹھ اولاد بیان کیے ہیں اور ان کے نام اس طرح بیان کیے ہیں محمد

باقر، زید، عبداللہ، عبیداللہ، حسن، حسین، علی، عمر، اور ابن طلحہ نے کہا آپ کی اولاد نو ہیں اور ان ہی آٹھ کو ذکر کیا اور نویں کے نام سے خاموش رہا اور دونوں کہتے ہیں۔ آپ کی لڑکی نہ تھی اور شیخ مفید شیعی نے کہا آپ کے گیارہ لڑکے تھے اور چار لڑکیاں تھیں محمد باقر کی ماں ام عبداللہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے زید اور عمر کی ماں ام ولد ہے اور عبداللہ و حسن و حسین کی ماں ایک دوسری ام ولد ہے اور حسین اصغر و عبدالرحمٰن و سلیمان ایک اور ام ولد سے ہیں اور علی و خدیجہ ایک ماں سے ہیں وہ بھی ام ولد ہے اور فاطمہ و علیا و ام کلثوم ایک دوسری ام ولد سے ہیں اور ابن الاخضر نے بھی گیارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں بتلائیں (۱) محمد باقر (۲) عبداللہ (۳) حسن (۴) حسین اکبر (۵) حسین اصغر (۶) عبیداللہ (۷) عمر (۸) زید (۹) علی (۱۰) سلیمان (۱۱) قاسم اور بیٹیاں یہ ہیں (۱) خدیجہ (۲) کلثوم (۳) ملیکہ (۴) ام ولد (۵) فاطمہ ام الحسن اور نام اس کا حسینہ اور ام الحسین بھی ہے چھ بیٹے اول ان کی ماں ام عبداللہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے اور انکے بعد جو تین لڑکے ہیں اور خدیجہ لڑکی ہے انکی ماں کرد ہے اور بقیہ اولاد مختلف ماؤں سے ہے اور بعض ایک لڑکی کا نام سکینہ بھی بتاتے ہیں اور بالفعل اولاد چھ شخصوں سے باقی ہے (۱) محمد باقر (۲) زید (۳) عبداللہ (۴) حسین اصغر (۵) عمر (۶) علی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اولاد کثیر پیدا کی اور تمام بیٹے صفات علم و فضل اور جود و سخا سے ممتاز تھے لیکن زید، محمد باقر کے بعد علم و فضل و ورع و شجاعت کے لحاظ سے تمام بھائیوں سے افضل تھے زید رضی اللہ عنہ اور ہشام کے درمیان خلافت کے بارے میں گفتگو ہوئی ہشام نے ان کو لونڈی کا بیٹا کہا آپ نے فرمایا اسماعیل علیہ السلام کہ خدا کے نبی ہیں لونڈی کے پیٹ سے تھے اور خداوند تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا تو غور کرنا

چاہیے تو نبوت بہتر ہے یا کہ خلافت اور اسماعیل علیہ السلام حضور ﷺ کے جد اعلیٰ ہیں چنانچہ ہشام ان سے رنجیدہ ہو کر کوفہ چلا گیا اور چالیس ہزار آدمیوں نے ان سے بیعت خلافت کی اور بعد میں کہنے لگے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تبرا کرو زید بن علی نے انکار کیا اور کہا وہ دونوں ہمارے نانا جان ﷺ کے وزیر ہیں تو کوفیوں نے کہا ہم تمہیں بھی چھوڑتے ہیں تو زید بن علی نے کہا تم مجھے چھوڑو اور چلے جاؤ میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تبرا نہ کروں گا اور تم رافضیہ ہو تو کوفیوں نے ان کو چھوڑ دیا اور ایک ہزار سے کم ان کے ساتھ رہ گئے تو جن لوگوں نے حضرت زید کو چھوڑا ان کا لقب رافضی ہو گیا اور جو لوگ ان کے ساتھ رہے ان کا شیعہ زیدیہ کہتے ہیں بعدۂ زید کی یوسف بن عمر الثقفی کے ساتھ کہ ہشام کی طرف سے والی عراق تھا جنگ واقع ہوئی زید رضی اللہ عنہ کے دوران جنگ ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے اور ان کو نہر کی زمین میں دفن کر دیا اور ان کی قبر پر پانی گزار دیا تو یوسف مذکور اس حال سے آگاہ ہوا تو ان کو قبر سے نکالا اور آپ کے سر کو تن اقدس سے جدا کیا اور ہشام کے پاس بھیج دیا اور ان کے بدن کو برہنہ سولی پر لٹکایا تو مکڑی نے ایک دن میں آپ کے ستر عورت پر جالا تن دیا اور چار سال تک آپ کے بدن کو سولی پر لٹکائے رکھا جب ہشام کا بھتیجا ولید خلیفہ ہوا تو اس نے عامل کوفہ کو لکھا اس کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں ڈال دیں اور عمر شریف آپ کی بیالیس برس کی تھی اور اولاد زید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ہے از اں جملہ یحییٰ بن زید ہے جس نے ہشام کے مرنے کے بعد خروج کیا تھا اور بنو امیہ کے ساتھ خراسان میں لڑائیاں کی تھیں اور ۱۲۵ھ میں ہی جنگ میں شہید ہوا لیکن حسین بن زید عالم متدین آدمی تھے اور ۱۷۰ھ میں اسی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

لیکن محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب حد شمار سے باہر ہیں اور آپ مدینہ منورہ میں سوم صفر ۵۷ھ میں اپنے دادا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تین برس پہلے پیدا ہوئے اور آپ کی ماں امام حسن رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے اور آپ کا نام مبارک باقر ہے اور باقر لغت میں پھاڑنے والے کو کہتے ہیں آپ نے بھی علم کو شق کیا اور اس کی اصل و فرع کو جانا اور اس کے ظاہر و پوشیدہ کو سمجھا اور آپ کی وفات ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ۱۱۴ھ اور کہا گیا ۱۱۷ھ اور ایک قول میں ۱۱۸ھ میں ہوئی پہلی روایت کی رو سے آپ کی عمر شریف ستاون (۵۷) سال کی ہوئی اور جنت البقیع میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبہ میں اپنے باپ علی بن الحسین رضی اللہ عنہ اور اپنے باپ کے چچا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی قبروں کے پاس مدفون ہوئے اور شیعہ کہتے ہیں ان کو ہشام نے زہر دی واللہ اعلم۔

ابن حساب اور طلحہ کہتے ہیں آپ کی اولاد تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی جعفر، عبداللہ، ابراہیم، وام سلمہ اور ابن جوزی نے کہا چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں اور ایک لڑکا مسمی علی اور ایک لڑکی مسماۃ زینب کو زیادہ کیا اور فصل الخطاب میں چھ لڑکے اور تین لڑکیاں بیان کیں لیکن نام نہیں بتلائے عبداللہ و جعفر عینی بھائی ہیں لیکن امام محمد باقر کی اولاد امام جعفر کی اولاد میں منحصر ہے اور کتب تاریخ میں اس کے سوا مذکور نہیں اور امام جعفر بن محمد باقر جامع مناقب و فضائل تھے آپ کی والدہ ام فروہ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے اور ام فروہ کی ماں اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے لہٰذا آپ نے فرمایا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے دوبار پیدا کیا ہے اور آپ مدینہ منورہ میں ابوجعفر منصور کے زمانہ خلافت میں پیر کے دن

پندرہ (۱۵) رجب ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے اور قبہ عباس میں محمد باقر و علی اور حسن کی قبر کے پاس مدفون ہوئے اور شیخ مفید شیعی نے کہا ۱۴۸ھ مذکور میں ماہ شوال میں فوت ہوئے اور عمر شریف آپ کی ارسٹھ (۶۸) یا پینسٹھ (۶۵) سال کی تھی اور آپ کی اولاد شریف چھ لڑکے اور ایک لڑکی ہے اور یہی صحیح ہے اور وہ اسماعیل، عبداللہ، اسحاق، محمد، علی اور موسیٰ اور ام فروہ ہیں اور ابن الاخضر نے علی کا ذکر نہیں کیا اور ایک دوسری لڑکی مسماۃ فاطمہ بیان کی۔

اور شیخ مفید نے سات لڑکے بتلائے عباس کا نام زیادہ کیا اور تین لڑکیاں بیان کیں اور ان دو لڑکیوں پر مذکورہ اسماء کا نام زیادہ کیا عبداللہ۔ اسماعیل کی ماں فاطمہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے۔ موسیٰ، اسحاق، و فاطمہ وحمیدہ نامی ام ولد سے ہیں اور دوسری اولاد مختلف ماؤں کے پیٹ سے ہیں۔

جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد اسماعیل اور اسحاق و موسیٰ و محمد و علی سے اولاد باقی رہی لیکن اسماعیل سب بیٹوں میں بڑے تھے اور باپ کو بہت پیارے تھے وہ اپنے باپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے اور جنت البقیع میں ۱۳۸ھ میں دفن ہوئے شیعوں کا ایک گروہ کہتا ہے امام برحق اسماعیل تھے اور ان کے بعد ان کا لڑکا محمد تھا اور اس بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قصہ بیان کرتے ہیں واللہ اعلم بالصواب جاننا چاہیے ان شیعوں کو شیعہ اسماعیلیہ کہتے ہیں اور عبداللہ بن جعفر عالم اور متدین آدمی تھے بعض شیعہ ان کے حق میں امامت کا دعوہ کرتے ہیں اور ان شیعوں کو اقطحیہ کہتے ہیں اس لیے کہ اقطح لغت میں چوڑے کو کہتے ہیں اور عبداللہ بن جعفر کے پاؤں چوڑے تھے اس بنا پر وہ شیعہ میں اس لقب سے ملقب ہوئے اور بعض کہتے ہیں امامت کے

دعویداروں میں سے ایک شخص عبداللہ نامی تھا اس کو ابن الافطح کہتے ہیں اور اسحاق بن جعفر موسیٰ کاظم کے بعد تمام بھائیوں میں افضل تھے اور صفت علم و فضل و ورع اور اجتہاد میں موصوف تھے اور محمد بن جعفر عقلمند اور بہادر آدمی تھے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور انہوں نے مکہ شریف میں مامون الرشید پر خروج کیا جبکہ سن ہجری ۱۹۹ھ تھا اور ان کے ساتھ فرقہ زیدیہ اور ان کے سوا دوسرے لوگ جمع ہوئے اور عیسیٰ الحلو دی ان سے جنگ کرنے کے لیے آیا اس نے آپ کے لشکر کو منتشر کیا اور آپ کو گرفتار کر کے مامون کے پاس لے گیا مامون نے ان کی تعظیم کی اور ان کو بٹھایا اور آپ کی بہت خاطر مدارت کی اور خراسان میں وہ مومون کے ساتھ تھے یہاں تک کہ ۲۰۳ھ میں جرجان میں وفات پائی اور ان پر مامون الرشید نے نماز جنازہ پڑھی اور قبر میں ان کو اتارا لیکن ابن جعفر ۲۱۶ھ میں فوت ہوئے اور عباس بن جعفر ایک ثقہ آدمی تھے اور امام موسیٰ بن جعفر بن محمد باقر بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ اپنے آباؤ اجداد کے فضل و کمال کے وارث ہوئے اور اپنے تمام بھائیوں میں از روئے علم و عبادت و اجتہاد و سخاوقیام لیل وجد و شکر افضل تھے اسی بناء پر ان کو موسیٰ کاظم کہتے ہیں اور آپ کی ماں کا نام حمیدہ ہے اور ایک قول میں اندیسہ ہے اور آپ مکہ و مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں ہفتہ کے روز بتاریخ ۸ صفر ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہارون الرشید کی قید میں جمعہ کے دن بتاریخ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے اور بعض ماہ مذکور کی پانچویں تاریخ وفات بیان کرتے ہیں اور عمر شریف آپ کی پچپن برس اور پانچ مہینہ تھی اور آپ کے قید کرنے کا سبب یہ تھا کہ ہارون الرشید مدینہ شریف میں رسول خدا ﷺ کی زیارت کے لیے گیا اور لوگ اس کے ساتھ تھے تو وہ

رسول خدا ﷺ کی قبرانور کے پاس آیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاابْنَ عَمِّ یہ دوسرا اسلام اس نے ازراہ فخر کے کہا اس لیے کہ وہ حضرت عباس رسول خدا ﷺ کے چچا کی اولاد میں سے ہے۔ تو موسیٰ کاظم نے بھی رسول خدا ﷺ کی قبر کی نزدیک جا کر عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَااَبَتِیْ ترجمہ: سلام ہو تم پر اے میرے باپ ان کلمات کے سننے سے ہارون رشید کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور غصہ ظاہر ہونے لگا اور موسی کاظم رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بغداد میں لے گیا اور ان کو قید کر دیا گیا بعد ازاں حکم دیا ان کو زہر دو تو آپ کو بخار آنے لگا اور تین روز کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا یہ مشہور ہے اور بعض اہل تاریخ کہتے ہیں ہارون رشید نے زہر نہیں دیا بلکہ اپنی موت سے ان کا انتقال ہوا واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں کثرت عطا فرمائی ابن اخضر نے کہا آپ کے بیس لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں تھیں اور لڑکے آپ کے مندرجہ ذیل ہیں۔ علی رضا، زید، عقیل، ہارون، حسن، حسین، عبیداللہ، عبداللہ، عبدالرحمٰن، اسماعیل، اسحاق، یحیی، احمد، ابوبکر، عمر، جعفر الاکبر، جعفر الاصغر، حمزہ، عباس، قاسم اور بعض نے عمر کی بجائے محمد کہا ہے اور لڑکیاں آپ کی مندرجہ ذیل ہیں۔ خدیجہ، علیہ، اسماء الکبری، اسماء الصغری، اور ام فروہ ام عبداللہ، ام القاسم، اور آمنہ، حلیمہ، محمودہ، فاطمۃ الکبری، فاطمۃ الصغری زینب الکبری، زینب الصغریٰ، ام کلثوم الکبری، ام کلثوم الصغری، امامہ اور میمونہ ابن الحساب اور طلحہ بھی اولاد کی تعداد میں ابن الاخضر کے موافق ہیں مگر انہوں نے ابوبکر کی جگہ ابراہیم کا ذکر کیا ہے اور احتمال ہے کہ نام ابراہیم ہو اور کنیت ابوبکر ہو۔

اور شیخ مفید شیعی نے اٹھارہ لڑکے اور انیس لڑکیاں شمار کی ہیں اور بعض ناموں میں بھی اختلاف کیا ہے اور صاحب فصل الخطاب نے بائیس لڑکے شمار کیے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔علی رضا، ابراہیم، عباس، اسماعیل، محمد، عبداللہ، عبیداللہ جعفر، حمزہ، زید، ہارون، اسحاق، حسن، حسین، سلیمان، عبدالرحمٰن، فضیل، احمد عقیل، قاسم، یحییٰ، داؤد اور اولاد آپ کی چودہ لڑکوں سے جو شروع میں مذکور ہیں باقی ہیں اور آپ کے فرزند تمام صاحب فضل و کمال ہوئے ہیں لیکن ان سب میں افضل علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر بن محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ اکابر سادات اور اجلہ علماء سے تھے اور آپ کی والدہ حرزان مریسیہ اور بعض نے کہا ہے سکینۃ النوبیہ ہیں اور بعض نے دوسرے نام بھی بتلائے ہیں۔

روایت ہے کہ آپ کی والدہ آپ کی دادی حمیدہ کی لونڈی تھی اور آپ کی دادی نے آپ کے باپ موسیٰ کاظم کو اسے ہبہ کر دیا کیونکہ حمیدہ نے خواب میں رسول خدا ﷺ کو دیکھا تھا تو آپ نے فرمایا اے حمیدہ کنیز کو اپنے بیٹے موسیٰ کاظم کو دے دے اس کے پیٹ سے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر شخص پیدا ہوگا تو جس وقت آپ (علی رضا) پیدا ہوئے تو آپ کی ماں کا نام طاہرہ رکھ دیا گیا اور علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن بتاریخ گیارہ ربیع الثانی ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور شیخ مفید نے ۱۴۸ھ سن ولادت بتلایا ہے لیکن اول صحیح ہے۔

اور لقب آپ کا رضی ہے اور آپ کی وفات مامون رشید کے زمانہ میں ماہ صفر ۲۰۳ھ میں ہوئی اور بعض نے کہا ہے بتاریخ ۲۱ ماہ رمضان ۲۰۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے اور عمر شریف آپ کی پچاس سال سے کچھ کم تھی کہتے ہیں مامون رشید

نے آپ کو زہر دلوائی تھی لیکن اکثر اہل سنت و جماعت کہتے ہیں یہ بات بالکل غلط ہے اور علامہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ سے یہ بات ملی جو کہ اعظم علماء شیعہ سے ہے اس نے کشف الغمہ فی مناقب الائمہ میں مامون کے زہر دینے کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مجھے ایک معتبر آدمی سے دریافت ہوا ہے کہ آپ کو مامون نے زہر نہیں دیا تھا اور یہی صحیح ہے اور علی رضا رضی اللہ عنہ کے پانچ بیٹے اور لڑکی تھی محمد تقی، وحسین وحسن وجعفر و ابراہیم و عائشہ اور شیخ مفید شیعی نے کہا سوائے محمد تقی کے پانچ فرزند چھوڑے واللہ اعلم

اور محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر بن محمد باقر بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ عالم شباب ہی میں جامع فضائل وآداب تھے اور علماء میں ممتاز تھے اور آپ کی ماں کا نام سکینہ المریسیہ ہے، اور ام ولد ہے اور کہا گیا نوبیہ نام ہے اور ایک قول میں حرزان نام ہے اور بعض نے کہا ریحانہ نام ہے اور بعض نے کہا سکینہ نام ہے اور بعض کہتے ہیں ذرہ نام تھا ابن الاخضر نے کہا ماریہ قبطیہ کے کنبہ سے تھی اور آپ مدینہ منورہ میں بروز جمعہ انیسویں تاریخ ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور بعض ماہ رجب کی دسویں تاریخ بیان کرتے ہیں اور آپ کی کنیت ابوجعفر ہے اور لقب آپ کا تقی ہے اور آپ کی شادی مامون رشید نے اپنی لڑکی سے کی اور اس کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیج دیا کیونکہ آپ مدینہ میں تشریف فرماتے تھے اور جب معتصم باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے آپ کو بغداد میں طلب کیا تو آپ ۲۸ محرم الحرام ۲۲۰ھ کو بغداد میں آئے اور بتاریخ ۶ ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں وفات پا گئے اور بعض نے ۵ ذی الحجہ ۲۲۰ھ تاریخ وفات بتائی ہے اور بعض کہتے آپ کی وفات ماہ ذیقعدہ سن مذکور میں ہوئی ہے اور شیعہ کہتے ہیں ان کو معتصم باللہ نے زہر دیا ہے اور شیخ مفید نے کہا ہے جو کہ علماء شیعہ سے ہے زہر دینا میرے

نزدیک ثابت نہیں اور آپ کی نماز جنازہ ہارون بن اسحاق نے پڑھی اور مقبرۃ قریش میں آپ کے جد بزرگوار موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کو دفن کیا گیا اور عمر شریف آپ کی پچیس سال چند ماہ تھی اور مفتاح النجا کے مصنف نے مامون رشید کا اپنی لڑکی کا نکاح محمد تقی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنے کا جو قصہ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہاں لکھا جاتا ہے جب مامون رشید نے صغرسنی میں ہی آپ کا علم و فضل دیکھا تو اس نے چاہا کہ اپنی لڑکی ام الفضل کا نکاح آپ کے ساتھ کر دے لیکن دیگر عباسی اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو خلافت ان کو مل جائے اس تزویج کو برا جانتے تھے تو عباسیوں اور خلیفہ کے درمیان آپ کی فضیلت کے بارہ میں باہمی نزاع ہوا آخرکار یہ بات قرار پائی کہ کسی شخص کو ان کے علم کا امتحان لینے کے لیے بھیجا جائے چنانچہ قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم کے بارہ میں طے ہوا کہ اس کو بھیج کر برائے امتحان چند مسائل دریافت کیے جائیں القصہ مقررہ دن میں قاضی صاحب آپ سے مسائل پوچھنے گئے آپ نے اچانک ان کے شافی جواب دیئے پھر آپ نے ایک مسئلہ پوچھا کہ اے قاضی صاحب اس مسئلہ کا کیا جواب ہے کہ ایک شخص نے پہلے روز ایک عورت کو دیکھا تو اس پر نظر کرنا حرام تھی جب دن خوب روشن ہوا تو وہ عورت اس پر حلال ہوگئی پھر جس وقت زوال ہوا تو اس پر حرام ہوگئی اور جب عصر کا وقت آیا تو پھر اس پر حلال ہوگئی اور جب آفتاب غروب ہوا حرام ہوگئی پھر جب عشاء کا وقت آیا تو اس کے لیے حلال ہوگئی پھر جب نصف شب ہوئی تو حرام ہوگئی پھر وہ عورت حرام ہی رہی پھر جس وقت صبح ہوئی تو وہ عورت حلال ہوگئی۔

قَاضِیْ یَحْیٰی نے کہا مجھے اس کا جواب نہیں آتا آپ فرمائیں تو ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ عورت ایک شخص کی لونڈی تھی اس پر نظر کرنی دوسرے شخص کے لیے حرام تھی جب دن چڑھا تو اس عورت کو اس نے خرید لیا اور اس پر نظر کرنی حلال ہو گئی پھر جس وقت زوال ہوا اس کو آزاد کر دیا پھر اس پر نظر کرنی حرام ہو گئی پھر عصر کے وقت اس سے نکاح کیا تو پھر اس شخص کے لیے حلال ہو گئی پھر جس وقت مغرب کی نماز کا وقت ہوا پھر اس سے ظہار کر لیا پھر حرام ہو گئی پھر جب عشاء کا وقت آیا قسم کا کفارہ دے دیا پھر اس پر حلال ہو گئی پھر جب نصف رات گزری اس کو طلاق دے دی پھر اس پر حرام ہو گئی پھر جب صبح ہوئی تو طلاق سے رجوع کر لیا پھر اس پر حلال ہو گئی جب قاضی صاحب نے یہ گفتگو آ کر مامون کو سنائی تو اس نے عباسیوں کو الزام دیا اور اسی مجلس میں اپنی لڑکی کا نکاح محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا اور اپنی لڑکی کو مدینہ میں رخصت کر دیا۔

سیدنا امام تقی رضی اللہ عنہ کی اولاد

آپ کی دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ علی اور موسیٰ، فاطمہ، امامہ اور ہر دو لڑکوں سے آپ کی اولاد باقی ہے لیکن موسیٰ سے تھوڑی ہے اور کلام طلحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا لڑکا صرف علی ہے اور وہ حمیدہ خصائل اور مبارک شمائل تھے اور ان کی والدہ ثمامہ مغربیہ ہے اور بعض کہتے ہیں شقراء نام تھا اور بعض نے کہا آپ کی ماں مامون کی لڑکی ام فضل ہے اور آپ رجب کی تیرہویں تاریخ ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور بعض نے آپ کی تاریخ ولادت منگل کا دن پانچویں تاریخ ماہ رجب کی بتلائی ہے اور بعض نے تاریخ ولادت ۱۵ شعبان المعظم ۲۱۲ھ بتلائی ہے اور آپ کی کنیت ابوالحسن

اور لقب آپ کا تقی اور ھادی ہے اور مشہور عسکری ہے اس لیے کہ آپ کو خلیفہ معتصم باللہ نے مدینہ سے سر من رائ میں بھیج دیا تھا اور سر من رائ لشکر کو کہتے ہیں اور عربی میں عسکر کہتے ہیں اور اس جگہ خلیفہ کا لشکر بہت مدت رہا اس اعتبار سے آپ کو عسکری کہتے ہیں اور فصل الخطاب میں کہا بغداد میں آدمیوں کی کثرت سے تنگی ہو گئی لہٰذا اس نے اپنے لشکر سمیت وہاں رہنا اختیار کیا اس بناء پر وہ شہر عسکر کے نام سے مشہور ہو گیا آپ ہمیشہ خلفائے عباسیہ کے نزدیک مکرم و معزز رہے کہ معتبر باللہ بن متوکل باللہ کا زمانہ سلطنت آ گیا آپ کی وفات اس زمانہ میں پیر کے دن بتاریخ ۲۵ جمادی الاخری ۲۵۴ھ میں ہوئی اور ابن الاخضر اور شیخ مفید شیعی اور طبری نے کہا ماہ رجب سن مذکور آپ کی وفات میں ہوئی اور بعض شیعہ کہتے ہیں اس کو معتبر باللہ نے زہر دیا تھا اور آپ کی عمر شریف بہ روایت اول کہ متعلقہ پیدائش گزری چالیس سال تھی اور بروایت ثانی بیالیس سال چند ماہ تھی اور آپ کو آپ کے گھر سر من رائ میں ابو احمد رشیدی کے شارع میں دفن کیا گیا اور آپ کا مزار قم میں نہیں یہ روایت صحیح نہیں اس جگہ موسیٰ بن جعفر کی لڑکی کی قبر ہے اور آپ کا سر من رای رہنا بعض دس سال اور بعض بیس سال بتاتے ہیں اور آپ کی اولاد تین بیٹے اور ایک لڑکی ہے جن کے نام یہ ہیں۔ حسن، حسین، جعفر، اور عالیہ اور بعض لڑکی کا نام عائشہ بتلاتے ہیں اور شیخ مفید شیعی نے چار لڑکے بتائے ہیں اور چوتھے کا نام محمد بتایا ہے اور حسین کے احوال کا پتہ نہیں اور محمد کو ابو جعفر کہتے ہیں اپنے والد کی وفات کے بعد وہ حجاز میں گئے اور قریہ موصل میں سات کوس بلندی کی طرف گئے اور وہاں ہی وفات پا گئے وہی ان کی قبر ہے اور مسجد بھی ہے اور جعفر کو ابو عبداللہ کہتے ہیں۔

اور وہ اپنے پڑدادا امام جعفر کے ہم نام ہیں اور ان کے پڑدادا کو شیعہ جعفر صادق کہتے ہیں اور بعض ان کو جعفر کذاب کہتے ہیں اور اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب ان کا بھائی حسن جس کا ذکر آگے آئے گا فوت ہوا اور اس کے کوئی اولاد نہ تھی تو جعفر نے اس کے ترکہ کو وراثتاً لے لیا اور شیعہ حسن رضی اللہ عنہ کا لڑکا مانتے ہیں کہ وہ اس کی پیدائش کو مخفی رکھتے تھے اور اقتضائے وقت کی وجہ سے اس کے امر کو پوشیدہ رکھتے تھے اور بادشاہ وقت بھی اس لڑکے کی تلاش میں تھا اس لیے اس لڑکے کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوشیدہ رکھا شیعہ کے نزدیک وہ مہدی ہے اور زندہ ہے اور اپنے نکلنے تک وہ باقی ہے تو جعفر نے کہا میرے بھائی کی کوئی اولاد نہیں میں امام ہوں لہٰذا شیعہ اس کو کذاب کہتے ہیں اس لیے کہ اس نے مہدی منتظر کی امامت کا انکار کیا اور اس کا حق غصب کیا اور جعفر بن علی ۲۷۱ھ میں وفات پائی اور عمر شریف آپ کی پینتالیس برس کی تھی اور آپ کو سرمن رای میں آپ کے والد کے گھر میں دفن کیا گیا اور حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تمام بھائیوں میں از روئے علم و حلم اور جود و سخا کے افضل اور اکمل تھے اور آپ کی والدہ کا نام سوسن ہے اور آپ مدینہ شریف میں ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ آپ ماہ ربیع الثانی ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور کنیت آپ کی ابو محمد ہے اور آپ نام و کنیت حسن رضی اللہ عنہ برادر حسین رضی اللہ عنہ کے موافق ہے اور آپ کا لقب زکی ہے اور خالص و سراج ہے اور آپ کو بھی آپ کے باپ والا قدر کی طرح بجہت مذکورہ عسکری کہتے ہیں اور آپ عابد و متقی و سخی و کریم تھے ہمیشہ حسن عسکری رضی اللہ عنہ تا وفات معزز و مکرم رہے اور خلفا ان کو انعام و اکرام وعطیات دیا کرتے تھے اور بروز جمعہ اور ایک قول میں بروز بدھ بتاریخ ۸ ربیع

الاول ۲۶ھ میں خلیفہ معتمد باللہ کے عہد خلافت میں آپ کی وفات ہوئی اور شیعہ کہتے ہیں آپ کو معتمد باللہ نے زہر دی اور سر من رای میں آپ کو آپ کے پدر بزرگوار کے پہلو میں دفن کیا گیا اور عمر شریف آپ کی انتیس سال اور چند ماہ تھی یا اٹھائیس سال چند مہینہ کی تھی اور آپ کا بیٹا صرف محمد المنتظر باقی رہا اور محمد بن حسن بن علی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ شیعہ کا مذہب ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیٹا زندہ مانتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد منتظر سر من رای میں ۲۳ رمضان ۲۸۵ھ کو پیدا ہوئے طلحہ اور دیار بکری شیعی اس طرح کہتے ہیں اور شیخ مفید اور طبرسی کہتے ہیں کہ آپ نصف شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور ماں آپ کی نرگس یا سوسن یا صقل یا کلیمہ تھی اور کنیت آپ کی ابوالقاسم اور لقب آپ کا خلف صالح اور حجۃ اور منتظر اور قائم اور مہدی اور صاحب الزمان ہے یہ تمام شیعہ کی اصطلاحات ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے حکمت اور قول فاروق اور حق و باطل میں امتیاز کرنا یہ اوصاف بچپن میں ہی عطا فرمائے جیسا کہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بچپن میں امام بنایا جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارے میں نبوت عطا فرمائی تھی لیکن ان کی عمر دراز ہے اس لیے کہ وہ خلیفہ معتمد باللہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور ۲۶۵ھ میں پوشیدہ ہوئے اور بعض کہتے ہیں محمد اپنے باپ حسن عسکری کی وفات کے وقت فوت ہوئے اور بعض کہتے ہیں پیدائش کے وقت سے پوشیدہ ہیں اور ان کی پیدائش کو ان کے خاص شیعہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس وقت زندہ باقی اور مخفی ہیں حتی کہ قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

جیسا کہ وہ پہلے ظلم سے پر تھی اور ان کی زندگی میں کچھ شبہ نہیں یعنی درازی

حیات میں کوئی جائے شک نہیں اس لیے کہ اکثر آدمیوں کی عمر ہزار سال سے بھی زیادہ ہوئی ہے جیسے نوح ولقمان وخضر علیہم السلام یہ شیعہ کا عقیدہ ہے لیکن اہلسنت و جماعت اکثر اس امر کے قائل ہیں کہ محمد بن حسن عسکری اپنے باپ کی زندگی میں شیر خوار فوت ہوئے اور اس کی تائید جعفر کا قول کرتا ہے جن کو شیعہ کذاب کہتے ہیں اس لیے کہ جعفر نے حسن رضی اللہ عنہ کا ترکہ لیا اگر ان کا بیٹا زندہ ہوتا تو وہ ترکہ حسن کس طرح لے سکتے تھے اور شیعہ از راہ ظلم ترکہ لینے کو غصب کہتے ہیں اور بعض شیعہ کہتے ہیں کہ اپنے والد کے فوت ہونے کے پانچ سال بعد سات سال یا دس سال کی عمر میں محمد بن حسن فوت ہوئے اور بعض کہتے ہیں اس سن میں پوشیدہ ہوئے اور دو سال پوشیدہ رہ کر پھر فوت ہوئے غرضیکہ تمام سنی متفق ہیں کہ محمد بن حسن عسکری فوت ہو گئے چنانچہ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی نے اپنی کتاب میں ابدال کے حالات میں لکھا ہے کہ محمد بن حسن عسکری جس وقت پوشیدہ ہوئے دائرہ ابدال میں پہنچے اور درجات میں ترقی کرتے تھے حتیٰ کہ سید الافراد ہوئے جس وقت اس زمانہ کے قطب علی بن حسین بغدادی فوت ہوئے اور محمد بن حسن عسکری نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے جانشین ہوئے اور نو سال مرتبہ قطبیت میں رہے اس کے بعد فوت ہوئے اور ان کے قائم مقام عثمان الجوی الخراسانی ہوئے اور انہوں نے محمد بن حسن عسکری پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کو مدینہ منورہ میں دفن کیا۔

ہرگاہ کہ مذہب شیعوں اور سنیوں کا جانا گیا اہل سنن حضرات فرماتے ہیں کہ امام حسن عسکری کی اولاد باقی نہیں رہی اور شیعہ کہتے ہیں یہی محمد لڑکا مذکور باقی رہا کہ اس کو مہدی اور صاحب زماں کہتے ہیں اور آخر زمانہ میں ظہور فتنہ کے وقت ظاہر ہوگا تو

امام مہدی کے بارہ میں شیعہ اور سنیوں کا اختلاف ہے بعض شیعہ کہتے ہیں مہدی ابوالقاسم محمد بن القاسم بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ ہے اس کو معتصم باللہ نے قید کیا اور اس کے شیعوں نے اس کو قید سے نکال لیا اور اس کو لے گئے اس کی پھر کوئی خبر معلوم نہیں اور وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا یہ فرقہ شیعوں کا امام حسن عسکری کے بیٹے کو مہدی نہیں کہتا ایک اور فرقہ شیعوں کا کہتا ہے جس کو کیسانیہ کہتے ہیں کہ امام مہدی محمد بن علی بن ابی طالب ہے کہ جس کو محمد بن حنفیہ کہتے ہیں اور وہ مرے نہیں بلکہ کوہ رضوی میں پوشیدہ ہیں اور آخر زمانہ میں آئیں گے چنانچہ مختار بن ابوعبیدہ ثقفی جس کا ذکر باب چہارم میں آئے گا محمد بن حنفیہ کی مہدویت کا قائل تھا۔

اور شیعوں میں سے ایک فرقہ جس کو اسماعیلیہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں امام مہدی موعود ابوالقاسم محمد بن عبداللہ ہے جو ۲۹۹ھ میں ظاہر ہوا اور اس نے خروج کیا اور اس زمین پر غالب آگیا اور وہ مہدی ان کے گمان میں اسماعیل بن امام جعفر کی اولاد میں سے ہے جن کو شیعہ صادق کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اس کے باپ کی طرف سے اس کے حق میں حصہ امامت تھا اور اس کے بعد میں حدیث لاتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا تین سو سال پر آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو آفتاب سے مراد یہی مہدی ہے کہ زمین مغرب میں اس نے خروج کیا۔

اور اس زمین پر غالب ہوا اور ایک فرقہ شیعہ کہ اس کو اثنا عشری کہتے ہیں اور یہ فرقہ کاتب الحروف کے دیار میں اکثر ہے وہ سوائے بارہ شخصوں کے کسی کو امام نہیں کہتے اور وہ بارہ اشخاص یہ ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی وامام حسن وامام حسین وامام زین العابدین وامام محمد باقر وامام جعفر صادق وموسیٰ کاظم وعلی رضا ومحمد تقی وعلی نقی وحسن

عسکری اور بارھواں امام مہدی رضی اللہ عنہم کو کہتے ہیں سوائے ان کے اگر چہ اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوں یا اور کسی سے ہوں کسی کو امام نہیں مانتے اور کہتے ہیں مہدی موعود محمد بن حسن عسکری جس کا ذکر پہلے گزرا ہے وہی ہے اور اس بارہ میں رسول خدا ﷺ کی حدیث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول اور دیگر آئمہ کے اقوال امام حسن عسکری تک بطور دلیل کے لاتے ہیں اور اس کی امامت کی تخصیص ہر امام اپنے آباؤ اجداد سے کرتا رہا ہے ایسا ہی شیخ مفید نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے نیز اس میں روایت لایا ہے کہ مہدی موعود کے لیے اس کے ظہور سے پہلے غائب ہونا دو قسم کا ہے ایک غیوبیت قصری اور دوسری غیوبیت طولی غیوبیت قصری پیدائش کے وقت سے امام اور اس کے شیعہ کے درمیان واسطہ منقطع ہونے تک اور غیوبیت طولی یہ ہے کہ اس کے بعد اس کے اس ظہور تک جو بزور شمشیر قائم ہو گا اس زمانہ تک اور طبری نے جو کہ علماء شیعہ سے ہے اس نے بھی مثل شیخ مفید کے کہا ہے لیکن غیوبیت قصری اور طولی میں فرق کیا ہے اور اس کا اس مقام میں کلام بسیط ہے۔

جاننا چاہیے شیعہ عباسیہ کہتے ہیں کہ مہدی موعود رسول خدا ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو گا اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے اَلْمَهْدِيُّ مِنْ وُلْدِ عَبَّاسٍ۔ ترجمہ: مہدی عباس رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو گا سوائے اس حدیث کے دوسری حدیثیں اس مطلوب پر ذکر کی ہیں بعدۂ شیعہ بنو عباس نے مہدی کے وجود میں اختلاف کیا ہے بعض ان میں سے کہتے ہیں آخر زمانہ میں مہدی پیدا ہو گا۔ اور بعض کہتے ہیں مہدی بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس خلفاء عباسیہ

کا تیسرا خلیفہ ہے اس لیے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ مِنَّا السَّفَّاحُ وَمِنَّا الْمَنْصُوْرُ وَمِنَّا الْمَهْدِيُّ۔ ترجمہ: سفاح اور منصور اور مہدی میرے سے ہیں نیز حدیث میں آیا ہے کہ مہدی کا نام آنحضرت ﷺ کے نام کے موافق ہوگا اور ان کے باپ کا نام بھی رسول خدا ﷺ کے باپ کے نام کے موافق ہوگا اور کنیت اس کی ابوعبداللہ ہوگی نیزہ اس کا سیاہ ہوگا اور خراسان سے آئے گا اور ماہ محرم میں لوگ اس سے بیعت کریں گے اور یہ تمام صفات محمد بن عبداللہ عباسی مذکور میں پائی جاتی ہیں لیکن مذہب اہلسنت و جماعت کا بالاتفاق یہ ہے کہ مہدی موعود اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایام حسن سبط اکبر کی اولاد سے آخری زمانہ میں فتنوں کے ظہور کے وقت قتال وجدال کے بعد ظاہر ہوگا دین متین کی اعانت کرے گا مشرکوں کو مغلوب کرے گا اور اس باب میں حدیثیں اہلسنت کے طریقہ کی سندوں سے صحیح اور حسن اور ضعیف بہت ہیں اب کچھ حالات قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا لکھا جاتا ہے تاکہ مومنین کے دلوں کو اہل بیت کے مصائب سننے سے جو رنج والم پہنچا ہے اس کا دفعیہ ہو اور لوگوں کو عبرت ہو کہ رسول خدا ﷺ کے اہلبیت کی اہانت اور تکلیف دہی دین کی رسوائی اور آخرت کی تباہی ہے۔

الٰہی! ہمارے دل کو اور مسلمانوں کے دل کو ان کے دشمنوں کی محبت سے محفوظ ومصئون رکھ اور اپنے رسول ﷺ کی محبت اور ان کی آل کی اور ان کے اصحاب واحباب وازواج مطہرات واتباع کی محبت ہمیں اور تمام مسلمانوں کو نصیب فرما۔ آمین

☆☆☆

باب چہارم:

قاتلان اہلبیت کرام رضی اللہ عنہم کا برا انجام

ابن الاخضر نے علی بن موسیٰ سے روایت کی انہوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ موسیٰ نے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز میری لڑکی فاطمہ اٹھے گی اس کے بدن پر رنگدار کپڑا ہوگا جو خون سے رنگین ہوگا اور عرش کے ستونوں میں سے ایک ستون کے پاس کھڑی ہوگی اور جناب باری میں عرض کرے گی اے حکیم انصاف کے ساتھ حکم کر میرے اور میرے بیٹے کے قاتلوں کے درمیان تو قسم خدا کی اللہ تعالیٰ میری لڑکی کی وجہ سے انصاف فرمائے گا اور عامر بن سعد البجلی سے روایت ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو رسول خدا ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا میرے دوست براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے میرا اسلام کہو اور خبر دو بلاشبہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ دوزخ میں ہیں اور بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کے لوگوں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے تو راوی کہتا ہے میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے اپنا خواب بیان کیا انہوں نے فرمایا رسول خدا ﷺ نے سچ فرمایا کیونکہ آپ کی حدیث ہے جس کسی نے مجھے خواب میں دیکھا بلاشک مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا۔

مفتاح النجافی مناقب آل عبا میں مرزا محمد معتمد خاں نے لکھا ہے۔ یہ عذاب

آخرت ہے کہ قائم رہنے والا اور باقی رہنے والا اور ہمیشہ رہے گا اور جوان پر دنیا میں عذاب آیا اب وہ سنو چنانچہ زہری نے کہا ہے جو شخص معرکۂ کربلا حاضر ہوا تھا دنیا میں بغیر عذاب کے نہیں بچا بعض قتل ہوئے اور بعض نابینا ہوئے اور بعضوں کا منہ سیاہ ہوا اور بعضوں کی سلطنت و دولت تھوڑی مدت میں جاتی رہی اور منصور بن عمار نے کہا بعض پیاسے مرے حالانکہ مٹکے کے مٹکے اور بہت سا پانی پی جاتے تھے لیکن سیر نہیں ہوتے تھے اور بعض کا آلہ تناسل دراز ہو گیا تھا کہ سوار ہونے کے وقت گردن سے لپیٹتے تھے ابوالفتح نے حکایت کی آدمیوں کی ایک جماعت ایک جگہ مصروف گفتگو تھی کہ جو شخص حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں معین و مددگار تھا اس کے مرنے سے پہلے ضرور اس کو دنیا میں آفت و بلا پہنچی اس مجلس میں ایک بوڑھا تھا وہ بولا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں میں نے بھی اس روز مدد کی تھی مجھ کو تو کچھ بھی نہیں ہوا یہ بات کہہ کر وہ چراغ کی بتی اکسانے کے لیے اٹھا اور اس کو چراغ کی آگ نے پکڑ لیا ہر چند فریاد کرتا تھا مگر آگ کم نہ ہوتی تھی آخر کار وہ دریائے فرات میں گیا مگر باوجود پانی کے ہوتے ہوئے وہ آگ دراصل غضب الٰہی کی تھی نہ بجھی اور بدن اس کا جل گیا اور جب تک وہ مر نہ گیا آگ بدستور اس کے بدن کو چمٹی رہی سبط ابن الجوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ سدی نے بیان کیا ایک شخص نے کربلا میں میری ضیافت کی اثناء کلام میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ درمیان میں آ گیا۔

لوگ کہنے لگے جو شخص قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا وہ بدترین موت مرا تو یہ بات میزبان پر بہت گراں گزری اور کہنے لگا یہ بات جھوٹ ہے میں بھی قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا مجھے کچھ نہیں ہوا تو ایک دن کے بعد رات کو چراغ کو

بجھانے کے لیے اٹھا تو آگ کی لپیٹ اس کی طرف بڑھی اور اس کو جلا کر راکھ کر دیا۔ راوی نے کہا خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھ سے اس کو دیکھا گویا کہ جل کر کوئلہ ہوا پڑا تھا نیز حکایت کی گئی ہے ابن زیاد کے لشکر میں سے جس شخص نے حسین رضی اللہ عنہ کا سر شکار بند میں باندھا ہوا تھا اس کو چند روز کے بعد دیکھا گیا تو منہ اس کا توے سے زیادہ سیاہ تھا لوگوں نے اس سے سبب پوچھا کہ تو بہت خوبصورت آدمی تھا اب تجھ کو کیا ہو گیا ہے اس نے کہا جس روز سے میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو شکار بند میں باندھا تھا اس روز سے دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میرے دونوں بازو پکڑ کر مجھ کو آگ کے پاس لے جاتے ہیں اور مجھے اس آگ پر اوندھا لٹکا دیتے ہیں اور پھر مجھ کو واپس لے آتے ہیں تو وہ شخص برے احوال میں مبتلا ہو کر مرا واقدی نے حکایت نقل کی کہ ایک بوڑھا آدمی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں حاضر ہوا تھا تو وہ نابینا ہو گیا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا اس نے کہا میں نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے بازو تک آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں اور آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی اور آپ کے روبرو ایک چمڑے کا فرش بچھا ہوا تھا اور میں نے دیکھا آپ نے قاتلان حسین رضی اللہ عنہ میں سے دس آدمیوں کو ذبح کیا ہوا تھا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس بوڑھے مرد کو لعنت ملامت کی اور ایک سلائی خون حسین رضی اللہ عنہ کی میری آنکھوں میں ڈال دی تو میں نابینا ہو گیا اور نقل ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور کے روبرو خون سے بھرا ہوا ایک تھال رکھا ہوا ہے اور لوگ حضور ﷺ کے پاس سے گزر رہے ہیں اور حضور ﷺ ایک ایک سلائی خون کی ان کی آنکھوں میں پھیر رہے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں قتل حسین رضی اللہ

عنہ میں شریک نہ تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک ہونے کی تمنا رکھتا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اپنی شہادت کی اُنگلی سے جو خون سے آلودہ تھی میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو صبح کو جب میں اٹھا تو نابینا تھا۔

احمد نے ابورجا سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور اس کے خاندان میں سے کسی کو برا مت کہو اس لیے کہ ایک شخص ہمارے ہمسایوں میں سے کوفہ سے آیا تھا وہ کہنے لگا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فاسق کے بیٹے فاسق کو قتل کیا یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو تو خدا تعالیٰ نے دو ستارے مثل تیر کے بھیجے کہ اس برا کہنے والے کی آنکھوں میں داخل ہو گئے جس کی وجہ سے وہ شخص نابینا ہو گیا۔

مرزا محمد مورخ لکھتا ہے میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے منصور سے روایت ہے کہ اس نے ملک شام میں بعض شخصوں کو دیکھا کہ ان کے چہرے خنزیر کی طرح ہو گئے تھے تو ان میں سے ایک شخص مسخ شدہ سے اس نے اس کا سبب دریافت کیا اس کے متعلق لوگوں نے کہا یہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہزار بار لعنت بھیجتا تھا اور جمعہ کو چار ہزار مرتبہ لعنت بھیجتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو لعنت سے یاد کرتا تھا تو پھر اس نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی خدمت میں حسین رضی اللہ عنہ اس لعنت کرنے والے شخص کا شکوہ کر رہے ہیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی اور اس کے منہ پر تھوکا اس دن سے اس کا منہ خنزیر کی طرح ہو گیا اور لوگوں کے لیے عبرت کا مقام ہو گیا۔ ترجمہ صواعق محرقہ میں روایت ہے جب معرکہ کربلا میں دشمنوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا اور حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی پیاس سے تڑپنے لگے تو لشکر

اعداء سے نکل کر ایک شخص کہنے لگا اس شخص کو دیکھو یہ اپنے آپ کو آسمان کا جگر گوشہ جانتا ہے اور اس کے لیے آسمان سے ایک قطرہ تک پانی کا نہیں آتا اور پیاسا ہی مرے گا یہ بات سن کر حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں بدعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اقْتُلْہُ عَطْشًا۔ یا اللہ اس کو پیاسا مار اس کے بعد وہ شخص ہر چند پانی پیتا تھا لیکن اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی حتی کہ وہ مر گیا نیز مروی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ پانی پینے لگے اس وقت ایک آدمی دشمنوں میں سے آپ کے پانی پینے کے درمیان حائل ہو گیا اور آپ کو تیر مارا وہ تیر آپ کے گلے مبارک پر لگا تو حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے بارہ میں بددعاء کی یا الٰہی اس کو پیاس کے مرض میں گرفتار کر کہ ہرگز وہ پانی سے سیراب نہ ہو اس وقت اس کے پیٹ میں حرارت اور پیٹ کے ظاہر حصہ میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی حتی کہ اس کو سامنے سے پنکھا جھلتے تھے اور پیچھے اس کے آگ لگاتے تھے گویا کہ نصف حصہ بدن کا گرم اور نصف حصہ بدن سرد تھا اور وہ پیاس سے فریاد کرتا تھا اور کئی آدمیوں کی مقدار کے مطابق دودھ اور پانی پیتا تھا لیکن اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی اور تشنگی سے فریاد کرتا تھا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا اور اسی قسم کی حکایت تہذیب التہذیب میں بھی ہے مرزا محمد مورخ نے لکھا یہ حال عام لوگوں کا تھا جو آپ کی شہادت میں حاضر تھے حال یزید کا اور ابن زیاد کا اور عمرو بن سعد اور شمر اور اس کے مثل لوگوں کا جو کہ عام لوگوں کے سردار تھے آئندہ صفحات سے معلوم ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو جو کچھ ان لوگوں کا حال ہوا وہ ظاہر ہے کہ یزید نے چند روز دنیا کا فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے یہ بے ادبی اور گستاخی کی اور

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین سال اور چند ماہ زندہ رہا بعدازاں جہنم رسید ہو گیا ابن زیاد مختار بن ابو عبیدہ کی لڑائی میں قتل ہوا عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن اور تمام آدمیوں کو کہ کربلا میں حاضر تھے مختار نے غلبہ حاصل کرنے کے بعد کوفہ میں قتل کیا لہٰذا مناسب ہے کہ چند صفات میں احوال شقاوت مآب قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا لکھا جائے اور اس شخص کا ذکر کیا جائے جس نے خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے خروج کیا اب اس مقام پر یزید پلید کا ذکر لانا ابتداء سے آخر تک زیادہ مناسب ہے تاکہ لوگوں کے لیے مزید عبرت کا سبب ہو اس کے بعد دوسرے شریروں کے جہنم رسید ہونے کا ذکر کیا جائے جاننا چاہیے جس وقت یزید پلید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اس کے بعد اس نے ظلم و فسق و فجور اور شراب نوشی اور زنا کاری اور دیگر حرکات نامناسب کرنی شروع کیں چونکہ اہل مدینہ نے جبراً اور کرھاً اس ناپاک کی بیعت کی ہوئی تھی اس کا حال شقاوت مال دیکھ کر انہوں نے اس کی بیعت سے خلع کیا اور دو شخصوں کو مہاجر و انصار میں سے ہر گروہ پر خلیفہ مقرر کیا قریش پر عبداللہ بن مطیع العدوی کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو امیر مقرر کیا اور یزید کے عامل نعمان بن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ سے نکال دیا جیسا کہ واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا ہم نے یزید پر خروج نہیں کیا تاوقتیکہ ہم کو خوف ہوا کہ اگر ہم اب اس کی اطاعت کریں گے تو آسمان سے ہم پر پتھر برسیں گے اس لیے کہ اس کے زمانہ میں لوگ اپنی سوتیلی ماؤں اور بہنوں کیساتھ نکاح کرتے تھے اور شراب پیتے تھے اور نماز کو ترک کرتے تھے لہٰذا ہم نے اس کی بیعت سے خلع کیا جب یہ خبر یزید کو ملی کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت سے خروج کیا

ہے اور اس کے عامل کو وہاں سے نکال دیا ہے اور بنی امیہ کو قید کر دیا ہے۔

اور ترجمہ متعارف طبری میں ہے کہ یزید پلید نے عمرو بن سعد کو مکہ کا امیر اور ولید عتبہ کو مدینہ کا امیر کیا ہوا تھا جب عبداللہ بن زبیر مدینہ چھوڑ کر مکہ میں آ گئے تھے جیسا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات میں پہلے گزرا عمرو بن سعد نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی وغیرہ نہیں کی یزید نے اس پر نفاق کی تہمت رکھ کر اس کو مکہ سے نکال دیا اور مکہ کی امارت بھی ولید بن عتبہ کے حوالے کر دی ولید خود تو مدینہ منورہ میں رہا اور اپنا نائب مکہ میں بھیج دیا لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے عامل کو مکہ سے نہیں نکالا اور مکہ کے لوگوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز باجماعت علیحدہ پڑھتے اور خلیفہ یزید الگ نماز پڑھتا اور جب حسین رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بیعت کے لیے نہیں بڑھایا جب حسین رضی اللہ عنہ عراق میں شہید ہو گئے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ روئے اور آپ کی بہت تعریف کی اور اس وقت اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا اب سوائے آپ کے کوئی لائق بیعت نہیں چنانچہ سب مکہ والوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس نے قسم کھائی میں اس کے ہاتھ باندھ کر اور اس کی گردن میں طوق ڈال کر اپنے پاس اس کو قید کروں گا چنانچہ یزید نے ایک زنجیر ولید بن عتبہ کے پاس بھیج دی اور اس کو لکھا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی گردن میں زنجیر ڈال کر اس کو میرے پاس بھیج دے ولید نے یزید کے قاصد کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا وہ قاصد مکہ مکرمہ میں گیا اس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو یزید کا پیغام دیا اور زنجیر کو اس کے پاس رکھ دیا عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہ نے سر کو ہلایا اور اس قاصد کو کوئی جواب نہ دیا اس قاصد نے جا کر یزید کو حقیقت حال سے آگاہ کیا یزید نے ایک سال گزارا اور ولید نائب یزید مدینہ سے مکہ میں حج کرنے آیا ایک طرف عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک گروہ کے ساتھ حج کرتے تھے اور اسی طرف سے ولید بن عتبہ اپنی جماعت کے ساتھ حج کرتا تھا۔

اس کے بعد عثمان بن محمد بن ابوسفیان جو یزید کی طرف تغیری کے بعد عامل مدینہ تھا اس نے دس آدمیوں کو مدینہ سے نائب مدینہ کے حکم سے یزید کے پاس بھیجا ہوا تھا جب وہ واپس آئے اور انہوں نے یزید کا آنکھوں دیکھا حال اہل مدینہ کو سنایا (یعنی اس کا فسق و فجور وغیرہ) جب یہ خبر یزید کو پہنچی تو بہت ناراض ہوا اور اہل مدینہ بیعت کے ارادے سے علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے آپ نے انکار کیا اور آپ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے ایک گاؤں میں جس کا نام سبوع تھا وہاں آپ نے رہنا اختیار کیا۔ ادھر یزید نے نعمان بن بشیر انصاری کو کہا تم مدینہ جاؤ اور لوگوں کو نصیحت کرو میں نہیں چاہتا کہ مدینہ میں فوج بھیجوں اور تمہاری بیویوں کو بیوہ کروں اور بچوں کو یتیم کروں اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہنا تم نے اچھا کیا کہ اہل مدینہ کے شریک نہ ہوئے تیری نیکی کا بدلہ مجھ پر واجب ہے تو نعمان اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ پہنچے اور یزید کا پیغام اہل مدینہ کو دیا انہوں نے قبول نہ کیا۔

تو نعمان نے جا کر یزید کو اہل مدینہ کے ارادے سے آگاہ کیا تو یزید نے مسلم بن عتبہ کو بلایا یہ مرد مدبر اور جنگ آزمودہ تھا تو یزید نے بارہ ہزار آدمی اور ایک روایت کی رو سے دس ہزار آدمی اس کو دیے اور کہا مدینہ میں جا اور جب وہاں پہنچے تو ان کے ساتھ نرمی کر اگر بیعت کرنا قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کر اگر تو غالب ہو

جائے تو تین روز قتل وخون کو مباح کر مسلم بن عقبہ ان دنوں بیمار تھے یزید نے کہا اگر تجھے کوئی واقعہ پیش آ جائے تو حصین بن نمیر کو اپنا جانشین کر دینا تو مسلم مدینہ میں گیا اور اسی روز یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ بہت سی فوج لیکر مکہ میں جا اور ابن زبیر کیساتھ جنگ کر ابن زیاد ان دنوں یزید سے ناراض تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ یزید نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کے صلہ میں ابن زیاد کو کوفہ اور سواد عراق دیا ہوا تھا اور سیستان وخراسان کہ عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں فتح ہو چکے تھے وہ اس کی بھی امید رکھتا تھا لیکن یزید نے ہر دو ملک ابن زیاد کے بھائی سلیم بن زیاد کو دیئے ہوئے تھے لیکن ابن زیاد نے یزید کے خط کے جواب میں لکھا میں دو کام نہیں کر سکتا ایک تو پیغمبر خدا ﷺ کے فرزند کا قتل اور دوسرا خانہ خدا کی بربادی چنانچہ بظاہر اس نے بیماری کا بہانہ کیا القصہ مسلم شام کی فوج کو لیکر مدینہ میں آیا اور تین روز مدینہ کے دروازہ پر ٹھہرا رہا پھر ایک شخص کو مدینہ میں بھیجا اس شخص نے مدینہ والوں کو نصیحت کی مگر انہوں نے یزید کی اطاعت قبول نہ کی اور مدینہ کے ارد گرد خندق کھودی اور مورچے قائم کیے مسلم نے مدینہ کے گرد فوج تعینات کی مسلم ان دنوں بیمار تھا لہذا خیمہ میں تخت پر بیٹھا ادھر مدینہ والوں میں سے عبداللہ بن حنظلہ نے فضیل بن عباس رضی اللہ عنہ کو لشکر کا مقدمہ کیا کیونکہ فرزندان عبدالمطلب میں سب سے زیادہ یہ عقلمند تھے عبداللہ نے سواروں سے یزید کے لشکر پر حملہ کیا اور فضیل نے اپنی جماعت کے ساتھ لشکر شام کو لوٹا اور شکست دی اور مسلم کے تخت تک پہنچ گئے اور خلق کثیر کو قتل کیا فضیل کے روبرو ایک رومی غلام آیا انہوں نے سمجھا مسلم بن عقبہ ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کہا میں نے مسلم کو قتل کر دیا اور مسلم بن عقبہ آواز دیتا تھا میں زندہ ہوں اور تجھے قتل کروں گا تو مسلم خیمہ سے باہر آیا اور مسلح ہو کر

سوار ہوا اور لشکر میں پکارا اے شام کے بہادرو! اگر تم میرے بغیر جنگ نہیں کرتے تو میں آ گیا ہوں اب حملہ کرو فضیل نے جانا کہ میں مسلم کو قتل کروں لہٰذا مسلم کی طرف جنگ کا ارادہ کیا مسلم نے فضیل بن عباس رضی اللہ عنہ کے پہلو پر تیر مارا جس کی وجہ سے وہ گھوڑے سے گر گئے ادھر شامی لشکر بھی حملہ آور ہوا جبکہ تقدیر الٰہی نے چاہا ہوا تھا کہ یزید کے اعمال نامہ میں دوسرے اور شقاوت کے اعمال لکھے جائیں لہٰذا مدینہ کے لوگ بہت قتل ہوئے اور باقی ماندہ شہر کو بھاگ گئے اس کے بعد عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے پیادہ جنگ شروع کی تو مسلم نے بھی اپنے لشکر کو آواز دی اے شامیوں تم بھی پیادہ ہو کر جنگ کرو چنانچہ حصین بن نمیر حمص کی تمام فوج کے ساتھ پیادہ ہوا اور مسلم بن عقبہ نے بھی تیروں کی بارش شروع کی تو عبداللہ رضی اللہ عنہ مع اپنے تین بھائیوں کے شہید ہوئے چنانچہ اہل تاریخ لکھتے ہیں سات سو صحابہ کبار مہاجرین و انصار اور دس ہزار دوسرے لوگ اہل مدینہ سے شہید ہوئے اس دن مسلم مسرف کے نام سے ملقب ہوا پھر مسرف مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اور تین روز تک لوٹ مار کی اور اہل مدینہ کو تنگ کیا اور تین روز روز مسجد نبوی میں جماعت موقوف رہی اور مسجد میں کتے اور لومڑیاں آتی تھیں اور جس منبر پر رسول خدا ﷺ اور خلفاء راشدین رونق افروز ہوتے تھے اس پر کتے اور لومڑیاں پیشاب کرتی تھیں اور مسجد نبوی میں لڑکوں سے بدفعلی کی گئی اور کئی سو عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں۔ نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْھَا نہایت افسوس کا مقام ہے کہ یزید پلید کے ہاتھ سے اہل بیت نبوی پر جو اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ

تَطْهِیْرًا (الاحزاب:۳۳) کے مخاطب ہیں اور اصحاب کرام پر جو کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کے پیارے خطاب سے نوازے گئے ہیں یہ ظلم واستبداد اور مصائب کے پہاڑ توڑے گئے ہیں جن کو سن کر ایک سچے مومن کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور اشک حسرت اس کی آنکھوں سے بہتے ہیں پھر مسرف نے اہل مدینہ سے کہا یزید پلید کی بیعت اختیار کرو اس شرط سے اگرچہ وہ تم کو بیچ ڈالے اور اگر چاہے آزاد کرے بعض اہل مدینہ نے کہا ہم یزید سے بیعت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے موافق کرنے کے لیے تیار ہیں مسرف نے اس بات کو قبول نہ کیا تو مسرف نے رسول خدا ﷺ کے دوستوں اور آپ کے نزدیک ہمسایوں کو شہید کیا تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ مسرف نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا امیر المومنین یزید تم پر درود بھیجتا ہے اور کہتا ہے تم نے بہت اچھا کیا کہ اپنے آپ کو فتنہ میں مبتلا نہ کیا...... معلوم ہونا چاہیے از روئے روایت صحیح اس دن محمد باقر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ کے آخر ۶۳ھ میں واقع ہوا اور ماہ محرم ۶۴ھ میں مسلم بن عقبہ مذکور بہت سخت بیمار تھا کہ یزید کا خط آیا مکہ میں جا کر ابن زبیر کے ساتھ جنگ کرے جب مکہ کی طرف تین منزل چلا تھا کہ بہت سخت بیمار ہو گیا اور فوج کو حصین بن نمیر کے حوالے کیا اور مسرف کا انتقال ہو گیا حصین بن نمیر نے اہل مکہ پر فوج کشی کی اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی ہوئی تھی اور اہل مدینہ بھی بھاگ کر مکہ مکرمہ میں آئے ہوئے تھے اور وہ سب مکہ میں موجود تھے ابن زبیر نے فوج کو مکہ سے باہر نکالا اور کہا ان شامیوں کو آنے سے منع کرو سب سے پہلے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی مصعب ابن

زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور شامی غالب آئے اور انہوں نے بہت سے مکہ والوں کو قتل کیا آخر کار ابن زبیر شکست کھا کر شہر میں داخل ہوئے اور اہل شام نے مکہ کا محاصرہ کیا اور منجنیق لگائی اس کا پھینکا ہوا پتھر خانہ کعبہ میں گرتا تھا جس کی وجہ سے مسجد کے ستون ٹوٹ گئے اور جو شخص منجنیق لگاتا تھا کہ کافر حبشی تھا وہ شعر پڑھتا اور منجنیق چلاتا بہت مسجد کے ستون ٹوٹے اور تمام کعبہ کا لباس اور دروازہ کے پردے جلا دیے اور چند روز بیت اللہ بغیر پردہ کے رہا۔ ایک تیز ہوا چلی جس کی وجہ سے منجنیق میں آگ لگ گئی اور اس فوج کو ہوا لے گئی اور ہر چند وہ بھاگتے تھے لیکن آگ ان کے پیچھے دوڑتی تھی حتی کہ اکثر کو جلا دیا اور اسی روز یزید شام میں درد قولنج میں مبتلا ہو گیا اور مر گیا جب شامیوں نے آگ کا یہ حال دیکھا جو باقیماندہ تھے سب واپس لوٹ گئے اور کہنے لگے ہمیں خانہ خدا سے کوئی سروکار نہیں اور حصین بن نمیر نے احوال ابن زبیر کا یزید کو لکھا اس کو یزید کے مرنے کی خبر نہ تھی دوسرے دن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حصین بن نمیر کو کہا یزید تو مر گیا تم کس کی طرف سے جنگ کرتے ہو۔

حصین نے اس بات کو جھوٹ سمجھا اور جنگ میں مصروف رہا پھر ثابت بن قیس مدینہ سے آیا اس نے یزید کے مرنے کی خبر حصین کو دی اس کے بعد حصین بن نمیر نے ابن زبیر کو کہلا بھیجا یزید مر گیا اور اس کے بیٹوں میں حکومت کرنے کی صلاحیت نہیں تم میرے ساتھ ملک شام کو چلو تا کہ میں تمہاری بیعت سب لوگوں سے کرا دوں ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں مکہ سے باہر نہیں جاتا حصین نا امید ہو کر پھرا اور یزید ۱۴ تاریخ ماہ ربیع الاول کو مقام حمص میں تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں فوت ہوا تین سال سات مہینے اس نے حکومت کی اور چند روز کے لیے وبال ابدی اپنے ساتھ لے

گیا جب یزید کے حالات سن چکے اب دوسروں کا قصہ کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھے سنو جاننا چاہیے جب یزید پلید فوت ہوگیا اس کا بڑا بیٹا معاویہ کہ اس کو اپنی زندگی میں یزید نے ولی عہد بنایا تھا بادشاہ ہوکر منبر پر بیٹھا بعد حمد وصلوٰۃ کے اس نے کہا یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور میرے دادا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے ناحق علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی کہ وہ حق پر تھے جھگڑا کیا تو خدا تعالیٰ نے ان کو حکومت دی پھر میرے دادا نے میرے باپ کو جو کہ خلافت کی اہلیت نہیں رکھتا تھا خلیفہ بنایا اس نے خلافت کے لیے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا چنانچہ میرا باپ جوان مرا اور آخرت کا عذاب اپنی قبر میں لے گیا اس کے بعد معاویہ رویا اور کہا میں جانتا ہوں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنا بہت برا تھا اس کی بازگشت بڑی ہوگی اس لیے کہ اس نے رسول خدا ﷺ کی اولاد کو قتل کیا اور شراب کو مباح کیا اور خانہ خدا کو خراب کیا میں خلافت میں لذت نہیں پاتا اگر دنیا اچھی ہوتی میں اسکی لذت پاتا اگر بد ہے تو اولاد ابوسفیان کو مبارک رہے اور بعض روایت میں ہے اس نے یہ کہا جس کو تم پسند کرو اس کو اپنا امیر بنالو میں نے اپنی بیعت کو تمہاری گردنوں سے نکال دیا اس کے بعد منبر سے اتر آیا اور اپنے گھر میں چلا گیا روایت میں ہے جب وہ تخت چھوڑ کر گھر میں گیا تو اس کی ماں اور دیگر رشتہ دار آئے اس کو روتے دیکھا تو اس کی ماں ام ہاشم بنت ابی ہاشم بن عتبہ نے کہا کاش تو مرجاتا اور میں تیری خبر نہ سنتی معاویہ نے کہا قسم خدا کی میں اسبات کو پسند کرتا ہوں اس کے بعد کہا افسوس ہے اگر خدا تعالیٰ مجھے نہ بخشے پھر بنو امیہ نے اس امر سے انکار کرنے کی وجہ سے اور خاندان نبوی سے محبت کرنے کی وجہ سے اس کو زندہ قبر میں دفن کردیا سلطنت ترک کرنے کے چالیس روز

بعد معاویہ بن یزید رحمت حق سے ملا تاریخ طبری میں ہے کہ ابن زیاد نے تمام لوگوں سے معاویہ بن یزید کی بیعت لی ہوئی تھی اور کوفہ سے بصرہ پہنچا ہوا تھا کہ اس کو خبر ملی کہ یزید کا بیٹا معاویہ مر گیا تو لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ابن زیاد کو بصرہ سے نکال دیا وہ شام میں چلا گیا اور بصرہ کے لوگوں نے بنی عبدالمطلب میں سے ایک شخص کی بیعت کر لی تا کہ شہر کی حفاظت رہے اور جب تک کوئی خلیفہ مقرر نہ ہو وہ شخص انتظام سنبھال سکے اور وہ شخص عامر بن سعد تھے ادھر مکہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قوی ہو گئے بہت لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان سے بیعت کرنے لگے اور امیر المومنین کہلانے لگے مدینہ اور حجاز ان کے تصرف میں آیا اہل شام نے ان کو بلایا مگر وہ وہاں نہ گئے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زید انصاری کو کوفہ کا امیر مقرر کیا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا جب بصرہ کا انتظام انس رضی اللہ عنہ سے نہ ہو سکا تو بصرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا غرضیکہ بصرہ اور کوفہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تصرف میں آ گیا۔

اہل شام نے پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد بھیجے کہ تم یہاں آ جاؤ تا کہ ہم تمہاری بیعت کریں ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص بیعت کرنا چاہتا ہے وہ میرے پاس آ جائے آخر کار تمام عراق عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آ گیا عبدالرحمٰن بن حجر کو مصر میں مقرر کیا اور عبداللہ بن راشد کو یمن میں بھیجا اور اپنے بھائی عبیدہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا امیر بنایا ایک گروہ شام سے بھی ان کا گردیدہ ہو گیا اور شام کے بعض لوگوں نے کہا ہم خالد بن معاویہ بن یزید کی بیعت کریں گے اس زمانہ میں شام کے پانچ آدمی بڑے شمار ہوتے تھے حمص کے امیر نعمان بن

بشیر انصاری تھے اور دمشق کے امیر ضحاک بن قیس الفہری تھے اور قنسرین کے امیر حماد بن کلابی تھے اور فلسطین کے امیر بابل بن قیس تھے اور ارزن کے امیر حسان بن مالک تھے یہ تمام امیر سوائے حسان بن مالک کے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو چاہتے تھے اور حسان بن خالد مالک کا طرفدار تھا اور خالد بن معاویہ حسان سے بہت رغبت رکھتا تھا جب حصین بن نمیر مذکور مکہ سے آیا تو اس نے لوگوں کو مختلف الرائے پایا تو اس نے کہا خالد سے بیعت کرو کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو میں نے بلایا لیکن وہ نہیں آیا اس کے بعد مروان بن الحکم بھی مدینہ سے آ گیا اس نے بھی لوگوں کو بیعت کے معاملہ میں مختلف پایا تو مروان نے چاہا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرے کیونکہ خالد کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی نیز مروان نے کہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بوڑھا آدمی ہے اور رسول خدا ﷺ کی پھوپھی کا لڑکا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نواسہ ہے اگر اس کے ساتھ بیعت ہو تو بہتر ہے اسی درمیان عبیداللہ بن زیاد بھی آ گیا یہ خالد بن معاویہ بن یزید سے ناخوش تھا اس لیے کہ اس کا دادا یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے اور اس کے کعبہ میں جانے سے ناخوش تھا اس بناء پر ابن زیاد بھی ناراض تھا تو ابن زیاد نے لوگوں سے کہا خلافت کے لیے سن رسیدہ اور باتدبیر ہونا چاہیے اور اس نے لڑائیوں میں رہ کر تجربہ حاصل کیا ہو غرضیکہ ابن زیاد اپنی اس بات چیت سے لوگوں کو متاثر کر کے مروان کے پاس لے گیا اور مروان کا خود ارادہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کا تھا پھر یہ دونوں ابن زبیر کے پاس گئے ابن زیاد نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا اس کام کے لیے تم سے بہتر میں کسی کو نہیں سمجھتا مروان نے پہلے تو ابن زیاد کی اس گفتگو کو مذاق سمجھا جب عبیداللہ بن

زیاد نے اصرار کیا تو مروان نے بھی اس امر کو قبول کیا۔ دوسرے روز ضحاک بن قیس کہ دمشق کا امیر تھا اس نے مروان سے ابن زبیر کے لیے بیعت چاہی اور منبر پر کھڑا ہوا اور یزید کو بہت بُرا کہا اور گالیاں دیں خالد اس مجمع میں موجود تھا اٹھا اور کہا میرے باپ یزید نے ضحاک سے کتنی نیکیاں کی ہیں اور آج یہ اس کو گالیاں دیتا ہے اس کے بعد لشکر شام کے سرداروں میں سے تین شخص اٹھے ایک ولید بن عتبہ اور دوسرا یزید ابن حیان تیسرا سفیان انہوں نے ضحاک کو برا کہنا شروع کیا اور اس سے کہا کیا یزید کی نعمتوں کا عوض یہی تھا جو تو بجالایا اور کہا ابن زبیر خلافت کے لائق نہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے درمیان قتل کیے گئے اس لیے مناسب ہے کہ خلافت بنی امیہ سے باہر نہ جانے دو اور یہ خالد کا حق ہے یہ بات سن کر عمر بن الحکم لشکر کے سرداروں میں سے اٹھا اور کہا یہ حق عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ وہ رسول خدا ﷺ کا قرابتی ہے اور سن رسیدہ ہے اور عالم و دانا تر ہے اور قریش میں سے ہے اور خلافت کے لیے زیادہ سزاوار ہے جیسا کہ ضحاک کہتا ہے چنانچہ شامیوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی مگر حمص کے لوگوں نے نعمان ابن بشیر سے اور قسرین کے آدمیوں نے زفر بن الحارث سے اور فلسطین کے لوگوں نے بابل بن قیس سے بیعت کی اور یہ تمام شامی ابن زبیر کی بیعت میں منسلک ہو گئے۔

عراق اور بصرہ و کوفہ مکہ و یمن اور مغرب کے کئی شہر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آئے جب ضحاک نے منبر پر یزید کے تینوں طرفداروں کی بات سنی تھی تو اس نے اس وجہ سے پیادہ فوجیوں کو حکم دیا کہ ان تینوں کو گرفتار کر کے قید کر دیں جو خالد بن معاویہ کی طرفداری میں باتیں کرتے تھے چنانچہ پیادوں نے تینوں

سرداروں یزید وسفیان وولید کو پکڑا اور قید کرنے کے لیے ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے یہ حال دیکھ کر چھپ گئے ابن زیاد نے مروان سے کہا جب لوگوں کا شوروغوغا کم ہو جائے گا اس وقت ہم اپنا کام کریں گے اس دن رات تک دمشق میں شور شر رہا جب رات ہو گئی تو ضحاک اپنے آدمیوں کے ساتھ مقام مرج راہکا میں بھاگ گیا دوسرے روز لوگ جمع ہوئے اور سوچنے لگے اگر ہم نے اپنی خواہش کے مطابق خالد سے بیعت کی تو تمام مسلمانوں سے شرم آئے گی کیونکہ اکثر مسلمانوں نے ابن زبیر سے بیعت کی ہے اگر ہم خالد کی بیعت نہیں کرتے تو خلافت بنو امیہ سے باہر جاتی ہے اسی اثناء میں عبیداللہ بن زیاد آ گیا دمشق کے سردار کہنے لگے ابن زیاد سے پوچھو اس کی کیا رائے ہے ابن زیاد نے کہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا عقل کے مناسب نہیں اور یہ خلافت بنی امیہ سے باہر نہیں جانی چاہیے کیونکہ تم لوگوں نے کئی دفعہ امیر معاویہ بن ابوسفیان کے ہمراہ جنگ کی ہے تب یہ امر خلافت مستحکم ہوا ہے اب اس کو اپنے خاندان سے دور کرنا ایسا ہو گا کہ اپنے آباؤ اجداد کو باطل پر سمجھنا اور خالد بن معاویہ کو اگر چاہتے ہو وہ مناسب ہے کیونکہ جوان آدمی ہے ابن زبیر کو خلیفہ تسلیم کرنے میں مراد دلی پوری نہیں ہو گی آج خلافت کے لیے وہ سزاوار ہے جو ابن زبیر سے مقابلہ کرے اور میں اپنی رائے میں مروان کے سوا کسی کو اس کام کے لائق نہیں سمجھتا القصہ جب ابن زیاد نے یہ بات کہی سب نے اس کو پسند کیا لہٰذا مروان سے سب نے بیعت کی اور اس کو خلیفہ مان لیا اور یہ امر ضحاک مذکور پر بہت گراں گزرا اس نے کہا جب تک مجھ میں جان ہے میں مروان کی خلافت پر راضی نہیں شام کے سرداروں نے جن کے نام پہلے گزر چکے ہیں جنہوں نے عبیداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی

ہوئی تھی انہوں نے ابن زبیر سے مقابلہ کے لیے فوج مانگی ادھر مروان دمشق کی فوج لیکر ضحاک کے مقابلہ میں آیا اور ابن زیاد کو سپہ سالار مقرر کیا بیس روز ضحاک اور ابن زیاد کا مقابلہ رہا آخر کار شام کے سردار جو قابض ممالک شام تھے وہ بھاگ نکلے اور ضحاک کو قتل کر دیا گیا اور تمام ملک شام مروان کے تصرف میں آ گیا اور اس نے ہر جانب اپنے امیر مقرر کیے بعدازاں مروان نے نعمان بن بشیر انصاری کو کہا کہ وہ مروان کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کی ترغیب دیتے تھے ۶۴ھ میں قتل کرادیا اور محرم ۶۵ھ میں سلیمان بن مروخزاعی اور میتب بن نجیہ نے خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے خروج کیا اور ایک لاکھ سوار و پیادہ لشکران کے ساتھ جمع ہو گیا جس وقت انہوں نے کوفہ سے شام کی طرف کوچ کیا تو سوائے دس ہزار آدمی کے ان کے ساتھ اور لوگ نہ رہے اور اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ گئے تو مروان نے ان سے مقابلہ کرنے کے لیے ابن زیاد کو تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) فوج دے کر ان دونوں سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا تو ابن زیاد اور میتب بن نجیہ اور سلیمان بن مروخزاعی کے درمیان جدال وقتال واقع ہوا آخر کار ان ہر دو کو معہ ان کے ہمراہیوں کے جو عراق سے آئے ہوئے تھے ابن زیاد نے قتل کیا اور ان ہی دنوں میں مروان بھی فوت ہو گیا ترجمہ متعارف طبری میں یہ قصہ شرح و بسیط سے لکھا ہے یہاں پر مختصر کر کے لکھا گیا جاننا چاہیے امام حسین رضی اللہ عنہ ۶۱ھ میں شہید ہوئے کوفہ والوں نے آپ کو اور آپ کے بھائی امام مسلم کو شہید کر دیا

جیسا کہ مفصل معلوم ہو چکا ہے بعد اس کے آپس میں کہنے لگے ہم نے خطاء کی ہے چنانچہ سلیمان بن مروخزاعی کو اپنے اوپر امیر مقرر کیا وہ چار سال تک لوگوں سے

بیعت اور زکوٰۃ وصدقات کی وصولی خفیہ کرتا رہا جب ملک شام کے ہر شہر کے لوگ اور اطراف وجوانب کے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تو پھر کھلم کھلا طور پر خون حسین رضی اللہ عنہ کا دعویٰ کرنے لگا ۶۴ھ میں یزید پلید کا انتقال ہو گیا اور شام کا لشکر ابن زیاد نے عراق بھیج دیا اور خالی ہو گیا تو یہ لوگ سلیمان بن مرو کے خروج پر متفق ہوئے لیکن اس نے کہا ابھی وقت نہیں ہے، تو مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کہ اس کا ذکر آگے ہو گا مکہ سے کوفہ میں آ گیا اور اس نے شیعہ لوگوں سے کہا تم کس لیے باہر نہیں نکلتے اور خون حسین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ نہیں کرتے کہ اب ملک خالی ہے لوگوں نے کہا یہ کام سلیمان کا ہے تو مختار نے سلیمان کو دیکھ کر کہا تو کس لیے باہر نہیں نکلتا اب جہاں بغیر امام ہے کل کو اگر کوئی کوفہ میں آیا اور اس نے لوگوں سے بیعت لی اس وقت خروج ممکن نہ ہو گا سلیمان نے کہا ابھی وقت نہیں آیا مختار نے لوگوں سے کہا سلیمان بزدل ہو گیا ہے اور جنگ نہیں کر سکتا اور مجھ کو محمد بن حنفیہ نے خط لکھ کر دیا ہے کہ شیعہ کو دکھلا اور ان سے کہہ کہ جو لوگ ہم سے بیعت ہیں وہ جانوں کو فدا کریں اور خون حسین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کریں شیعہ مختار کی متابعت پر متفق ہو گئے اور سلیمان سے پھر گئے اور سات روز کے بعد عبداللہ بن یزید انصاری عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کا امیر ہو کر آیا مختار نے لوگوں سے کہا اگر سلیمان اس معاملہ میں تقصیر نہ کرتا ابن زبیر کا امیر اس جگہ کس طرح آتا جن لوگوں نے مختار سے بیعت کی ہوئی تھی انہوں نے کہا ہم تمہارے ساتھ خروج کریں گے جب سلیمان نے یہ سنا کہ مختار خروج کا ارادہ رکھتا ہے تو اس نے بھی اپنے آدمیوں کے ساتھ ارادہ خروج کا کیا اسی اثناء میں خبر پہنچی کہ مروان عبیداللہ بن زیاد سپہ سالار کو کوفہ کا امیر مقرر کر کے بھیج رہا ہے تو ایک شخص نے عبداللہ بن یزید

انصاری کو کہا کہ عامل عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھا کہا اپنی امارت کو نگاہ رکھو ورنہ اس شہر میں خارجی جمع ہیں ایک گروہ سلیمان بن مرو کے ساتھ ہے اور ایک گروہ مختار کے ساتھ ہے اور تجھ پر خروج کریں گے عبداللہ بن یزید انصاری نے کہا میں سلیمان کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا تاوقتیکہ وہ میرے ساتھ جنگ کرے تو عبداللہ بن یزید مسجد میں آئے اور کہا اے لوگوں میں نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی میں ان کے قتل پر راضی تھا تو تم مجھ پر کس لیے خروج کرتے ہو اگر خون حسین (رضی اللہ عنہ) کا مطالبہ کرتے ہو تو ابن زیاد کی گردن پر ہے اور وہ ابھی تمہارے قتل کے لیے آتا ہے لہٰذا ابن زیاد سے حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرو میں بھی تمہاری مدد کروں گا لوگوں نے کہا امیر سچ کہتا ہے خون حسین رضی اللہ عنہ ابن زیاد سے طلب کرنا چاہیے سلیمان اور مختار دونوں الگ الگ عبداللہ بن یزید سے ملنے آئے مختار نے محمد بن حنفیہ کی طرف سے جھوٹی باتیں بیان کرنا شروع کیں تنبیہ معلوم ہونا چاہیے کہ مختار عبیدہ ثقفی کا بیٹا ہے اس کو (عبیدہ) امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عراق کا امیر مقرر کیا ہوا تھا اور واقعۃ الحر کے روز کہ یہ لڑائی اہل عجم سے ہوئی تھی سفید ہاتھی نے اس کو مار دیا تھا اور مختار ان دنوں میں چھوٹا تھا اور مسلم بن عقیل پہلے روز یعنی پہلے پہل اسی کے گھر میں اترے تھے جب ابن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا تو امام مسلم رضی اللہ عنہ مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر میں چلے گئے تھے تو ابن زیاد نے مختار کو قید کر دیا تھا یہاں تک کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اس کے بعد یزید نے ابن زیاد کو لکھا تھا کہ مختار کو جیل سے رہا کر دے تو مختار اپنی بہن کے تعلق کی وجہ سے کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں مکہ میں چلا گیا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مختار کو بیعت کرنے کے لیے کہا

مختار نے کہا میں دو شرطوں سے تمہاری بیعت کرتا ہوں اول یہ کہ کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہ رکھنا دوسرے یہ کہ میں دربان کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس آ جایا کروں اور جس وقت تمام ملک پر تمہارا تسلط ہو جائے تو ایک بڑا شہر مجھ کو دینا۔

ابن زبیر نے قبول کیا اور مختار شجاع اور دلاور آدمی تھا جب شام کی فوج حصین بن نمیر کی سرکردگی میں مکہ میں ابن زبیر سے لڑنے کے لیے آئی تھی تو مختار نے رستمانہ کام کیا تھا اور بہت سے شامیوں کو قتل کیا تھا۔ جب یزید اور معاویہ ابن یزید مر گئے تو ابن زبیر کا تسلط حجاز اور بصرہ یمن اور شہر مغرب پر ہو گیا تھا بصرہ میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا مختار کو امید تھی کہ مجھ کو کوفہ کا امیر مقرر کیا جائے گا جب ابن زبیر نے کوفہ کی امارت عبداللہ بن یزید کے سپرد کر دی جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے تو مختار کا دل ناامید ہو گیا ادھر اس نے یہ سنا کہ کوفیوں نے سلیمان بن مرو کو خلیفہ مقرر کیا ہے اور اس سے بیعت کر رہے ہیں تو پھر یہ کوفہ میں آیا ترجمہ طبری میں اسی طرح ہے لیکن مختصر طبری میں اس کے ناراض ہونے کی وجہ دوسری بیان کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ مختار نے محمد بن حنفیہ ابن علی رضی اللہ عنہ سے اپنی امارت کے بارے میں خون حسین رضی اللہ عنہ کے طلب کرنے پر خط لکھوا لیا تھا اس لیے کوفہ میں آیا تھا القصہ مختار عبداللہ بن یزید انصاری سے سات روز پہلے کوفہ میں آیا اور لوگوں سے کہا مجھے محمد بن حنفیہ نے بھیجا ہے کیونکہ سلیمان بن مرو خروج میں تاخیر کر رہا ہے اس معاملہ کی خبر عبداللہ بن یزید کو بھی ہو گئی کہ عمرو بن سعد رائے سے آیا ہوا تھا رات کو گھر میں نہ رہ سکا فوراً عبداللہ بن یزید کے پاس گیا اور کہا مختار اور سلیمان بن مرو خروج پر آمادہ ہیں عبداللہ بن یزید نے کہا جب تک وہ مجھ سے نہ لڑیں گے میں ان سے جنگ نہیں کروں گا جب ۶۵ھ کا سال آیا تو وہ ماہ ربیع

الاول کی پہلی کو سلیمان بن مرد اپنے مسلح یاروں کے ساتھ وعدہ گاہ میں آیا اور تین دن رات وہاں رہا اور سولہ ہزار آدمیوں نے اس سے بیعت کی سلیمان نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے امام مسلم اور حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی اور پھر ان کو دشمن کے حوالہ کر دیا تھا نہ ان کا دین ہے نہ ان کو خوئے وفا ہے خدا جانے میرے ساتھ کیا معاملہ کریں گے القصہ شہر کوفہ اور دوسرے شہروں سے دس ہزار مردان جنگی جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے پہلے کس سے جنگ کریں کسی نے کہا اول عمرو بن سعد سے جنگ کرو کیونکہ اس نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے سلیمان نے کہا عمرو بن سعد تو ابن زیاد کا مطیع و فرمانبردار تھا اول ملک شام کو جانا چاہیے اور ابن زیاد سے جنگ کرنی چاہیے اس بات کو سب نے پسند کیا لہٰذا شام کی طرف کوچ کیا اور ہزار آدمی غیر مسلح کو لشکر سے واپس لوٹا دیا جب وہ دریائے فرات کے کنارے تھے وہاں سے حسین رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کو گئے اور مرقد شریف کے روبرو بہت تضرع اور زاری و عذر خواہی و استغفار کیا اور اتنا روئے کہ ان کے گریہ و نالہ سے آسمان حرکت میں آ گیا اور دن رات روتے تھے کہ بیان اس کا طبری میں مفصلاً ہے دوسرے روز نماز پڑھ کر شام کی طرف چلے دو منزل راستہ چلے تھے اور تیسری منزل شہر مرقیا میں پہنچے اور شہر میں زفر بن الحارث الکلالی کہ ضحاک سے شکست کھایا ہوا تھا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تابعین میں سے تھا ان لوگوں کو دیکھ کر قلعہ بند ہو گیا جب اس نے جانا کہ یہ فوج شامیوں کی نہیں بلکہ خون حسین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے والے ہیں تو اس نے پانی اور دانہ و گھاس سے لشکر کی مدد کی حتیٰ کہ لشکر دوسری منزل کے لیے اٹھا تو زفر بن حارث نے نصیحت کی کہ تمہاری خبر سن کر شام کے لوگ تم سے لڑنے کے لیے آئیں گے اور وہ کثیر

تعداد میں ہیں تم کو چاہیے کہ سبقت کر کے شہر عین الورد میں داخل ہو جاؤ اور اس کو اپنی پشت پناہ بناؤ۔

تا کہ تمہارے گھوڑے آب ودانہ سے محروم نہ رہیں ورنہ تمہارا کام تباہ وبرباد ہو جائے گا سلیمان اور دوسرے لوگوں نے زفر بن حارث کی بات مان کر شہر عین الورد میں آ کر اس پر قبضہ جمالیا اسی اثناء میں خبر ملی کہ شامی فوج ایک دن کی راہ کے فاصلے پر آئی ہے تو سلیمان نے خطبہ پڑھا اور کہا اگر میں مر جاؤں تو تمہارا امیر میرے بعد امیر مسیتب ہوگا اور اگر وہ مر جائے تو عبداللہ بن سعد امیر ہوگا اور اس کے بعد عبداللہ وال اور اس کے بعد رفاعہ بن شداد امیر ہوگا تو مسیتب کو چار سو آدمی دے کر ابن زیاد کے مقدمۃ الجیش پر شب خون مارنے کے لیے روانہ کیا گیا۔

چنانچہ مسیتب نے چار سو آدمیوں کے ساتھ چاروں طرف سے مقدمۃ الجیش پر حملہ کیا اور تمام کو قتل کر دیا جب یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے حصین ابن نمیر کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا حصین بن نمیر نے لشکر کو شہر عین الورد کے دروازے کے بالمقابل اتارا اور سلیمان نصیحت کرنے لگا کہ مروان بن الحکم مر گیا اور اس کا بیٹا عبدالملک بادشاہ بن گیا آج کے دن جہان میں دو بڑے گروہ ہیں اور مروانی دیگر حجازی مصری وعراقی ویمنی بغیر امام کے ہیں مروانیوں کا امام عبدالملک بن مروان ہے اور حجازیوں کا امام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہے تم نہ مروانیوں کے منبع ہو اور نہ ہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لہٰذا تم خارجی ہو تمہارا کوئی امام نہیں سلیمان نے کہا ہمارا امام رسول خدا ﷺ کے خاندان سے ہے یعنی محمد بن حنفیہ بن علی رضی اللہ عنہ ہے لہٰذا تم یا تو ابن زیاد کو ہمارے حوالہ کرو تا کہ ہم خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ اس

سے لیں نیز عبدالملک کو خلافت سے معزول کرو پھر ہم اور تم اتفاق رائے سے خلیفہ مقرر کریں جو کہ رسول خدا ﷺ کے خاندان سے ہو اگر تم ان باتوں پر ہم سے متفق نہیں ہو تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ القصہ دونوں فریقوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی اور ایک دن رات جنگ رہی پھر دوسرے دن سرفیل آٹھ ہزار آدمیوں کو لے کر شامیوں کی مدد کے لیے آیا اس روز رات تک جنگ رہی اسی طرح کئی روز تک جنگ رہی اور ہر روز شامیوں کی مدد کے لیے ابن زیاد لشکر بھیجتا تھا آخر کار سلیمان مقتول ہوا بعدہ میب مقتول ہوا اس کے بعد عبداللہ بن سعد نے جھنڈا اٹھایا وہ بھی مارا گیا اس کے بعد رفاعہ نے جھنڈا اٹھایا اور شام تک لڑائی ہوتی رہی اس جنگ میں ہزارہا آدمی دونوں طرف سے مارے گئے تو رفاعہ نے کہا ہم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا تمام مارے گئے اور ہم کو کسی جگہ سے مدد آنے کی امید نہیں تھی چنانچہ اندھیری رات میں رفاعہ اپنی فوج کے ہمراہ بھاگ گیا اور دریا سے گزر گیا جب دن ہوا تو دس کوس کا فاصلہ کر چکا تھا اس کے ساتھ دو ہزار سے کم فوج باقی رہی تھی جب دن چڑھا تو شامیوں کو اس کا پتہ چلا تو اس امر کی خوشخبری انہوں نے ابن زیاد اور عبدالملک کو پہنچائی دوسرے روز رفاعہ مرقیا میں آیا اور زفر بن حارث مذکور قلعہ سے باہر آیا اور تعزیت کی یہ سب لوگ زخمی تھے۔ نو روز ان کو مہمان رکھا اس کے بعد یہ لوگ کوفہ میں پہنچے اور اس سال میں بصرہ میں بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے عاملوں اور خارجیوں کے درمیان لڑائی ہوئی آخر کار بصرہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تصرف میں آیا۔

ذکر خروج مختار

جاننا چاہیے مختار کو عبداللہ بن زید انصاری نے جو کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے عامل تھے قید کر رکھا تھا جب رفاعہ بن شداد شامیوں سے شکست کھا کر کوفہ میں پہنچا تو مختار نے رفاعہ اور دوسرے شکست خوردہ لوگوں کے پاس اس مضمون کا خط بھیجا کہ تم غم نہ کرو اور جہاد کی نیت رکھو اگر میں قید سے چھوٹ گیا تو اہل شام کا اتنا خون بہاؤں گا جتنا کہ بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل پر بہایا تھا یہ خط پڑھ کر شکست خوردہ لوگوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور مختار کے لیے دعاء کی اور پیغام بھیجا اگر آپ فرمائیں تو ہم آ کر آپ کو قید سے چھڑا لے جائیں مختار نے کہا یہ بات مناسب نہیں میں کسی حیلہ سے قید سے چھٹکارا حاصل کروں گا چنانچہ رفاعہ چار آدمیوں کے ہمراہ قید خانہ میں آیا اور مختار سے بیعت کی اس کے بعد مختار نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جس میں اپنے چھڑانے کی بابت زور دیا گیا تھا کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مختار کے بہنوئی تھے اس واسطے انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مختار کی سفارش کی اور ابن زبیر نے اپنے عامل عبداللہ بن زید کو لکھا کہ مختار کو چھوڑ دو چنانچہ اس نے مختار کو چھوڑ دیا لیکن عبداللہ بن زید نے مختار کو قسم کھلائی کہ جب تک میں کوفہ کا حاکم ہوں تب تک تم خروج نہ کرنا مختار قید سے رہا ہو کر اپنے گھر جا بیٹھا اور لوگوں سے پوشیدہ بیعت لیتا تھا جب سال ۶۶ھ شروع ہوا تو ابن زبیر نے عبداللہ بن زید کو کوفہ سے بدل دیا اور اس کی بجائے عبداللہ بن مطیع کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا اور جب عبداللہ بن مطیع کوفہ میں آیا تو بہت سے لوگ مختار سے بیعت کر

چکے تھے ایاز بن مضارب جو کہ عبداللہ بن مطیع کا پیش کار تھا اس نے کہا لوگ مختار سے بیعت کر چکے ہیں اگر کچھ دن اور گزر گئے تو شہر میں فتنہ پیدا ہو جائے گا لہٰذا مختار کو بلا کر قید کر دے عبداللہ بن مطیع نے حسین بن عبداللہ اور زائدہ بن قدامہ کو بھیجا زائدہ مختار کے چچا کا بیٹا تھا اس نے مختار کو اشارہ سے اس امر پر مطلع کر دیا اور مختار نے بیماری کا بہانہ کر دیا قاصدوں نے آ کر عبداللہ بن مطیع کو کہہ دیا کہ مختار بیمار ہے بعد ازاں مختار نے اپنے شیعوں کو جمع کیا اور کہا امیر مجھے قید کرنے کے لیے بلاتا ہے اب خروج کرنے میں دیر نہ کرو ان سب میں سے سعد بن سعد الحنفی نے کہا ہم تمہارے تابعدار ہیں لیکن ہمیں دس دن کی مہلت دو تا کہ ہم اپنے ہتھیاروں اپنے آدمیوں اور اسباب جنگ کو درست کر لیں حالانکہ ان کا اسباب جنگ سب تیار تھا لیکن انہوں نے اس بناء پر فرصت چاہی کہ مختار خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے محمد بن حنفیہ کی طرف سے اپنے کو خلیفہ اور ماذون بتلاتا ہے مبادہ وہ اس بارے میں جھوٹا ہو تو مختار نے کہا اگر امیر نے مجھے بلا کر قید کر دیا تو میں کیا بناؤں گا سب نے کہا خاطر جمع رکھو ہم تجھ کو قید سے چھڑا لیں گے یہ گفتگو کرنے بعد لوگ وہاں سے اٹھے تو انہوں نے ایک قاصد محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بھیجا اور دریافت کیا در حقیقت مختار کو آپ نے خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے اجازت دی ہے جب شیعان کوفہ کا قاصد محمد بن حنفیہ کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا خون حسین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ لوگوں پر واجب ہے تو قاصد نے آ کر محمد بن حنفیہ کا جواب شیعوں کو سنایا تو تمام مختار کے فرمانبردار ہو گئے اور اس سے بیعت کر لی پھر مختار نے کہا پہلے تم کو خلافت میں اور محمد بن حنفیہ کی طرف سے میرے مختار ہونے میں شک تھا اب شک جاتا رہا لہٰذا اب دیر نہ کرو کیونکہ دیر

کرنے میں خرابی ہے اور طاقت کے لیے نقصان دہ ہے شیعوں نے کہا ہم تیار ہیں لیکن ابراہیم اشتر ہمارے ساتھ ہو کیونکہ وہ کوفہ کا سردار ہے چنانچہ عامر بن شراحبیل الشیعی کو ابراہیم اشتر کے پاس بھیجا اور اس کو اس راز سے آگاہ کیا کہ ہم خون حسین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کریں گے ابراہیم نے کہا بہتر مگر شرط یہ ہے کہ مجھے امیر کرو۔

لوگوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ امام محمد بن حنفیہ ہے اور اس نے مختار کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ اور اس سے ہم بیعت کر چکے ہیں ابراہیم نے کہا اس وقت تم چلے جاؤ تا کہ میں اس بارے میں سوچ لوں دوسرے دن مختار اپنے دس شیعوں کے ساتھ ابراہیم اشتر کے گھر گیا ابراہیم اس وقت مصلی پر بیٹھا تھا مختار اس کے سامنے بیٹھا محمد بن حنفیہ کا خط پڑھ کر سنایا اس میں لکھا تھا مختار کو میں نے کوفہ میں بھیجا ہے تا کہ لوگوں سے بیعت لے۔ اور تمہارا باپ ہمارا شیعہ تھا لہٰذا تمہیں بھی چاہیے کہ مختار سے بیعت ہو جاؤ تا کہ کام تمام ہو اور جو کچھ کوفہ کے علاوہ فتح ہو گا وہ تیرا ہو گا اور اس بات پر میں خدا کو گواہ کرتا ہوں ابراہیم نے لوگوں سے کہا تم گواہی دیتے ہو؟ تو سترہ آدمی گواہ ہوئے تو ابراہیم نے مختار سے بیعت کی اور مصلیٰ پر بٹھا دیا اور خود اس کے سامنے نیچے کی طرف بیٹھا اس کے بعد مختار واپس چلا گیا دوسرے روز ابراہیم نے ایک آدمی کو بھیج کر باہر آنے کا وعدہ کیا اس تمام معاملہ کی عبداللہ بن مطیع کو آگاہی ہوئی لہٰذا کوفہ کے سات محلوں پر اس نے پانچ پانچ سو سوار و پیادہ متعین کر دیئے کہ اگر کوئی حرکت کرے تو اس کا سر توڑ دیں جب وعدہ کی تاریخ آئی تو شام کی نماز کے بعد لوگ ابراہیم کے گھر جمع ہو گئے تمام نے زرہیں پہنی ہوئیں تھیں اور کپڑوں کے نیچے تلواریں چھپائی ہوئیں تھیں جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا ابراہیم جماعت کے ساتھ مختار کے گھر پہنچا جب کچھ راستہ

طے کیا تو ایاز بن مضارب کہ عبداللہ بن مطیع کا ہمنشیں تھا راستہ میں ملا ابراہیم نے اس کے تیر مارا کہ اس کی پشت سے نکل گیا اس کے ساتھی بھاگ کر عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے ادھر مختار ہتھیار بند ہو کر گھر سے نکلا اور آپس میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ تم جب خون حسین رضی اللہ عنہ کے طالبوں کی ندا سنو فوراً گھر سے باہر نکل آؤ تو مختار نے ہر محلہ میں ساتھیوں کو بھیجا تا کہ ندا کریں اور آدمی اپنے گھروں سے نکلیں اور مختار کے گھر پر اکٹھے ہو جائیں ابراہیم نے کہا ایسا کرنا غلطی ہے کیونکہ عبداللہ بن مطیع نے ہر محلہ میں پانچ سو سواروں کو بھیجا ہوا ہے تا کہ جس کسی کو پائیں قتل کر دیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ میں خود آدمیوں کو جمع کرنے کے لیے جاؤں اور تو یہاں ہی رہے تا کہ لوگ تیرے پاس اکٹھے ہوں چنانچہ ابراہیم ایک جماعت کو لیکر ایک محلہ میں گیا اور آواز دی لوگ گھروں سے باہر آ گئے جب آخری محلہ میں گیا تو قیس نامی ایک شخص نے پانچ سو سواروں کے ساتھ جنگ شروع کر دی ابراہیم نے اس کو شکست دی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور ہر محلہ میں جاتا تھا اور لوگ اس کی آواز پر جمع ہوتے تھے اور پانچ سو متعینہ سواروں سے جنگ ہوتی تھی اور شکست دیتا تھا حتی کہ صبح تک بہت آدمی جمع ہو گئے اور امیر کے گھر پر جا کر کہنے لگے مختار نے خروج کیا ہے چنانچہ عبداللہ بن مطیع امیر نے چند بار مختار سے مقابلہ کرنے کے لیے فوج بھیجی لیکن ہر بار امیر کی فوج کو شکست ہوئی اور ہزارہا لوگ مارے گئے آخر کار عبداللہ بن مطیع قلعہ بند ہو گیا اور پھر امان لیکر باہر آیا اور بصرہ چلا گیا مختار نے کوفہ کے خزانہ پر قبضہ کر لیا اور عدل و انصاف کا دستر خوان بچھایا تمام امیروں کو عدل و انصاف کرنے کے لیے خطوط لکھے اور خود نماز ظہر تک عدالت کرتا اور خود کو خلیفہ مہدی کہلاتا یہ بیعت مختار کی ٦٦ھ میں واقع ہوئی اس کے

بعد چند لڑائیاں ہوئیں ایک لڑائی یزید بن اسدی کی ہے کہ مختار کے سپہ سالاروں میں سے تھا مختار نے اس کو کہا کہ شہر موصل کے گرد فوج جمع کر اور ابن زیاد کے ساتھ کہ وہ موصل میں سلیمان بن مرو پر فتح حاصل کرنے کے بعد آیا ہوا ہے جنگ کر یزید نے کہا مجھے تین ہزار فوجی دے مختار نے کہا اور فوج بھی ساتھ لے جا اس نے کہا مجھے اتنی ہی کافی ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو اور فوج منگوالوں گا چنانچہ موصل کا محاصرہ کرنے کے لیے یزید بن اسد روانہ ہوا جب ابن زیاد کو پتہ چلا تو اس نے کہا میں اس کے ہر آدمی کے بدلے دو آدمی بھیجوں گا چنانچہ ربیع بن مخازم کو چھ ہزار فوج دے کر یزید اسدی کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔

یزید اسدی ان دنوں بیمار تھا گھوڑے پر بھی سوار نہیں ہو سکتا تھا آخر کار اسی حالت میں اس نے فوج کو جمع کیا اور کہا اگر میں مارا جاؤں تو رفاعہ بن غالب اسدی کو تم پر خلیفہ کرتا ہوں اگر وہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن حمزہ کو تم پر امیر کرتا ہوں الغرض فوج کو لڑنے کے لیے متعین کیا وہ دن عرفہ کا تھا آخر کار صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوئی اور شام کی فوج کو شکست ہوئی اور رفاعہ نے ان کا تعاقب اور بہت لوگوں کو قتل کیا شامیوں کے لشکر کے ساٹھ سرداروں کو قید کر کے عصر کی نماز کے وقت لشکر گاہ میں لایا اور ان قیدیوں کو یزید اسدی کے روبرو لا کر کھڑا کیا یزید بن اسدی کا وقت نزاع تھا زبان اس کی بند تھی اس نے اپنا ہاتھ اپنے گلے پر ملا رفاعہ سمجھ گیا کہ حکم قتل کیا ہے لہٰذا ان سب کو اس کے تخت کے پاس قتل کر دیا اور جب شام ہوگئی یزید اسدی فوت ہو گیا اور فتح نامہ کا خط مختار کو لکھ دیا گیا ادھر یزید اسدی کی موت کی خبر اور اپنی فوج کی شکست کا حال (ابن زیاد کو) معلوم ہوا تو وہ محل اقامت کو چھوڑ کر آگے بڑھا رفاعہ نے جاسوس بھیج کر

خبر دریافت کی کہ ابن زیاد کے ساتھ اسی ہزار جنگی مرد موجود ہیں رفاعہ نے موصل کی حد سے نکل کر عراق کی حد میں قیام کیا اور اس امر کی مختار کو اطلاع دی مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو سات ہزار آدمی دے کر مدد کے لیے بھیجا مگر رفاعہ نے ابراہیم بن مالک کی اطاعت کرنے میں گریز کیا جب ابراہیم بن مالک کوفہ سے تین منزل چلا تھا تو کوفہ کے لوگوں نے مختار پر خروج کیا اس کا سبب یہ تھا کہ مختار کے ساتھ دو گروہ تھے ایک تو وہ لوگ تھے جو کمینہ اور گھٹیا قسم کے تھے دوسرے نیزہ بردار اور سوار جانباز عرب تھے مختار نے اپنے آدمیوں کو کہ کمینے وسفلے تھے عہدے دیئے تھے اس بناء پر دوسرے لوگ گھات میں تھے کہ ہمیں موقع ملے تو مختار پر خروج کریں جب مالک اشتر کوفہ سے تین منزل کے فاصلہ پر گیا تو انہوں نے بغاوت کی مختار اس امر سے مطلع ہوا تو ان کو حیلہ و بہانہ سے ٹالا اور سانڈنی سوار کو بھیج کر مالک اشتر کو طلب کیا اور ان کو قتل کیا اور انہوں نے بھی جنگ کرنے میں قصور کیا اور کوئی گلی کوچہ نہ رہا کہ جس میں لڑائی نہ ہوئی ہو یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا لیکن باغیوں کو قتل کرتے تھے اور قید کرتے تھے اور مختار قیدیوں سے دریافت کرتا تھا اور پوچھتا تھا مجھ کو بتلاؤ کہ عمرو بن سعد کے لشکر میں قتل حسین رضی اللہ عنہ میں کون کون شریک تھا اس کا مجھے پتہ بتلاؤ چنانچہ ڈھائی سو آدمیوں کا پتہ ونشان بتایا گیا اور ان کو بلا کر موت کی گھاٹ اتارا گیا بعدازاں مختار محل میں چلا گیا کوفہ میں ایسے کم گھر تھے جن میں کوئی قتل نہ ہوا ہو اور زخمی نہ ہوا ہو۔

اس دن لڑائی میں سات سو آدمی مارے گئے بعدازاں جملہ ڈھائی سو آدمی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے عوض میں مارے گئے اور کوفہ مختار کے قبضہ میں آیا جب تیسرا دن ہوا تو مدینہ سے ایک شخص آیا اس نے کہا مجھے محمد مہدی نے کہا ہے کہ مختار خون

حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کا دعوی کرتا ہے اور اس کے قاتلوں کو مثل عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن و سنان بن انس نخعی اور چار ہزار آدمیوں کو اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہے لہٰذا اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے مختار نے کہا مہدی نے سچ کہا ہے تو مختار نے اپنے مصاحب عبداللہ بن کامل کو بلایا اور کہا قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کو طلب کر اس نے کہا میں سب کو پہنچانتا ہوں اور عمرو بن سعد وغیرہ موجود ہیں مختار نے اپنے غلام کو بلایا اور کہا شمر کو حاضر کر اس نے شمر کو حاضر کیا پھر عمرو بن سعد کو بلایا وہ نہ آیا اس کا لڑکا آیا اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے کہا گھر بیٹھا ہے مختار نے کہا قتل حسین رضی اللہ عنہ کے دن گھر میں کیوں نہ بیٹھا پھر ایک شخص کو بھیجا تا کہ عمرو بن سعد کا سر کاٹ کر لائے نیز اس کے بیٹے حفص کا بھی سر کاٹ دیا گیا شمر کو بھی قتل کر دیا گیا اور کہا اللہ اکبر اگر کئی ہزار لوگوں کو قتل کروں تو خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔

دوسرے روز مختار نے دونوں سروں کو قاصدوں کے ہاتھ محمد بن حنفیہ کے پاس بھیجا بعدہ عبداللہ بن کائل کو کہ اس کا پیش کار تھا فرمایا جو شخص قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا اور جتنے بھی لوگ اس برے کام میں شریک تھے ان تمام کے نام لکھ کر پیش کرو کہ کس کس نے کیا ظلم وستم کیا ہے سب کی تفصیل لکھو دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے حسین رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا ہے اور فلاں شخص نے نیزہ مارا تھا اور فلاں شخص نے خنجر مارا تھا اور فلاں شخص نے گھوڑے سے تن اقدس کو پامال کیا تھا اور فلاں شخص نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا جب یہ فہرست مختار کو پیش کی گئی تو مختار نے حکم دیا ان سب کو بلاؤ جب لوگوں نے جانا کہ مختار حقیقۃً خون حسین رضی اللہ عنہ کا طالب ہے، تو جو لوگ عمرو بن سعد کے ساتھ تھے وہ تمام بصرہ کی طرف مصعب

بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھاگ گئے مختار ان کی تلاش میں کوشاں تھا جس کو پاتا تھا قتل کرتا تھا اور اس کے بدن کو جلاتا تھا اور ان کے گھر بار کو تباہ و برباد کرتا تھا سب سے پہلے خولی بن یزید کو پکڑا کہ اس نے سر حسین رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کے پیش کیا تھا اس کے لیے مختار نے حکم دیا اس کے دونوں ہاتھ اور دنوں پاؤں کاٹ دو اور پھر اس کو سولی دو تا کہ مر جائے پھر اس کو آگ میں جلاؤ تو ایک ایک اور دو دو آدمی کو لاتے تھے اور طرح طرح کے عذاب سے ان کو قتل کیا جاتا تھا آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی جس شخص کو کسی سے بغض ہوتا تھا تو وہ مختار کے پیش کار کو کہتا تھا کہ فلاں شخص عمرو بن سعد کے لشکر میں تھا اس کو قتل کر دیتے تھے۔

پھر مختار نے ابراہیم بن مالک بن اشتر کو اس فتنہ کے فرو ہونے کے بعد سات ہزار فوج دے کر ابن زیاد سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا جب ابراہیم موصل کی حد میں پہنچا تو ابن زیاد دریا پر جس کو خازر کہتے ہیں جو موصل سے پانچ کوس پر ہے مع لشکر کے اترا ہوا تھا ابن زیاد کے لشکر میں عمرو بن حساب السلمی کہ روسائے شام سے تھا اور ابراہیم کے ساتھ دوستی رکھتا تھا وہ لشکر کے میسرہ یعنی بائیں حصہ پر متعین تھا اس لیے رات کو خفیہ آ کر ابراہیم سے بیعت کی اور وعدہ کیا کہ لڑائی کے روز ابن زیاد کی ہمراہی چھوڑ کر حیلہ سے میں تیرے پاس آ جاؤں گا تو جس دن لڑائی شروع ہوئی تو ابراہیم نے اس سات ہزار فوج سے اور ایک روایت میں ہے بارہ ہزار فوج سے اور ایک روایت میں بیس ہزار فوج سے لشکر کی صف بندی کی لشکر کے میمنہ پر سفیان الازدی کو مقرر کیا اور میسرہ پر علی بن مالک الحسمی کو متعین کیا اور خود لشکر کے قلب میں رہا اور جھنڈا اپنے بھائی کو دیا اور اس طرف سے ابن زیاد نے اپنے لشکر کو ترتیب دی۔

میمنہ پر حصین بن نمیر کو متعین کیا اور میسرہ پر عمرو بن الحساب کو قائم کیا اس کے بعد شامی فوج نے ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کر کے اس کو شکست دی ابراہیم نے جھنڈا عبداللہ بن رفاعہ کو دیا اور فرمایا اس شکست خوردہ فوج کے روبرو جا اور ان کو واپس بلا اور ابراہیم خود طلیعہ کے قریب سے جا کر پکارا اے جوان مردوں کہاں جاتے ہو اس جگہ سے تم کوفہ نہیں جا سکتے غرضیکہ آدمی واپس آ گئے اور میسرہ ابراہیم کے ساتھ ہو گئے اور ابراہیم نے اپنے میمنہ کو کہا اہل شام کے میسرہ پر حملہ کریں یعنی (جس کا امیر عمرو بن الحساب تھا جو رات کو چھپ کر ابراہیم سے بیعت کر گیا تھا) یا تو تم فتحمند ہو یا تم کو شکست ہو چنانچہ شامی میسرہ پر حملہ کیا گیا مگر عمرو بن الحساب نے جنگ کرنے میں سستی کی اور ابراہیم کے لشکر نے شامی فوج کو شام کے وقت شکست دی بعد ازاں حکم دیا جس کو پاؤ قتل کرو ابراہیم کی فوج نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اچانک ابن زیاد پر لوگوں کی نظر پڑی ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کیا گیا اس کے بعد ابراہیم نے کہا اس کا سر تن سے جدا کریں اکثر سپاہ شام بوجہ خوف کے دریا غرق ہو گئے اور بہت قتل کیے گئے اور ابراہیم نے فتح کا خط مع ابن زیاد کے سر کے مختار کی طرف روانہ کیا مختار دارالامارت میں بیٹھا اور کوفہ کے آدمیوں کو جمع کیا اور سب کو ابن زیاد کا سر دکھایا مفتاح النجا میں لکھا ہے کہ ابن زیاد کے ساتھ حصین بن نمیر جس کا ذکر پہلے مدینہ منورہ کی جنگ میں گزرا ہے وہ بھی قتل کیا گیا نیز دوسرے شامی فوج کے سردار اور ہزارہا آدمی تقریباً ستر ہزار آدمی مختار نے جہنم واصل کیے اور وقوع اس واقعہ کا ۶۷ھ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ سال بعد ہوا امام ترمذی نے اپنے صحیح میں عمار بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مسجد میں لائے گئے میں

ان کے دیکھنے کے لیے گیا جب وہ سر رکھ دیئے گئے تو ناگہاں ایک سانپ آیا اور آ کر سروں کے درمیان پھرا اور پھر ابن زیاد کے ناک میں داخل ہوا اور تھوڑی دیر رہ کر پھر باہر نکلا پھر ناک میں داخل ہوا یہاں تک کہ غائب ہوا غرضیکہ اسی طرح سانپ نے تین دفعہ کیا جس وقت مختار ابن زیاد کے قتل سے فارغ ہوا تو جو لوگ یزید اور ابن زیاد کے ساتھ تھے ان کو تلاش کر کے جہنم میں پہنچایا ایک روایت میں ہے، اٹھتالیس ہزار پانچ سو چونسٹھ آدمیوں کو سوائے جنگ مذکور کے مقتولوں کے قتل کیا گیا اور ان مقتولوں میں عمرو بن سعد اور اس کا لڑکا حفص اور شمر ذی الجوشن اور عمرو بن الحجاج اور قیس بن اشعث کندی اور خولی بن یزید الاصبحی اور سنان بن الانس النخعی اور عبداللہ بن قیس خولانی اور حکیم بن فضیل اور یزید بن مالک اور اسحاق بن صوات اور زرعہ بن وفا اور حرملہ بن کاہل مشاہیر و اعیان و اکابر یزید پلید تھے ان سب کو طرح طرح کے عذاب اور عقوبتوں سے مارا گیا بعدازاں جملہ شمر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس پر گھوڑے دوڑائے گئے اور سب سے زیادہ عذاب دے کر اس کو مارا نیز حکم دیا گیا کہ ان کے بدن پر گھوڑے دوڑاؤ کیونکہ ان پلیدوں نے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام کے عوض ستر ہزار آدمی میں نے قتل کرائے تھے اور تمہارے نواسے کے عوض ستر ہزار سے دگنے قتل کراؤں گا تو لوگوں نے مختار کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ سے یہ کام سرانجام دیا کہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ سے کوئی بھی روئے زمین پر زندہ نہ رہا اس کے بعد مختار کی شقاوت ازلی نے جوش مارا حتی کہ بعض نے کہا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا

جبرائیل میرے پاس آتا ہے اور بعض نے کہا ہے اس کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا مجھ میں حلول کئے ہوئے ہے تاریخ طبری میں عمرو بن سعد اور شمر وغیرہ کے قتل کا ذکر ابن زیاد سے جنگ کرنے سے پہلے لکھا ہے اور مفتاح النجا میں ابن زیاد سے جنگ کرنے کے بعد عمرو بن سعد اور شمر وغیرہ کا قتل لکھا ہے شاید کہ کئی سو آدمی ابن زیاد سے جنگ کرنے سے پہلے قتل ہوئے ہوں اور یہ ہزار ہا ابن زیاد سے جنگ کرنے کے بعد قتل ہوئے ہوں اور عمرو بن سعد وشمر وغیرہ اگرچہ مقتولین سابقین سے ہوں۔

لیکن صاحب مفتاح النجا نے یزید کے رؤسا کے ناموں کی تعداد آخر میں ذکر کی ہے جاننا چاہیے کہ تاریخ طبری میں لکھا ہے جب مختار نے کوفہ پر تسلط حاصل کر لیا تو وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی فریب کرنا چاہتا تھا اور ابن زبیر زمانہ کے عقلندوں میں سے تھا فریب میں نہ آیا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ مختار کو فریب میں لائے جب وہ بھی فریب میں نہ آیا کیونکہ وہ اپنے آپ کو محمد بن حنفیہ کا خلیفہ کہتا تھا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنفیہ کو بلا کر قید کر لیا اور خوف زوال کی وجہ سے اپنی سلطنت کو اپنے نائبوں کے سپرد کر دیا مختار نے خبر پا کر ابن زبیر کی لاعلمی میں تدریجا اپنی فوج بھیج کر محمد بن حنفیہ کو قید سے چھڑا لیا اس کے بعد لوگوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قسمیں دلائیں کہ محمد بن حنفیہ سے دست تعرض ابن زبیر باز رکھیں تو ابن زبیر نے اپنی قلمرو کے ممالک کے شہروں کوفہ وغیرہ پر مختار کے تسلط کی وجہ سے اپنے بھائی مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار سے لڑنے کے لیے بھیجا مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے حکم سے بصرہ سے مختار کی طرف پہنچا مصعب اور مختار کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں آخر کار فتح مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور مختار

قتل ہوا اور اس کا سر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس مکہ میں بھیجا اور یہ جنگ ۶۷ھ کے آخر میں ہوئی جب مصعب ابن زبیر کا تسلط کوفہ اور اس کے گرد و نواح پر ہوا اور اس کی قوت مضبوط ہو گئی تو اس نے ملک شام کا رخ کیا۔

مختصر طبری میں ہے کہ جب عبدالملک کو اپنے امراء پر اعتماد نہ تھا اس لیے بضرورت شام اور دمشق سے باہر گیا اور مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایلچی کو بھیجا اور کہا دنیا کی سلطنت کے لیے خونریزی کرنا عقلمندی نہیں مصلحت اس بات میں ہے کہ تو میرے ساتھ صلح کر کیونکہ انجام کار معلوم نہیں مصعب نے کہا میرے جیسا یہاں سے واپس نہیں جائے گا قید ہوگا یا امیر و شہید ہوگا آخر ش ۷۱ھ میں عبدالملک بن مروان اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ واقع ہوئی اور مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابراہیم بن مالک قتل ہو گئے اور عبدالملک کی فتح ہو گئی اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سر کوفہ کے دارالامارۃ میں عبدالملک کے روبرو پیش کیا گیا روایت ہے، عبدالملک بن عمیر اللیثی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو دارالامارۃ میں ایک جماعت کے ہمراہ ابن زیاد کے روبرو دیکھا پھر ابن زیاد کا سر مختار کے روبرو اسی جگہ دیکھا پھر اس کے بعد مختار کا سر مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے روبرو میں نے ایک جماعت کے ہمراہ اسی جگہ دیکھا پھر مصعب بن زبیر کا سر میں نے ایک جماعت کے ہمراہ اسی جگہ عبدالملک کے روبرو دیکھا پھر اس واقعہ کو میں نے عبدالملک سے بیان کیا اور کہا میں اس مکان سے پناہ ڈھونڈتا ہوں اور اس مجلس سے نفرت کرتا ہوں عبدالملک یہ بات سن کر اٹھا اور حکم دیا کہ اس دارالامارت کو گرا دیا جائے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ابن زبیر کی سلطنت کا کام مدھم پڑ گیا لہٰذا

عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لشکر دے کر ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ روانہ کیا
ترجمہ طبری میں ہے جب عبدالملک مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل سے فارغ ہوا
تو اس نے چاہا اس کے بھائی کا بھی کام تمام کرے لہٰذا مکہ میں لشکر بھیجا لیکن مکہ مکرمہ پر
فوج کشی کرنے کے لیے کوئی تیار نہ ہوتا تھا اور کہتا تھا خدا کے حرم میں کیونکر جنگ کریں
ایک دن حجاج بن یوسف عبدالملک کے پاس آیا۔ اور کہا کل میں نے خواب دیکھا ہے
کہ ابن زبیر کو میں نے قتل کر دیا ہے، یہ خواب سن کر عبدالملک نے اس کو دو ہزار سوار
دیئے تا کہ ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لیے جائے اور اصل میں حجاج بن یوسف
طائف کا رہنے والا تھا جب یہ وہاں پہنچا تو اس نے اور فوج جمع کی اور مکہ میں آ گیا اور
بہت گستاخیاں کیں آخر کار مکہ پر اس کا قبضہ ہو گیا اور ابن زبیر کو قتل کر دیا اور وہاں سے
پھر مدینہ منورہ گیا اور بہت سے صحابہ کرام کی بے حرمتی کی اور کہا تم نے کس لیے عثمان رضی
اللہ عنہ کی مدد نہ کی لوگوں نے اس کا حال عبدالملک کو لکھا کیونکہ اس نے خانہ کعبہ کا غلاف
بھی جلا دیا تھا اور دیوار کعبہ جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی تھی وہ بھی گرا دی
تھی اسی لیے بعض فقہاء نے اس کو کافر لکھا ہے آخر کار عبدالملک نے اس کو خط بھیج کر بلایا
اور عراق میں بھیج دیا القصہ تمام ملک مروانیوں کے تصرف میں آ گیا اور ان کا تصرف
ہزار مہینہ رہا جیسا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا تھا لَيْلَةُ الْقَدْرِ
خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ ترجمہ: شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے تو بنی امیہ کی
سلطنت ہزار مہینہ رہی اور ایک رات آل محمد کی ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ تُؤْتِي
الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔ (آل عمران۔۲۶)

ترجمہ: جس کو چاہتا ہے تو سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے اور یہ واقعہ ۶۷ھ میں ہوا جاننا چاہیے عبداللہ بن زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن العزیز بن بصر الاسدی ہیں اور کنیت ان کی ابوبکر ہے اور بعض نے حبیب لکھا ہے اور آپ صحابی کے بیٹے ہیں اور خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کہ جن کو رسول خدا ﷺ نے جنت کی بشارۃ دی ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور آپ کی دادی رسول خدا ﷺ کی پھوپھی ہے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے پہلے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور آپ پہلے بچے ہیں کہ مہاجرین کے گھر میں پیدا ہوئے اور مہاجرین کو ان کے پیدا ہونے سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ یہود کہتے تھے ہم نے جادو کر دیا ہے لہٰذا مہاجروں کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوگی جب یہ پیدا ہوئے تو ان کو رسول خدا ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو رسول خدا ﷺ نے کھجور چبا کر آپ کے منہ میں ڈالی اور آپ کا نام عبداللہ رکھا جاننا چاہیے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور ہمیشہ نماز پڑھنے والے بوقت شب تھے اور کثیر العطا اور بہت بہادر اور صلح رحمی کرنے والے تھے اور آپ احیائے شب تین طریقہ سے کرتے ایک رات کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور صبح کر دیتے اور ایک رات صبح تک رکوع میں رہتے اور ایک رات صبح تک سجدہ میں رہتے اور جب یزید فوت ہوا تو اہل حجاز و یمن و خراسان نے آپ سے بیعت کی اور آپ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور دروازہ کو قواعد ابراہیم علیہ السلام کے موافق چھوڑا اور چھ گز حجرے سے اندرون کعبہ داخل کیا اس لیے کہ آپ کی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح بیان کیا تھا اور آپ کے تصرف سے کوئی

ملک سوائے مصر اور شام کے باقی نہ رہا تھا مصر اور شام والوں نے یزید کی بیعت کی ہوئی تھی جب یزید مر گیا تو اہل شام و مصر نے بھی آپ سے بیعت کر لی اس کے بعد مروان نے خروج کیا اور شام کو اپنے قبضہ میں لایا تاریخ ذھبی میں مذکور ہے کہ مروان امیر المؤمنین سے نہ تھا بلکہ وہ باغی اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے خارج تھا اور مروان اہل بیت کے اشد دشمنوں میں سے تھا اور شریر الطبع لوگوں میں سے تھا اور اس کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اسی خبیث نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو رسول خدا ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہونے سے روکا اور اسی نے حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کو حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا مشورہ دیا تھا جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے نیز اسی نے جنگ میں طلحہ بن عبداللہ کو قتل کیا محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت چاہی تو مروان ان دنوں عامل مدینہ تھا اس نے کہا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ تم سے اپنے بیٹے کے لیے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر بیعت چاہتے ہیں عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ کسریٰ و قیصر کے طریقہ پر بیعت چاہتے ہیں خاتمہ۔

یزید پر کفر اور لعنت کرنے کا بیان

بعض روایتوں میں ہے کہ یزید حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد نادم و شرمندہ ہوا اور کہا ابن مرجانہ (ابن زیاد) کا برا ہو کہ اس نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا میں اس میں اس سے بغیر قتل کے ہی راضی تھا اور جلاء العیون جو شیعوں کی کتاب ہے اس میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا ماتم کی مجلس قائم کر جو کچھ قتل حسین رضی

اللہ عنہ کے بارہ میں بہت برا ہوا ہے تو ماتم کی مجلس سب سے پہلے یزید کے گھر میں ہوئی اور تکمیل الایمان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، جو شخص کہتا ہے کہ یزید قتل حسین (رضی اللہ عنہ) پر راضی نہ تھا یہ کہنا غلط ہے جبکہ اس نے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے پیش کردہ سر مبارک پر چھڑیاں ماریں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آپ کے قتل پر راضی تھا اور شرح عقائد نسفی میں سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں۔ لَانَتَوَقَّفُ فِیْ شَانِہٖ بَلْ فِیْ اِیْمَانِہٖ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَعْوَانِہٖ۔ ترجمہ: ہم یزید پر لعنت کرنے کے بارہ میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی توقف نہیں کرتے یعنی (اس کو کافر کہتے ہیں) یزید پر لعنت ہو اور اس کے مددگاروں پر لعنت ہو کلمات طیبات میں ہے کہ امام احمد بن حنبل کے بیٹے نے ان سے پوچھا یزید پر لعنت کی جائے یا کہ نہیں تو انہوں نے فرمایا یزید پر لعنت کیوں نہ کی جائے جبکہ قرآن میں اس پر لعنت ہے بیٹے نے پوچھا ابا جان؟ قرآن میں یزید پر لعنت کہاں آئی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ (۲۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ۔ (محمد ۲) ترجمہ: تو کیا نزدیک ہوں اگر والی ہو ملک کے فساد کرو زمین میں اور قطع کرو رحموں کو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ان کو بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ تو اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد نے یزید پر لعنت کرنے کو روا رکھا ہے کیونکہ یزید پلید نے زمین پر فساد کیا ناحق اہل

بیت کے خون بہائے اور اوپر جا کر یزید اور حسین رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب ملتا ہے لہٰذا
یزید نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرا کر صلہ رحمی کے خلاف کیا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
یزید پر لعنت کرنے کے بارہ میں توقف فرماتے ہیں اس لیے کہ یزید کے متعلق
مؤرخوں نے دو قسم کی روایتیں کی ہیں ایک تو یہ کہ اس نے قتل حسین رضی اللہ عنہ پر
تاسف کیا اور ماتم کی مجلس گھر میں قائم کی دوسری روایت بھی ملتی ہے کہ اس نے دندان
ولب حسین رضی اللہ عنہ پر چھڑیاں ماریں تو جب دونوں قسم کی روایتیں ملتی ہیں تو ترجیح
کس روایت کو دیں نیز حدیث میں آتا ہے جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے اگر وہ
شخص لعنت کا مستحق نہ ہو تو پھر وہ لعنت زمین و آسمان میں پھرتی ہے اور آخر کار لعنت
کرنے والے پر لوٹتی ہے اس بنا پر آپ نے یزید پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے اور
امام غزالی فرماتے ہیں یزید مسلمان ہے اور مسلمان کو کافر کہنا درست نہیں لہٰذا وہ
مسلمان ہے گو فاسق ظالم و فاجر ہی سہی اور حیوۃ الحیوان میں ہے جب شمر حسین رضی
اللہ عنہ کے سر کو لے کر گیا تو یزید سے کہنے لگا۔ سَئَلْنَا هُمُ النُّزُوْلَ عَلٰی
حُكْمِ اَمِيْرِنَا عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ اَوِ الْقِتَالِ فَاخْتَارُوا الْقِتَالَ
فَغَدَوْنَا عَلَيْهِمْ عِنْدَ شُرُوْقِ الشَّمْسِ وَاَحَطْنَا بِهِمْ مِنْ كُلِّ
جَانِبٍ فَلَمَّا اَخَذَتِ السُّيُوْفُ مَاٰخَذَنَا جَعَلُوْا يَلُوْذُوْنَ كَذَانِ
الْحَمَامِ مِنَ الصُّقُوْرِ فَمَا كَانَ اِلَّا مِقْدَارَ جَزْرِ جَزُوْرٍ اَوْنَوْمَةِ قَائِلٍ
حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَهَاتِيْكَ اَجْسَادُ هُمْ مُجَرَّدَةً وَثِيَابُهُمْ
مُزَمَّلَةٌ وَخُدُوْدُهُمْ مُعَفَّرَةٌ تُسْفِىْ عَلَيْهِمُ الرِّيَاحُ زُوَّارُهُمُ

الْعِقْبَانُ وَوُفُوْدُهُمُ الرَّخِمُ فَلَمَّا سَمِعَ يَزِيْدُ ذٰلِكَ دَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَقَالَ وَيْحَكُمْ قَدْكُنْتُ اَرْضٰى مِنْ طَاعَتِكُمْ بِدُوْنِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ لعن اللّٰهُ ابْنَ مَرْجَانَه اَمَاوَاللّٰهِ لوكُنْتُ صَاحِبَهٗ لعفوتُ عَنْه ثُمَّ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰه اَبَاعَبْدِ اللّٰه حَيٰوةُ الْحَيَوَان۔ ترجمہ: سوال کیا ہم نے ان سے اپنے امیر عبید اللہ بن زیاد کے حکم پر اترنے کا یا جنگ کرنے کا تو انہوں نے جنگ کرنے کو پسند کیا تو صبح کی ہم نے ان پر وقت نکلنے سورج کے اور انکا ہم نے ہر طرف سے احاطہ کر لیا تو جب ہم نے تلواروں کو دستوں سے پکڑا تو پناہ مانگی انہوں نے جس طرح کبوتر باز سے پناہ مانگتا ہے تو جنگ ہماری ان سے اونٹ کے ذبح کرنے کی مقدار کے مطابق ہوئی یا اتنی دیر میں ہوئی جتنی دیر دو پہر کو سونے والا سوتا ہے یہاں تک کہ آئے ہم ان کے آخری لڑنے والے پر اب میں تیرے پاس آیا ہوں کہ شہیدوں کے بدن بغیر کفن پڑے ہوئے ہیں اور کپڑے ان کے لپٹے ہوئے ہیں اور رخسار ان کے گرد آلود ہیں ہوائیں ان پر چل رہی ہیں عقاب ان کی زیارت کر رہے ہیں اور گدھ ان کے پاس آنے والی جماعتیں ہیں جب یزید نے یہ باتیں سنی تو وہ رونے لگا اور کہا تمہاری خرابی ہو میں تم سے بغیر قتل حسین رضی اللہ عنہ کے راضی تھا اللہ تعالیٰ ابن زیاد پر لعنت کرے آگاہ ہو جاؤ قسم خدا کی اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور حسین رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیتا پھر کہا اللہ تعالیٰ ابا عبد اللہ پر رحم کرے یعنی حسین رضی اللہ عنہ پر تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا تھا کہ مجھے پتہ چلا ہے حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف آرہے ہیں اگر وہ تجھ سے جنگ کرے تو ان سے

جنگ کرنا ورنہ کسی حیلہ سے قید کر دینا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا شرح فقہ اکبر ص ۸۷ میں ہے۔ وَاِنَّمَا اخْتَلَفُوْا فِی یَزِیْدِ بنِ مُعَاوِیَۃَ حَتّٰی ذُکِرَ فِی الْخَلَاصَۃِ وَغَیْرِہٖ اَنَّہٗ لَا یَنْبَغِی اللَّعْنُ عَلَیْہِ اَیْ عَلَی الْیَزِیْدِ وَلَا عَلَی الْحَجَّاجِ لِاَنَّ النَّبِیَّ علیہ السلام نَہٰی عَنِ اللَّعْنِ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فَقَدْ قَالَ حُجَّۃُ الْاِسْلَامِ فِی الْاَحْیَآءِ فَاِنْ قِیْلَ ھَلْ یَجُوْزُ لَعْنُہٗ وَلَاَنَّہٗ لَا یَجُوْزُ نِسْبَۃُ مُسْلِمٍ اِلَی الْکَبِیْرَۃِ مِنْ غَیْرِ تَحْقِیْقٍ فَفِی لَعْنِ الْاَشْخَاصِ خَطَرَۃٌ فَلْیَجْتَنِبْ وَلَا خَطَرَ فِی السُّکُوْتِ عَنْ لَعْنِ اِبْلِیْسَ فَضْلًا عَنْ غَیْرِہٖ ۔ ترجمہ: یزید پر لعنت کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے یہاں تک کہ ذکر کیا ہے خلاصہ میں اور دیگر کتب میں کہ یزید پر لعنت کرنا درست نہیں اور نہ حجاج بن یوسف پر کیونکہ نبی علیہ السلام نے مسلمانوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اہل قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور بعض نے فرمایا ہے یزید پر لعنت کی جائے اس لیے کہ جب اس نے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تو کافر ہو گیا حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے (احیاء العلوم میں) تو اگر کہا جائے کہ یزید پر لعنت کرنا روا ہے۔ بغیر تحقیق کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں معین شخصوں پر لعنت کرنے میں خطرہ ہے چاہیے کہ بچے ابلیس پر لعنت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں چہ جائیکہ کسی دوسرے پر لعنت نہ کرنے میں خطرہ ہو۔ لِاَنَّ الاَمْرَ بِقَتْلِ الْحُسَیْنِ لَایُوْجِبُ الْکُفْرَ فَاِنَّ قَتْلَ غَیْرِ الْاَنْبِیَآءِ

كَبِيْرَةٌ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اِلَّا يَكُوْنُ مُسْتَحِلًّا وهُوَ غَيْرُ مُخْتَصٍّ بِالْحُسَيْنِ وَنَحْوِهٖ مَعَ اَنَّ لُعِنَ يَزِيْدُ لِكَوْنِهٖ قَاتِلَ الْحُسَيْنِ وَاَمَرَبِهٖ قُلْنَا هٰذَا مِمَّا لَمْ يَثْبُتْ اَصْلًا فَلَا يَجُوْزُاَنْ يُقَالَ اِنَّهٗ قَتَلَهٗ اَوْاَمَرَبِهٖ فَضْلًا عَنْ لَعْنِهٖ۔ ترجمہ: اس لیے کہ قتل کرنا حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے حکم سے نہیں واجب کرنا کفر کو بلاشبہ اہلسنت و جماعت کے نزدیک غیر نبی کا قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے مگر جو حلال جان کر قتل کرے وہ کافر ہے اور وہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے مثل کے ساتھ خاص نہیں۔

باوجودیکہ کہ لعنت کرنا یزید کو کہ وہ قاتل حسین (رضی اللہ عنہ) ہے یا قتل کا حکم دینے والا ہے ہم کہتے ہیں یہ بالکل ثابت نہیں تو یہ کہنا جائز نہیں کہ یزید نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے یا ان کے قتل کا حکم دیا ہے چہ جائے کہ اس پر لعنت کی جائے اس کے بعد لکھا۔ قَالَ اِبْنُ الْهُمَّامِ وَاخْتُلِفَ فِي الْكُفْرِيَزِيْدِ قِيْلَ نَعَمْ يَعْنِي لِمَارُوِيَ عَنْهُ مَايَدُلُّ عَلٰى كُفْرِهٖ مِنْ تَحْلِيْلِ الْخَمْرِ وَمِنْ تَفَوُّهِهٖ بَعْدَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ بِمَا فَعَلُوْا بِاَشْيَاخِ قُرَيْشٍ وَصَنَادِيْدِهِمْ فِيْ بَدْرٍ وَاَمْثَالِ ذٰلِكَ۔ ترجمہ: ابن ہمام نے فرمایا یزید کو کافر کہنے کے بارہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہا گیا وہ کافر ہے اس لیے کہ جو اس کے بارہ میں مروی ہے وہ اس کے کفر پر دال ہے مثلاً شراب کو حلال ٹھہرانا قتل حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے بعد اس کا یہ کہنا کہ میں نے ان سے بدلہ لیا ہے، جو انہوں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں کو جنگ

بدر میں قتل کیا تھا۔ تمہید ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔ ثُمَّ اخْتَلَفُوْا فِی جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰی یَزِیْدَ قَالَ بَعْضُھُمْ لایجوز اللَّعْنُ عَلَیْہِ لِاَنَّہٗ کَانَ اِمَامَ مُسْلِمِیْنَ فِیْ سِنِیْنَ وقال بَعْضُھُمْ یَجُوْزُ لِاَنَّہٗ کَفَرَ بِاللّٰہِ حَیْثُ اَجَازَ قَتْلَ الْحُسَیْنِ وَرَضِیَ بِذَالِکَ وَقَالَ بَعْضُھُمْ بِاَنَّ یَزِیْدَ لَمْ یَاْمُرِ الْقَوْمَ بِقَتْلِ الْحُسینِ وَاِنَّمَا اَمَرَھُمْ بِطَلَبِ الْبَیْعَةِ اَوْبِاَخْذِہٖ وَحَمَلَہٗ اِلَیْہِ فَھُمْ قَتَلُوْہُ مِن غَیْرِ اَمْرِہٖ وَمَارَضِیَ بِذَالِکَ اَوالاصح اَنْ نقُولَ بِاَنَّ یَزِیْدَ لَوْاَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسینِ اَوْرَضِیَ اَوْاَجَازَ اَوْجواز اللَّعْنِ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ فَاِنَّہٗ یَجُوزُ یَجُوزُ اللَّعْنُ عَلَیْہِ وَاِلَّا فَلَا وَکَذٰلِکَ قَاتِلَہٗ لَایُکْفَرُ مِنْ غیرِ اِسْتِحْلَالٍ۔ ترجمہ: یزید پر لعنت کرنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا اس پر لعنت کرنا جائز نہیں اس لیے کہ وہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں مسلمانوں کا امام تھا اور بعض نے کہا اس پر لعنت کرنا جائز ہے اس لیے کہ وہ کافر ہو گیا جبکہ اس نے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی اجازت دی اور اس پر راضی ہوا اور بعض نے کہا یزید نے قوم کو قتل کا حکم نہیں دیا اس نے تو بیعت لینے کا حکم دیا تھا یا قید کرنے کا اور اپنے پاس بلانے کا حکم دیا تھا تو انہوں نے اس کے حکم کے بغیر حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور نہ ہی وہ اس کام پر راضی تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ ہم کہیں اگر یزید نے قتل کا حکم دیا تھا یا اس پر راضی تھا یا اس نے قتل کی اجازت دی یا اہلبیت پر لعنت کرنے کو اس نے جائز قرار دیا تو بیشک اس پر لعنت کرنا درست ہے ورنہ نہیں اور اسی طرح آپ کا قاتل

آپ کے قتل کو حلال سمجھنے کے بغیر کافر نہ ہوگا۔

تَمْہِیْد فِیْ بِیَانِ التَّوحِیْد

مورخہ ۱۹۸۸۔۱۔۳ بروز اتوار

تمت بالخیر

ابوالریان مفتی محمد رمضان رضوی رحمۃ اللہ علیہ

صبر حسین منزل بہ منزل

مولانا محمد منشا تابش قصوری

امام الشہداء، شہید کربلا، سید الصابرین، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات کی ہر نسبت بلند، ہر وصف اعلیٰ اور ہر ادا جمیل، مگر ولادت سے شہادت تک، مدینہ منورہ سے کربلائے معلیٰ تک، صبر کی منزلوں کو جس پائیداری اور استقامت سے آپ نے معراج کمال تک پہنچایا، اس کی مثال رہتی دنیا تک ممکن نہیں۔ نگاہ نبوت تو آپ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی آپ کے اوصاف جمیلہ اور کمالات جلیلہ کو دیکھ رہی تھی، جس کے شواہد احادیث اور کتب سیر و تاریخ میں واضح طور پر پائے جاتے ہیں۔ حوالہ جات سے صرف نظر کرتے ہوئے ان احوال و اوصاف کو جدید انداز میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، امید ہے کہ قارئین خصوصاً محبان سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سکون روحانی کا باعث ہوں گے۔

چار ہجری کی ایک صبح' سید الانبیاء ﷺ' کا شانۂ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جلوہ افروز ہوئے ہی تھے کہ آپ کی آغوش میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈال دیا گیا' خوشی و مسرت کے ساتھ حزن و ملال کے آثار بھی جبین نبوت پر نمایاں ہوئے اور رحمۃ للعالمین ﷺ' چہرۂ حسین پر نظر جمائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلاتے ہوئے دعا مانگ رہے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّ اَجْرًا-----

''الٰہی! میرے حسین کو صبر و اجر عطا فرما''-----

کسی بیٹے کی ولادت پر اپنی نوعیت کی پہلی اور آخری انفرادی دعا یہی سننے پڑھنے میں آئی ہے' اس کے علاوہ پیدائش کے موقع پر صبر و اجر کے دعائیہ کلمات کسی بھی بزرگ' ولی' قطب' امام' محدث' فقیہ' تابعی یا صحابی کی زبان سے وارد ہوئے ہوں' کہیں ان کا نشان نہیں ملتا۔

ولادت حسین کے ساتھ ساتھ شہادت حسین تک کے تمام مراحل نگاہ مصطفیٰ ﷺ میں ایک ایک کر کے نظر آ رہے تھے اور نبی کریم ﷺ زبان فیض رساں سے ان مشکل ترین مراحل میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معاونت کے لئے اپنی دعا کو شامل فرما رہے تھے:

اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا-----

''الٰہی! میرے حسین کو ابتلاء و آزمائش کی ساعتوں میں صبر و اجر کے زیور سے آراستہ فرمانا''-----

سوال پیدا ہوتا ہے جب نگاہ نبوت میں مصائب و آلام کے بھیانک مرحلے ولادت کے وقت ہی آ چکے تھے تو صبر و اجر کی بجائے مصائب و آلام کے خاتمہ کی دعا فرماتے اور

ایسے نازک ترین امتحان سے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بآسانی محفوظ رہ جاتے' سوال کرنا آسان ہے مگر امتحان کے رزلٹ' نتیجے اور ثمرات پر بھی حضور ﷺ کی نگاہ تھی' تفصیل میں جانے سے پہلے ہم صبر اور ایمان کے باہمی تعلق و ربط سے متعلق دریافت کرتے ہیں کہ آخر صبر کتنی عظیم دولت ہے' جس کی طلب اپنے محبوب ترین نواسے کے لئے خداوند عالم سے کی جارہی ہے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صبر کی تعریف دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

اَلصَّبْرُ بِالْاِیْمَانِ کَالرَّأْسِ بِالْجَسَدِ اِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْاِیْمَانُ کَمَا ذَهَبَ الرَّأْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ-----

''صبر ایمان کے ساتھ اس طرح لازم ہے جس طرح سر جسم کے ساتھ' جب صبر نکل جائے تو ایمان بھی ختم ہو جاتا ہے' جیسے سر کٹ جائے تو جسم بے جان ہو جاتا ہے''-----

گویا کہ رسول کریم ﷺ' امام حسین کو گرداب بلا میں دیکھ کر صبر نہیں' ایمان حسین کی حفاظت طلب کر رہے ہیں۔ حقیقتاً وہ تمام مصائب و آلام جو شہید کربلا پر چھپن سال بعد آنے والے تھے' آپ پر پہلے ہی آچکے ہیں۔ تب ہی تو فرمایا جارہا ہے:

اَلْحُسَیْنُ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ-----

جہاں انتہائی محبت کا اظہار مقصود ہو' وہاں دوسرے کو اپنی ذات کی نسبت سے پکارنا عرب میں ضرب المثل تھا۔ ان کلمات کا حقیقی مفہوم تو صاحب ارشاد ﷺ ہی جانتے ہیں' تاہم واقعۂ مطابقت بھی ملاحظہ ہو:

ایک دن ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا پریشانی کے عالم میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتی ہیں' جب کہ امام حسین ابھی متولد نہیں ہوئے تھے' نبی کریم ﷺ

نے حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پریشانی کا سبب دریافت کیا' تو عرض گزار ہوئیں' سرکار! آج میں نے ایک بڑا خطرناک خواب دیکھا ہے' وہ یہ کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آپڑا ہے' چنانچہ یہ منظر دیکھتے ہی میں پریشانی کے عالم میں بیدار ہوئی اور اب تک اسی غم میں مبتلا ہوں کہ یہ کیسا خواب ہے؟ حضور علیہ مسکرائے اور فرمایا:

''یہ بڑا مبارک خواب ہے' میری لخت جگر' نور نظر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ اب جو فرزند عطا فرمائے گا' وہ تیری گود میں کھیلے گا' وہ حسین میرے جسم کا ٹکڑا ہی تو ہوگا''-----

''الحسین منی و انا من الحسین'' کی یہ بھی عمدہ سی تعبیر ہو سکتی ہے۔

ذرا گزشتہ سطور پر پھر نظر دوڑایئے اور غور کیجئے' جب صبر کا ایمان سے تعلق اتنا گہرا ہے اور یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم قرار پائے تو نبی کریم علیہ نے صبر کے پردہ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی حفاظت و صیانت کے لئے دعا فرمائی:

اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا-----

اب صبر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے' ابھی سات سال کے نہیں ہو پائے کہ سید عالم نبی مکرم رسول معظم علیہ' جن کی شفقت و رحمت' رأفت و لطافت میں بڑی ناز برداری سے پروان چڑھ رہے تھے' ربیع الاول ۱۱ھ میں اس دنیائے فانی سے عالم بقا کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ جن کی گود سے لے کر کندھوں تک پیار ہی پیار مل رہا تھا' محبت ہی محبت کے گلدستے جمع فرما رہے تھے' مودت والفت کے جھولے جھلا رہے تھے اور بچپنے میں ہی زبان نبوت سے عظمت و شوکت کے نورانی کلمات سے محظوظ ہو رہے تھے:

اَلْحَسَنُ وَ اَلْحُسَيْنُ هُمَا رَيْحَانَتَايَ فِي الدُّنْيَا-----

''حسن و حسین دنیا میں میرے پھول ہیں''-----

اور پھر پھولوں کی طرح سونگھا کرتے۔ صحابہ کرام یہ منظر دیکھتے تو آپ فرماتے' مجھے ان سے جنت کی خوشبو آتی ہے' یہ تو جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ یوں بھی حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے مبارک اجسام کا خوشبو سے معطر ہونا بعید از عقل و قیاس نہیں کیوں کہ نبی کریم ﷺ کے تو مبارک پسینے سے ایسی خوشبو پائی جاتی تھی' جس کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی' اسی لیے تو کہا گیا:

عطر جنت میں بھی اتنی خوشبو نہیں
جتنی خوشبو نبی کے پسینے میں ہے

حسین' نبی کریم ﷺ کے مشک بار خوش بو ہیں' جن کی خوش بو سے زمانہ آج بھی مہک رہا ہے۔ پھول پودے پر زیادہ دیر تک زندہ رہتا ہے اور جس پھول کی خوش بو نبی کریم ﷺ پا رہے ہیں' اس کی زندگی پر قرآن ناطق ہے۔ جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں' انہیں مردہ نہ کہو' وہ زندہ ہیں' بلکہ یہاں تک حکم ہوا کہ انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو' انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ تو جس پھول کی زندگی کی شہادت قرآن دے رہا ہو' وہ پودا تو بشرط اولیٰ تر و تازہ ہوگا' جس کا یہ پھول ہے۔ پتہ چلا حسین زندہ' تو اصل بھی زندہ' جو رحمۃ للعالمین ﷺ کا وجود مسعود ہے:

تو زندہ ہے واللہ' تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

ہاں صبر کی پہلی منزل رحمت عالم ﷺ کی مفارقت و جدائی تھی اور دوسری منزل چھ ماہ بعد از وصال مصطفیٰ' آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال فرما جانا ہے' جن کی گود میں آپ نے آنکھیں کھولیں۔ جو چکی چلاتے وقت بھی

جدا نہ کرتی تھیں، جو قرآن کریم کی لوریاں سناتیں، ہر قسم کے لاڈ لڈاتیں، جن کی محبت کو دیکھ کر فرشتے بھی آ کر آپ کا جھولا جھولانے کی سعادت حاصل کرتے۔ وہ والدہ ماجدہ، جب حسین باہر کھیل کے لئے جاتے تو کاشانۂ اقدس کے دہانے پر منتظر رہتیں، جنہیں علم تھا کہ میرا بیٹا بڑی آزمائش سے دوچار ہو گا، مشکل ترین امتحانات کا سامنا کرنے والا ہے۔ وہ تمام باتیں ایک ایک کر کے یاد کرتیں اور دعائیں مانگتیں:

''الٰہی! میرے حسین کو صبر و استقامت کی گراں مایہ دولت سے نواز''-----

۳/ رمضان المبارک ۱۱ھ کو وہ بھی حسین پر محبت کی آخری نگاہ ڈالتی، صبر کا درس دیتی ہوئیں، خالق حقیقی کے فرمان پر لبیک کہہ گئیں۔ اب گھر میں بھائی حسن اور والد ماجد علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز افراد خانہ موجود ہیں، مگر جس قلبی و روحانی امتحان میں آپ مبتلا ہو چکے ہیں، ان کی خبر کسے معلوم؟ شب و روز دو مزاروں پر حاضری معمول ہے اور ہر لمحہ ان مشفقین کی شفقتوں کی یاد تازہ، مگر صبر کا دامن اس مضبوطی سے قائم کہ حرف شکایت زبان پر لانا عزیمت کے خلاف سمجھتے۔

وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ آپ کے والد ماجد مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا صبر آزما دور شروع ہوا، ۲۱/ رمضان المبارک چالیس ہجری میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا، آپ کے دل اقدس پر کیا گزری ہو گی، بیان سے باہر ہے، مگر نبی کریم ﷺ کی دعا اس مرحلے میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہے:

اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا-----

''الٰہی! میرے حسین کو صبر و اجر عطا فرما''-----

والد ماجد کی شہادت سے ابھی آپ سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ شبیہ مصطفیٰ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچاس ہجری میں تمغہ شہادت سے سرفراز ہوتے ہوئے آپ کو صبر و استقامت اختیار کرنے کی پھر تلقین فرما رہے ہیں۔

یکے بعد دیگرے غم و آلام اور مصائب و مشکلات کے پہاڑ آپ پر ٹوٹ رہے ہیں مگر آپ کے صبر جمیل سے ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ اکسٹھ ہجری کا محرم تو اپنی تمام تر آزمائشوں' ابتلاؤں اور غموں کے ہجوم لیے طلوع ہوا' یزیدی افواج کے عمل و کردار نے اسلام و شریعت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا شروع کر دیا' خواہشات نفسانیہ کو شریعت کا نام دیا جانے لگا' محبان مصطفیٰ پر چاروں طرف سے یورش شروع ہو گئی' خصوصاً صحابہ کرام اور اہل بیت رسول کریم کو مدینہ طیبہ میں نشانہ ظلم و ستم بنایا جانے لگا' یزید نے اپنی خلافت کو مضبوط کرنے کے لئے سخت ترین گورنر مقرر کیے اور انہیں تاکیدی احکام جاری کیے' جو شخص میری بیعت خلافت پر رضا مند نہ ہو' اسے ختم کر دیا جائے۔ کوفہ پنجۂ استبداد یزید میں پھنس چکا تھا' لوگوں نے شریعت و اسلام کے دفاع کے لیے آپ سے کوفہ تشریف لانے کی درخواستیں کیں' خطوط ارسال کیے' کئی آدمیوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور عرض گزار ہوئے' جتنی جلد ممکن ہو کوفہ تشریف لائیے۔ آپ نے دل پر پتھر رکھ کر مدینہ طیبہ سے اسلام کی خاطر جدائی اختیار کی' نہ جانے آپ نے جدائی و الوداع کا یہ بوجھ کتنے صبر و تحمل سے برداشت کیا ہو گا؟ حالانکہ کہنے والے نے کیا خوب کہا:

بگزار تا بگریم چوں ابر نو بہاراں
از سنگ گریہ خیزد وقت وداع یاراں

مدینہ چھوڑا' مکہ چھوڑا اور کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہر محب صادق نے منت سماجت کی کہ مت جائیے' مگر آپ کی ڈیوٹی تو بوقت ولادت ہی لگ چکی تھی' اب اس کی تکمیل کا

وقت پورا ہوا چاہتا تھا' کیسے رکتے؟ چنانچہ عین حج کے موقع پر بیت اللہ شریف پر بھی آخری نگاہ ڈال رہے ہیں' کعبہ کی جدائی پر بھی ویسے ہی آنسوؤں کی بارش شروع ہو گئی' جیسے رسول کریم ﷺ کی فرقت پر ہوئی تھی۔بس دعائے رسول نے رفاقت اختیار کی:

اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا-----

آج صبر کا پیکر مکہ مکرمہ سے کربلا معلیٰ کی طرف جا رہا ہے اور پھر منزل بہ منزل فاصلے طے کرتے ہوئے مقام کرب و بلا پر خیمہ زن ہو گئے۔ بچے' بچیاں' مخدرات مقدسات' بھائی' بھانجے' محبین اور دیگر چند جانثاروں کا سردار' ان کو اپنی محبت و رأفت کے جلو میں لے کر میدان کربلا میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کے لئے ڈٹ گیا۔

یزیدی افواج نے اپنی ظالمانہ کاروائی کا آغاز کر دیا' دانہ' پانی' بات چیت الغرض ہر چیز کا بائیکاٹ شروع ہو گیا۔عراق کا آج ہی بائیکاٹ شروع نہیں ہوا' نمرودی و فرعونی ظالم کبھی یزید اور کبھی بش کی صورت میں عراق کا بائیکاٹ کرتے چلے آ رہے ہیں۔اسی تاریخ کو ظفر علی خان اپنے شعر میں دہراتے ہیں:

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ظالم یزیدی آپ کے معصوم بچوں' غیر مسلح بھائیوں اور نہتے رفقاء پر پل پڑے' دفاع میں جو کچھ دنیا کی کم ترین فوج کے پاس تھا' یزیدیوں کا اسی اسلحہ سے مقابلہ شروع ہو گیا۔ یکے بعد دیگرے آپ کے ننھے اصغر سے لے کر جوان اکبر تک جام شہادت نوش فرما گئے' صبر و رضا کا پیکر جمیل' امام حسین' زندگی بھر صبر کی جن منزلوں کو طے کرتے آ رہے تھے' آج بیک وقت ان سے بھی کڑی گھڑی میں بھائی عباس علم دار بھی آنکھوں کے سامنے شہید ہو گیا' تقریباً ایک سو کے قریب' قریبی جانثار شہادت سے سرفراز ہو چکے'

تو ایسے میں پھر دعائے رسول نے سہارا دیا:

اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا-----

الٰہی! میرے حسین کو صبر و اجر عطا فرما-----

اور پھر آخر میں صبر کو منزل بہ منزل پایۂ تکمیل تک پہنچا کر آپ نے بھی اپنا سر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانۃً پیش کر دیا اور رہتی دنیا تک صبر و اجر کی یہ عظیم داستان تازہ بہ تازہ آج بھی اپنی رعنائی میں بے مثال نظر آ رہی ہے:

حسین ابن علی کی شان رفعت کوئی کیا جانے
حسن جانے علی جانے نبی جانے خدا جانے

اور آج

خون گلوئے اصغر مظلوم کی قسم
دنیا کو آج تیری ضرورت ہے یا حسین
تیرے جوان اکبر و قاسم کے خون سے
سر سبز آج باغ رسالت ہے یا حسین
پہلے یزید ایک تھا اب لاکھوں ہیں یزید
پھر اک مزاج نو کی سیاست ہے یا حسین
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ارشادِ نبوی ﷺ

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ [illegible]

اللہ سے ڈرو اُنہیں اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ مت بنا

جس نے میرے صحابہ سے محبت کی اُس نے مجھ سے

محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا اُس نے

مجھ سے بغض رکھا۔ (ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ تارے ہیں تم جس

کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔